



فہرستِ مضامین

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	رہائی اسیر	۱
	مقدمہ	
	(حصہ اوّل) حیاتِ دوامِ خسروؒ	
۲	مختصر سوانح حضرت امیر خسروؒ	۱
	(حصہ دوم) ریاض الابصار	
۳	خسرو پرویز	۷
۴	پرویز	۸
۵	طاقدیس	۹
	گنجہائے خسرو	″
	بارہ ہزار پریزاد	″
۸	شبدیز	″
۹	شاپور	۱۰
۱۰	باربد	۱۰
۱۱	نکیسا	۱۱
۱۲	بہرام چوبیں	″
۱۳	مریم	″
۱۴	شیریں	۱۳
۱۵	ارمن	۱۵
۱۶	شمیرا یا مہیں بانو	″
۱۷	مداین	″
۱۸	جوئے شیر	۱۷
۱۹	کوہکن یا فرہاد	۱۸
۲۰	بے ستون	۲۳
۲۱	شکر	۲۴
۲۲	مثنوی شیریں وخسرو	۲۵
۲۳	کلام رزمیہ	۳۲

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۲۴	بزم آرائی	۳۲
۲۵	تذکرۂ حُسن وعشق	۳۳
۲۶	فلسفیانہ شاعری	〃
۲۷	اخلاقی نظم	〃
۲۸	جذباتِ انسانی کا اظہار	۳۴
۲۹	مناظرِ قدرت	〃
۳۰	سوز وگداز	〃
۳۱	متکلّمانہ استدلالات	۳۵
۳۲	صوفیانہ رنگ	〃
۳۳	درد وغم رنج والم	〃
۳۴	عاشقانہ دعار ومناجات	۳۶
۳۵	جامعیت	〃
۳۶	اختراع وایجاد	〃
۳۷	صنائع وبدائع	۳۷
۳۸	واقعہ نویسی	〃
۳۹	قوتِ تخئیل	〃
۴۰	سلاست وقوت کلام	۳۸
۴۱	فصاحت وبلاغت	〃
۴۲	جدّتِ اسلوب	〃
۴۳	استعارہ	۳۹
۴۴	مجاز مرسل	۴۰
۴۵	تشبیہات	۴۱
۴۶	تنسیخ الصفات	۴۲
۴۷	تضاد	۴۳
۴۸	تقابل	〃
۴۹	سیاقت الاعداد	〃
۵۰	تلمیح	۴۴
۵۱	ایہام	〃
۵۲	رجوع	〃
۵۳	ذوقافیتین	۴۵
۵۴	گریز	〃
۵۵	تجنیس تام	〃
۵۶	اشتقاق	۴۶
۵۷	ردّ	〃
۵۸	مراعات النظیر	۴۸
۵۹	حسن التعلیل	〃
۶۰	مذہب الکلامی	۴۹
۶۱	لف ونشر	〃
۶۲	مبالغہ	〃
۶۳	سجع موازنہ	۵۰

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۶۴	التفات	۵۰	۷۴	مدح شیخ الاسلام رحمۃ اللہ علیہ	۸۷
۶۵	مُعمّہ	"	۷۵	شیریں کی ہوش ربا تصویر اور رمیدنِ اسپِ فگنی	۹۰
۶۶	وصل الحرفین	۵۱	۷۶	خسرو و شیریں شکارگاہ میں	۹۳
۶۷	نتائج کے اعتبار سے مثنوی کی روحانی عظمت	"	۷۷	شیریں کا عقد خسرو کی خبر پانا	۹۷
۶۸	اجمالی طور پر قصّہ کا اختصار	۵۳	۷۸	فرہاد کا عشق شیریں میں مرنا	۹۹
	(حصّہ سوم) موازنۂ زبانِ اساتذہ		۷۹	پیرزن ندامۂ شیریں	۱۰۱
			۸۰	شب سیاہ	۱۰۳
۶۹	عروسی دعا بحجلۂ کبریا	۶۰	۸۱	وظیفۂ مناجات	۱۰۴
۷۰	حمد باری عزّاسمہٗ	۶۳	۸۲	غزل باربد	۱۰۷
۷۱	مناجات بحضرت قاضی الحاجات	۶۷	۸۳	تزویج خسرو و شیریں	۱۰۸
۷۲	نعت سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	۶۹	۸۴	ہم آغوشیِ خسرو و شیریں	۱۱۱
۷۳	وصفِ معراج	۷۹	۸۵	مناجات آخر کتاب	۱۱۸

متن

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	عروس دعا بہ حجلۂ حمد کبریا	۱
۲	توحید باری عزّاسمہٗ	۲
۳	مناجات بحضرت قاضی الحاجات و شمار انعامات بے غایات	۵
۴	نعت سید الانبیاء خاتم الرسل علیٰ نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام	۷
۵	وصف معراج شہسوار میدانِ دنیٰ فتدلیٰ و یکہ تاز عرصۂ قاب قوسین او ادنیٰ	۹

صفحہ	عنوان	نمبر
۱۲	مدح شیخ الاسلام نظام الملک و الدین علیہ افضل تحیۃ الصلوٰۃ والسلام	۶
۱۴	مدح سلطان علاء الدین محمد شاہ	۷
۱۸	در خطاب زمین بوس	۸
۲۲	گفتار در پژوہش این داستان	۹
۲۴	حکایت کلاہ دوز	۱۰
۲۸	در بیان کواکب و افلاک فرماید	۱۱
۳۱	دعائے عاشقانہ وفضائل عشق و اہلِ عشق	۱۲
۳۳	حکایت سلطان محمود و ایاز	۱۳
۳۴	در نصیحت فرزند	۱۴
۳۹	آغاز داستان خسرو و شیریں	۱۵
۴۲	رفتن خسرو از مدائن جہت استیلاے بہرام	۱۶
۴۷	رسیدن خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہم دگر	۱۷
۵۴	اظہار عشق خسرو بہ شیریں	۱۸
۵۹	قصد سفر خسرو بجانب قیصر روم و اظہار بہ شیریں	۱۹
۶۳	پیوستن خسرو بہ قیصر روم و لشکر کشیدن بمدائن و شکست دادن بہ بہرام چوبیں	۲۰
۶۸	در افتادن خزینۂ روم بدست خسرو پرویز	۲۱
۷۲	نغمہ سرائی باربد بہ بزم خسرو و گنج باد آورد با او بخشیدن خسرو	۲۲
۷۶	وفات یافتن مریم	۲۳
۷۸	عشرت خسرو و شیریں برلب شہرود و افسانہ گوے	۲۴
۸۹	عقد خواستن خسرو دختران امراے مشتاقان خود	۲۵
۹۱	پاسخ شیریں بخسرو	۲۶
۹۶	نصیحت کردن شاپور خسرو را جہت شیریں و دلالت کردن شکر	۲۷

صفحه	عنوان	نمبر
۱۰۲	رفتن خسرو باصفهان و دلالت کردن باشکر اصفهان	۲۸
۱۰۶	غزل سرائی شکر در مجلس خسرو	۲۹
۱۰۹	بردن شکر خسرو را بخانهٔ خویش جهت مهمانی	۳۰
۱۱۱	عقد خسرو باشکر و تزویج ایشان	۳۱
۱۱۲	خبر یافتن شیرین از عقد خسرو باشکر و بصحرا رفتن و بفرهاد در آمیختن	۳۲
۱۱۶	اظهار عاشقی فرهاد باشیرین	۳۳
۱۲۱	صفت جوے فرهاد که بحکم شیرین از کوه برآورد	۳۴
۱۲۲	صحرا نوردی فرهاد در عشق شیرین و گریه و زاری او	۳۵
۱۲۶	حکایت ابله بد فال	۳۶
″	آگاهی خسرو از عشق فرهاد	۳۷
۱۳۱	عتاب نامهٔ خسرو به شیرین و عتاب به فرهاد	۳۸
۱۳۶	جواب نامهٔ شیرین بخسرو و اظهار عتاب در بارهٔ شکر	۳۹
۱۴۳	بازگشت خسرو از اصفهان و خواب دیدن او	۴۰
۱۴۵	رفتن خسرو پیش فرهاد بطریق تجاهل عارفانه و مناظرهٔ ایشان	۴۱
۱۵۱	مردن فرهاد در عشق شیرین و حالت او	۴۲
۱۵۶	خبر مرگ فرهاد رسیدن به شیرین و زاری و بکاے او	۴۳
۱۵۷	حکایت خربندهٔ لاف زن مناسب وقت و حال	۴۴
۱۵۹	صفت پیرزن ندیمهٔ شیرین و کشتن او شکر ملکهٔ اصفهان را	۴۵
۱۶۴	رسیدن پیرزن در محل شیرین ملکهٔ اصفهان	۴۶
۱۷۰	در شب فراق مناجات شیرین با حق سبحانهٔ تعالیٰ و یاد خسرو	۴۷
۱۷۷	رفتن خسرو بدر قصر شیرین و در بند کردن شیرین به خسرو	۴۸
۱۸۳	سرکه ریزی خسرو از عتاب ترشروئی شیرین و خود ترش گشتن	۴۹
۱۸۴	جواب شیرین به خسرو پرویز	۵۰

نمبر	عنوان	صفحہ
۵۱	پاسخ خسرو بہ تقریر شیریں	۱۸۷
۵۲	پاسخ شیریں بمقابل تقریر دوم خسرو	۱۹۰
۵۳	پاسخ خسرو بہ دلبر پرکار شیریں گلعذار	۱۹۳
۵۴	پاسخ شیریں عیار بہ فرہاد جاں نثار	۱۹۶
۵۵	پاسخ خسرو پرویز بہ شیریں شکرریز	۲۰۰
۵۶	جواب شیریں بہ خسرو پرویز	۲۰۳
۵۷	فرود آمدن شیریں از بام قصر و خسرو را بقصر در آوردن	۲۰۷
۵۸	غزل سرائی باربد از زبان خسرو	۲۰۹
۵۹	ترانۂ نکیسا از زبان شیریں	۲۱۱
۶۰	نغمۂ باربد بہ زبان خسرو پرویز	۲۱۴
۶۱	غزل نکیسا از زبان شیریں	۲۱۷
۶۲	غزل باربد از زبان خسرو	۲۲۰
۶۳	سرود نکیسا از زبان شیریں	۲۲۳
۶۴	شکرریزی عروسی شیریں با خسرو و فرستادن خسرو انگشتری ملک برسم عہد و پیمان	۲۲۶
۶۵	عقد خسرو بہ شیریں	۲۲۹
۶۶	تزویج خسرو و شیریں و وصف سراپائے برادرخواندۂ شیریں	۲۳۳
۶۷	ہم آغوشی خسرو و شیریں و خلوت زناشوئی	۲۳۸
۶۸	بزم آرائی خسرو با حکماء و حکیمانہ سوالات با ایشاں	
۶۹	حکایت مرد صاحب ہمت	۲۶۴
۷۰	مشورت شیرویہ با محرمان خود در کشتن خسرو	۲۶۸
۷۱	کشتن شیرویہ خسرو را و بر تخت شاہی نشستن	۲۷۴
۷۲	در خاتمت کتاب گوید	۲۸۰



بسم اللہ الرحمن الرحیم

رہائیِ اسیر

شیریںؔ و خسرو بلحاظ ترتیب تصنیف خمسۂ خسروی کی دوسری مثنوی ہے جو مطلع الانوار کے بعد ظلمتِ خیال سے نورِ ظہور میں آئی۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ کلیات خسروؒ کے ذیل میں اس کی طبع و اشاعت خمسہ کی تمام مثنویوں کے آخر میں ہوتی ہے، حال آں کہ واقعہ یہ ہے کہ جب یہ کام شروع ہوا تو (بماہ اگست ۱۹۱۵ء) مطبع میں سب سے پہلے جو کتاب چھپنے کے لیئے پہونچی وہ یہی شیریںؔ خسرو تھی مسودہ کے ایک معتدبہ حصہ کی کتابت ہو چکی تھی کہ اسے یہ کہہ کر واپس لے لیا گیا کہ ہنوز اس کی تصحیح قابلِ اطمینان طور پر نہیں ہوئی۔

اِس کے بعد مسودہ دست بدست تنقید و مقابلہ کے لیئے گشت کرتا ہوا مولوی علی احمد خاں صاحب اسیرؔ قادری نقش بندی بدایونی پروفیسر سینٹ جانس کالج آگرہ کے سپرد ہوا۔ مولوی صاحب موصوف ۱۹۱۷ء میں اپنے فرض سے فارغ

ہو گئے۔ چنانچہ مقدمہ اور اس کے مختلف حصص کے ناموں سے جو سنہ ۱۳۳۶ ہجری برآمد ہوتے ہیں اس کا یہی سبب ہے کہ مقدمہ سنہ مذکور (مطابق سنہ ۱۹۱۷ع) میں پورا ہو گیا تھا۔ پھر اس کے نظرِ ثانی و منظوری کی منازل سے گزرنے میں بھی غیر معمولی تعویق پیش آئی تاہم یہ کام بھی فروری سنہ ۱۹۲۳ع میں ہمہ جہت مکمل ہو گیا۔ یہاں تک کہ موصوف نے متن کتاب کی پوری کتابت بھی اپنے ہی اہتمام سے کرا دی، اور اُسی زمانہ میں یہ دونوں چیزیں مطبع میں بھی اس حیثیت سے واپس آگئیں کہ ان کے لیے سوائے چھپ جانے کے کوئی دوسرا مرحلہ باقی نہ رہا تھا پھر بھی ناموافق اسباب پیش آتے رہے اور تین سال یوں ہی گزر گئے۔ دسمبر سنہ ۱۹۲۵ع میں اسے ایسے خوش نویس صاحب کے سپرد کیا گیا جو مطبع کے نہایت وفادار و وضع دار پُرانے کارکن تھے۔ وہ بلا مبالغہ مقدمہ کا ایک ہی صفحہ لکھنے پائے تھے کہ ایک حد درجہ مولم و موذی درد میں مبتلا ہوئے اور ہفتہ کے اندر اندر جانِ شیریں سپردِ جان آفریں کردی ؎

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

اِن حالات میں سوائے اس کے کیا سمجھا جائے کہ قادرِ مطلق و حاکمِ برحق کی مشیت ہی دگرگوں تھی کہ باوجود میری کوشش اور بعض محترم بزرگوں کی خواہش اور خود مقدمہ نگار صاحب کی بزرگانہ کاوش کے بارہ (یا کم از کم دس) برس سے پہلے یہ چھجے شیر جاری نہ ہو سکی۔ "عرفت ربی بفسخ العزائم"

مولانا آسیر جب ملتے (اور انھوں نے آگرہ اور بدایوں سے علی گڑھ کے لئے بارہا شدِّ رحال محض اس کتاب کی خاطر کیا) تو موانع کا حال سن کر اکثر یہی فرماتے کہ "ہماری زندگی میں یہ کام تمام ہوتا معلوم نہیں ہوتا"۔ اور شاید خدا کو اپنے اس نیک بندے کی زبان پوری ہی کرنی تھی کہ تقریباً پوری کتاب اُن کے انتقال کے بعد چند ہفتہ کے اندر بلا زحمتِ خاص طبع ہو گئی۔" ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ"۔

مولانا آسیر نے گزشتہ موسم میں حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا اور ۲۰ محرم الحرام ۱۳۴۶ھ کو مدینہ منورہ میں بحالت نماز صبح علایق دنیوی سے رہائی پائی۔

قسمت نگر کہ کشتۂ شمشیرِ عشق یافت
مرگے کہ زندگاں بہ دعا آرزو کنند

جنۃ البقیع میں آسودہ ہوئے۔ وفات سے قبل خود اپنا یہ شعر وردِ زبان تھا؎

"اُلجھ کر رہ گیا میں وادیِ طیبہ کے خاروں میں
مجھے پہونچا دیا اِس ضعفِ تن نے منزلِ جاں تک"

انا للہ وانا الیہ راجعون خوب اُلجھے بہت خوب سلجھے بہت ہی خوب پہونچے۔

اندریں حالات اس کتاب کی اشاعت میں کمک (Comic) (طرب بیز) اور ٹریجک (Tragic) (غم انگیز) دونوں پہلو مضمر ہیں۔ خوشی اس کی ہے کہ ایک بہت بڑی کمی پوری ہوئی اور ایک سلسلۂ ناممکل بالآخر

مسلسل ہوا، اور افسوس اس کا ہے کہ وہ شخص نہ رہا جو اس خوشی میں شریک ہونے کا سب سے زیادہ مستحق تھا فجزاہ اللہ خیراً ۔

عید رمضاں آمد و ماہِ رمضاں رفت
صد شکر کہ ایں آمد و صد حیف کہ آں رفت

مرحوم نے پورے مقدمہ کا تاریخی نام "بے بہا ارمغان جاوید" تجویز کیا تھا اس سے اور اس کے تین مختلف حصّوں کے تین مختلف ناموں سے بے کم و کاست ۱۳۳۶ھ برآمد ہوتے ہیں۔ اُنھوں نے یہ خدمت نہایت محنت و عقیدت سے انجام دی تھی اور اس کے متعلق ایک سے زیادہ مرتبہ ہر قسم کے مشوروں کو قبول کرنے میں بے حد ہضمِ نفس کا اظہار کیا تھا۔ خدائے تعالیٰ اس سب کی ان کو جزائے خیر دے۔ آمین!

شیریں خسرو طبع ہو جانے کے بعد بفضل خدا پنج گنج خسروی سے خزاینِ فوق و طلب معمور ہوئے بلکہ اس کے علاوہ بعض ایسے نایاب جواہر زواہر بھی منظرِ عام پر آئے جن کا پیشتر کسی قیمت پر بھی دستیاب ہونا محال تھا۔ اس لحاظ سے اگرچہ بظاہر اب تک کچھ نہ کچھ ہوا ہے، لیکن درحقیقت ابھی بہت کچھ ہونا باقی ہے۔ اور اب اصل ضرورت اس امر کی ہے کہ اُن دفائن تک بھی دسترس حاصل کی جائے جو حضرت امیر خسروؒ کی مِلکِ خاص ہیں۔ کیوں کہ جیسا کہ علم دوست اصحاب پر مخفی نہیں ہے ان کا حقیقی میدان غزل ہے، اور اُنھوں نے مثنوی کے لالہ زار میں اپنی روش خاص

سے گویا ہٹ کر قدم رکھا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر خود فرماتے ہیں ؎

"از شیوۂ خود رمیدہ گشتم
تسلیمِ ہماں جریدہ گشتم"

(مجنوں لیلیٰ)

حضرت امیر خسروؒ کے متعدد ضخیم ضخیم دیوان باقی ہیں جو در اصل جان سخن ہیں۔ ان کے ماسوا کئی اور چیزیں قابل طبع و نشر ہیں۔

مع ہذا جب ہماری نگاہ سرمایہ پر جاتی ہے (جو ایسے تمام کاموں کے لیئے ضروری ہے) تو خالی صفر نظر آتا ہے۔ اور یہ تصور تشنۂ یاس کی جھلک دکھانے لگتا ہے کہ جو گوہ گن پہلے جوے شیر تک پہونچے تھے وہ ایک ایک کرکے ہم سے رخصت ہو چکے ہیں۔ نواب اسحاق خاں صاحب نہیں رہے جن کا ادبی و شعری ذوق موروثی تھا۔ نواب عماد الملک بہادر بھی اب آکر چل بسے جن کو خصوصاً خسروؒ کے ساتھ ایک فطری مناسبت تھی۔ لیکن پاے ثبات کے لیئے لغزش کی کوئی وجہ نہیں۔ خدا کے فضل و احسان سے جب تک یہ سلسلہ حضور نظام عالی مقام خلد اللہ ملکہٗ کے دامنِ دولت سے وابستہ اور سایۂ سرپرستی میں سیراب ہے اس کا منبع فیض اور چشمۂ بقا یقیناً برقرار ہے۔ یہ بھی ایک مبارک فال ہے کہ خسرو فنڈ کمیٹی کے صدر نواب صدر یار جنگ بہادر (صدر الصدور اُمور مذہبی سرکار عالی) تمام ما لہٗ و ما علیہ سے واقف ہیں اور اس مقصد کے لیئے ضرور کسی گنجِ باد آورد کی فکر کرینگے۔ ادھر مسلم یونیورسٹی

کی زمامِ نظم و نسق ہر ہائی نس مادرِ بیگم صاحبہ بھوپال (چانسلر) اور نواب سر محمد مزمل اللہ خاں بہادر کے سی آئی ای، او بی ای (وائس چانسلر) جیسی دو مسلمہ معارف پرور و علم دوست ہستیوں کے ہاتھوں میں ہے پس اُمید ہے کہ جو علمی کام مدرسۃ العلوم کے زمانہ میں ناتمام رہا تھا وہ اس کی مادرِ مشفقہ مسلم یونیورسٹی کے آغوش میں ان شاء اللہ تعالیٰ ضرور پایۂ تکمیل کو پہونچیگا - واللہ المستعان علےٰ ما تصفون ؞

علی گڑھ:
ربیع الاوّل ۱۳۴۶ھ
ستمبر ۱۹۲۷ء

محمد مقتدیٰ خاں شروانی
طابع و ناشر سلسلۂ کلّیاتِ خسرو
نائب ناظم خسرو فنڈ کمیٹی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حَامِدًا وَّمُصَلِّیًا

مُقدّمہ

(حصّہ اوّل) حیاتِ دوامِ خسرو

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی شوخی برقِ تجلّے دہ زبانم را
قبولِ خاطرِ موسیٰ کلاماں کُن بیانم را

حضرتِ امیر خسروؒ شرفائے تُرک کی معدنِ جواہر کے ایک بے بہا جوہر ہیں۔ آپ کے والد ماجد امیر سیف الدین محمود ترکوں کے مشہور قبیلہ لاچین کے سردار تھے۔ اور آپ کے آباؤ اجداد کا وطن ہزارہ تھا۔ لیکن بعض مورخین نے

ترکستان کا شہر کش اور بلخ بھی وطنِ اصلی بیان کیا ہے۔

امیر سیف الدین محمود سلطان شمس الدین التمش کے عہدِ سلطنت میں، بطور سیاحت ہندوستان تشریف لائے اور اپنی ذاتی قابلیت اور خاندانی شرافت کی وجہ سے بہت جلد اراکین دربار و امرائے ذی وقار میں شامل ہو گئے آپ کا عقد بھی اس عہد کے ایک مشہور عالی خاندان و صاحب نسبت امیر الامرا نواب عماد الملک کی دخترِ نیک اختر سے ہو گیا۔ خود امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے نانا کے پسندیدہ صفات کا اپنی بعض تصانیف میں ذکر کیا ہے۔

حضرت امیر خسروؒ خود اپنی تحریر کے موافق بمقام مومن آباد عرف پٹیالی[۱] ۶۵۳ھ میں پیدا ہوئے۔ ان سے بڑے دو اور بھائی اعز الدین شاہ اور حسام الدین احمدؒ تھے۔

---

[۱] پٹیالی فی الحال ضلع ایٹہ (کمشنری آگرہ صوبہ متحدہ آگرہ و اودھ) میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے مگر پہلے یہی ضلع کا صدر مقام تھا۔ دریائے گنگ اس کے دامن میں بہتا تھا اب بہت دور ہو گیا ہے بعض مورخین کی تحقیق کے موافق سلطان بلبن کے عہد میں دوآبہ فتح ہونے کے بعد بغرض حفاظت راہ و قیامِ حکام پٹیالی میں ایک مستحکم قلعہ تیار کیا گیا تھا امیر خسرو نے خود بھی اس کا ذکر اپنی ایک مثنوی میں کیا ہے۔ جو دیوان تحفۃ الصغر میں شامل ہے۔ اس وقت تک آپ اپنا تخلص سلطانی کرتے تھے اور غالباً زمرۂ سواراں میں ملازم تھے ؎

گرچہ ایں از قضائے یزدانی ست ۔۔۔ بیتیالی چہ جائے سلطانی ست

من کہ از جملۂ سوارانیم ۔۔۔ از تہی دستی اشک بارانیم

بعدہٗ سلطان جلال الدین اکبر کے عہد میں پٹیالی مستقل طور پر ضلع یا محل ہو گیا جس کا ذکر آئین اکبری میں حسب ذیل ہے:۔

محل پٹیالی واقع سرکار قنوج صوبہ آگرہ: رقبہ ۴۳۶۸۵ بیگہ ۱۴ بسوہ، جمع سرکاری ۱۸۷۷۶۵۲ آبادی اکثر راجپوت چوہان؛ فوج یک صد سوار دو ہزار پیادہ۔

آپ کا نام ابوالحسنؒ تھا اور ابتدائی تخلص سلطانی عرف امیر خسرو تھا اور خسرو ہی آپ کا آخیر تخلص قرار پایا اور مشہور ہوا۔ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہیؒ کی درگاہ سے ترک اللہ کا خطاب عطا ہوا تھا۔ بعض مورخین نے آپ کا لقب یمین الدولہ بھی لکھا ہے۔

چار برس کی عمر تک آپ پٹیالی میں رہے۔ اس کے بعد اپنے والد کے ہمراہ دہلی آئے۔ آپ کی عمر نو سال کی تھی کہ والد ماجد کسی لڑائی میں شہید ہوئے اُس وقت بھی آپ کی شاعرانہ مشقِ سخن اس حد تک پہونچ چکی تھی کہ اپنے والد کا مرثیہ کہا۔ اس کے بعد آپ کے نانا نواب عماد الملک آپ کے مربی اور سرپرست ہوئے جن کے سایۂ عاطفت میں آپ نے تمام علوم و فنون عقلی و نقلی تحصیل کیئے

آپ نے خود اپنی ابتدائی شاعری کی جو کچھ حالت اپنی بعض تصانیف میں رقم فرمائی ہے اس سے ظاہر ہے کہ آپ اپنے زمانہ طالب علمی میں بطور خود بڑے بڑے مشاعروں اور علمی معرکوں میں ایسی نغمہ سرائی فرماتے تھے کہ اہلِ سخن حیران ہو جاتے حقیقتاً آپ کی والدہ کا بطن گویا آپ کے لیئے منبع شیریں زبانی تھا۔

امیر خسرو علیہ الرحمتہ کے سلسلہ سخنوری کے ضمن میں ہم کو اجمالی طور پر یہ بھی ظاہر کرنا ضرور ہے کہ زمانہ نے آپ کے کمالات و حکیمانہ معانی آفرینی و خیالات کی کہاں تک قدر کی اور ایسی طوائف الملوکی کے پرخطر دور میں جس کے انقلاب کی طوفان خیز اور جوش انگیز موجیں آناً فاناً تمام جہان کو منقلب کر رہی تھیں

اور سلاطین کے باہمی اختلاف و ذاتی خصومات کی جاں گزا بادِ سموم کے جھوکے سارے ارکین دربار و اُمراء و متقربان ذوی الاقتدار و ارباب کمال مشاہیر روزگار کے مناصب جلیلہ و مراتب علیہ کے باغ و بہار کو مٹا رہے تھے، لیکن با ایں ہمہ امیر خسروؒ ہر حکمراں اور ہر بادشاہ کے وقت میں محض اپنی خداداد قابلیت جامعہ اور قابل قدر لیاقت بالغہ سے کس طرح گلدستۂ بزم سلاطین رہے۔ چنانچہ آپ کے کمالاتِ صوری و معنوی کا سکہ سلطان غیاث الدین بلبن کے زمانہ سلطنت سے محمد شاہ تغلق کے عہد حکومت تک مختلف سلاطین عالم و شاہانِ جہاں و اُمرا کے دَور میں جاری رہا اور ان میں سے اکثر شاہانِ وقت کی مصاحبت و ملازمت کا بارِ عظیم بھی بضرورتِ زمانہ آپ نے اپنے دوش پر گوارا فرمایا، مگر کسی بازارِ حکومت میں آپ کی نقد کامل عیار کی کبھی کساد بازاری نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمیشہ ہر دَور میں شاہانِ نامدار نے اپنا سرمایۂ افتخار سمجھا کہ آپ اپنی تصانیف کاملہ کو ہمارے ناموں سے معنون فرمائیں۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے تصنیفات و تالیفات کا دائرہ اس قدر وسیع ہے کہ اکثر مورخین و ارباب سیر نے اُس کے احاطہ کرنے سے اظہار عجز کیا ہے۔ عربی و فارسی ہندی و بھاشا و سنسکرت و پنجابی وغیرہ کوئی ایسی زبان نہیں ہے جس میں مستقل طور پر آپ کی تصنیفات نظم و نثر کا کامل ذخیرہ نہ ہو۔ ہم بہ خوف طوالت نہایت اختصار کے ساتھ اُس کا ایک شمّہ بیان کرتے ہیں۔

آپ کی مستقل کتب کی مجموعی تعداد بعض نے بانوے[92] اور بعض نے ننانوے[99] اور بعض نے ایک سوننانوے[199] تک بیان کی ہے اور بعض محققین کا بیان ہے کہ آپ کے مختلف اقسام کے اشعار کی تعداد چار لاکھ اور پانچ لاکھ کے درمیان ہے۔ ہمارے نزدیک اگر یہ تعداد اس قدر ہو تو کچھ تعجب نہیں اس وجہ سے کہ آپ نادر زماد شاعر تھے۔

تمام عالم کے علوم وفنون کے آپ ماہر اور بالخصوص علوم ادبیہ نظم ونثر کی تمام اقسام انشا واصناف سخن پر قادر تھے۔ قصاید، مثنویات، رباعیات، و قطعات، مسدس و مثمن وغیرہ میں آپ کو جو یدبیضا حاصل تھا وہ آپ کے مصنّفات پر غور کرنے کے بعد ماہ نیم ماہ سے زیادہ روشن و متجلّی نظر آتا ہے۔ علم موسیقی کی طرف جب آپ نے توجّہ فرمائی سلسلۂ ایجاد واختراع کو آپ نے ختم کر دیا آج تک تمام دنیا کے گوئیّے آپ کا نام لے کر گانا شروع کرتے ہیں۔ صنایع وبدایع کی امامت کی ثبوت پر آپنے خوارق عادات سے اعجاز خسروی کی بیّن شہادت ایسی قایم کردی کہ آیندہ کوئی اُس کے خلاف پر دوسری برہان نہیں لاسکتا۔ مطائبات وظرایف و لطایف، پہیلیاں، کہہ مکرنیاں، انمل، ڈھکوسلے، زمانہ کے تمام خوش کن وسایل و ذرائع نے تکمیل فن سخن کو اوج کمال پر پہونچا دیا۔ فن معما میں اساتذہ سابقہ سے پیش قدمی کرنے کی کوشش کی اور متأخرین کی تقلید کی راہ پر گویا ایک چراغ روشن کر دیا۔ متقدمین اہلِ کمال کا ہم پایہ مسلم الثبوت شاعر شیریں کلام ہونے پر مولانا نظامی جیسے پیش رو معجز بیان فصیح اللسان قادر الکلام اہلِ زبان شاعر کے جواہر خمسہ

کے جواب ایسے پنج گنج معانی کو اپنا یادگار بنایا کہ خود اہل زبان شعرا کو اُس کی خوبی و سلاست زبان و فصاحت بیان کا اقرار کرنا پڑا اور آپ کے تمام اقسام کلام کا آج تک اہلِ زمانہ کی زبانوں پر اپنی شیرینی و فصاحت کے اثر سے ہر بار اور ہر دور میں قندِ مکرر کی طرح اپنا مذاق قایم رکھنا اُس کے قبولیت کی خاص دلیل ہے۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنے محبوب حقیقی شیخ المشائخ نظام الدین اولیا قدس سرہٗ العزیز کے انتقال کے چھ مہینے بعد درد فراق اور سوز ہجر سے نہایت بے قراری کی حالت میں بروز چہارشنبہ ۱۷ یا ۱۸ شوال ۷۲۵ھ میں رحلت فرمائی اور آپ اپنی وقعی تمنّا و آرزو کے موافق جس کو آپ بطور پیشین گوئی ظاہر کر چکے تھے ؎

کلامش را اینیارم نام گیرم | زہے بختا رتہ پائش بمیرم

اپنے شیخ کی پائیں میں حیاتِ جاودانی حاصل کرکے ہمیشہ کے لیئے راحت گزیں ہوئے اور آپ کے وصال کی تاریخوں میں جس طرح (طوطیِ شکر مقال) آپ کے حسب حال ہے، اسی طرح بلبل شیریں کلام آپ کی صفات شاعری کا آئینۂ بے مثال جو فقیر کا نتیجۂ فکر ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۷۲۵ھ

(تاریخ وصال آن صاحب وجد و حال ہمصفیر طائر سدرہ و ہم زبان مرغ طوبیٰ امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ)

خسرو ملک سخن سلطانِ دیں | عین عرفاں خضر اربابِ یقیں
جانِ محبوب الٰہی محو ذات | اہلِ عشق و حسن را آب حیات
خسرو فرہاد و شیرین و شکر | زندۂ جاوید از و با کرّ و فر
مہر اجلال و مہ اوج کمال | شمع بزمِ قدس فانوس خیال
بہر تاریخش اسیر از اہلِ ہوش | بلبلِ شیریں کلام آمد بگوش

۷۲۵ھ

(حصۂ دوم) ریاض الابصار

(سنہ ۱۳۳۶ھ)

الٰہی رنگ تاثیرے کرامت کن فغانم را

بموجِ اشک بُلبُل آب دہ تیغِ زبانم را

قبل اس کے کہ اس مثنوی کے مضامین کے متعلق کوئی بحث کی جائے ہم سب سے پہلے اس شاہانہ بزمِ سخن کے اُن چند صدر آرا اراکین کا مختصر ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ جس سے آیندہ بعض ضروری مقاصد میں بھی مدد ملیگی اور ارباب ذوق اس داستان حُسن و عشق کی تاریخی اہمیت کے لطف سے بھی بے حد محظوظ ہونگے کہ شعرا کے لیئے یہ کس درجہ دل کش اور روح افزا نظارہ ہے جس میں اُنھوں نے اپنی طبع نازک کی گُلکاریوں سے کیسے کیسے گُل کھلائے ہیں، اور خود اس مثنوی کی اجمالی حالت کی مختصر تفصیل کی بھی ضرورت ہے۔

خسرو پرویز[1] ابن ہرمز سوم فارس کے مشہور بادشاہ نوشیرواں عادل کا پوتا ساسانی شہزادہ شان و شکوہ مال و متاع، شجاعت و دلیری، استقلال و عزم میں مشہور

---

[1] یورپین مورخین کی تحقیق کے موافق خسرو پرویز نے سنہ ۵۹۱ع سے سنہ ۶۲۵ع تک ملک ایران میں حکومت کی وہ شہنشاہ روم (Maricus) مارکس کی مدد سے اپنے باپ ہرمز کا تخت لینا چاہتا تھا۔ ظالم سپہ سالار فوکس (Phocas) پر اُس نے فوج کشی کی عراق شام بیت المقدس مصر ایشیائے کوچک وغیرہ تمام ملکوں پر قبضہ کیا خسرو نے ارادہ کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے (مرزرہ) (Mardaza) کو اپنا تخت نشین کرے مگر اُس کے دوسرے لڑکے (شیرویہ) (Shirvat or Siroës) نے اس ترکیب کو سمجھ لیا اور خسرو کو قتل کر ڈالا۔

دیار و امصار، حسن پرستی و عاشق مزاجی میں سرمست و مخمور، مذہبی تعصّبات میں مستغرق، احکام نجوم کا دلدادہ، ظلم و ستم کا عادی، مذہب زرتشت کا پیرو، جو ۵۹۱ء میں تخت نشین ہوا۔ یہ وہی خسرو پرویز ہے جس نے رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلم کے صحیفہ گرامی کے ساتھ گستاخی کی تھی اور اُسی کی سزا میں آخر کار وہ اپنے لڑکے شیرویہ کے ہاتھ سے ۳۸ سال سلطنت کرنے کے بعد ۷ھ ہجری میں نہایت ذلّت و رسوائی کے ساتھ قتل ہوا جس کو مولانا نظامی علیہ الرحمۃ نے اپنی مثنوی خسرو شیریں میں بیان کیا ہے۔ مگر امیر خسرو نے غالبًا اس روایت کو قصّہ سے غیر متعلق سمجھ کر ترک کر دیا۔ خسرو کے عہد اور افسانہ کے متعلق چند چیزیں خصوصیت کے ساتھ تاریخوں میں یاد کی جاتی ہیں اُن میں بعض کا ذکر ہماری مقصود بالذات تاریخی واقعہ سے بھی متعلق ہے جن کی اجمالی تفصیل یہ ہے۔

پرویز[۱] خسرو کا لقب یا عرف ہے جو اُس کے اصلی نام کا گویا جزو ہو کر بولا جاتا ہے اور اُس کے معنی مختلف مظفر و منصور و فتحمند و بزرگ منش و ماہی بزرگ بیان کیے گئے ہیں اور اُس کی وجہ تسمیہ کے ساتھ اور معانی کے سوا آخر معنی بھی مناسب سمجھے جاتے ہیں اگر بقول بعض اُس کو ماہی دوست فرض کر لیا جائے مگر بعض اقوال کے موافق پرویز غربال شکر کو کہتے ہیں اور وہ بھی چونکہ شکر لب و شیریں دہن

---

[۱] اِسی خسرو پرویز کے عہد میں معجزہ شق القمر اور معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ جو اعظم المعجزات ہے ظہور میں آیا۔

وشکر بیز تھا اس لیئے اسی لحاظ سے اُس کا لقب پرویز ہوا اس معنی کو مولانا نظامی
نے پسند فرمایا ہی چنانچہ فرماتے ہیں ؎

ازاں بدنام آں شہزادہ پرویز
کہ بودہ در سخن گفتن شکرریز

طاقدیس، مرصع تخت | یہ تخت اُس کو فریدوں سے ورثتاً پہونچا تھا اُس کا طول
(۱۷۰) گز جواہر بے بہا سے مرصع علم نجوم کے موافق بارہ برجوں اور ساتوں
سیاروں کی نقشوں سے گویا حکمت کے افلاک کا نمونہ۔

گنجہائے خسرو | خصوصیت کے ساتھ آٹھ خزانے بہت زیادہ مشہور ہیں جن کی
تفصیل کتب تواریخ میں موجود ہی اور بعض کا ذکر اس مثنوی میں بھی آیا ہی مثلاً
گنج باد آورد وغیرہ۔

شبستان خسروی کے بارہ ہزار محبوبہ وحسینہ پریزاد | اس تعداد سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ کس طرح معشوقوں
میں فنا و محو تھا اور ایسا شخص شعرا کے عالم میں کس درجہ
مقبول ہو سکتا ہی۔

شبدیز | خسرو کے بے شمار تازی وعراقی وترکی گھوڑوں میں اس نام
کا ایک خاص مشکی گھوڑا تھا جو تمام عالم کے گھوڑوں میں بے نظیر سمجھا گیا ہی۔
وہ اور گھوڑوں سے چار بالشت زیادہ بلند کہا گیا ہی اور اُس کے اوصاف
ہمارے پیش نظر داستان میں جا بجا مذکور ہیں مگر امیر خسرو کے خیال کے

موافق شبدیز شیریں کے گھوڑے کا نام ہے۔

شاپور | لغات و اصطلاحات کے معانی مختلفہ کے علاوہ ہماری تحریر کے سلسلہ کی ضرورت کے موافق خسرو کی ایک ندیم خاص اور معزز جلیس کا نام ہے جو بالخصوص فنِ مصوّری میں یکتا و بے مثل مُوشگاف تھا۔ اسی نے اپنی سحر بیانی سے شیریں کے صفاتِ حُسن و جمال سُنا کر اوّل خسرو کو فرہاد کی طرح مجنوں بنایا اور ثانیاً اپنی مصوّری کی جادو نگاری سے خسرو کی مختلف اوقات کی دل فریب اور پسندیدہ تصویروں کے دلچسپ مرقعہ سے شیریں جیسی عذرا شمائل نازک اندام چمن آرا نو بہارِ حسن کو وامق سے زیادہ اس بلائے عشق کی بدولت صحرا نورد بنا دیا۔ اُس کا شیریں کے باغ میں جانا، ہر مناسب موقع پر جداگانہ خسرو کی ایک تصویر دکھانا، سہیلیوں کی مخالفت، باغبان کی حفاظت، شاپور کی حکیمانہ چالیں، حسن تدبیر سے سب کی تردید، شیریں پر اُس کے سحر حلال کا پورا اثر، آخر میں نمایاں فتح، سارا قصہ گوہر گوش ہو گا۔

باربد | خسرو پرویز کے دربار تقرب کا ایک جلیس و ندیم ایک گویا ہے حسب کا اصلی نام اس لقب کے سوا تحقیق نہیں ہوا۔ یہ شخص قصبہ جہرود اضلاع شیراز میں سے ایک مقام کا رہنے والا تھا۔ فنون موسیقی میں یگانہ اور بالخصوص بربط نوازی کا لاجواب اُستاد تھا۔ سرود مسجع کا ہی موجد ہے دربار خسروی میں اس کی باریابی

ا‎ے شبدیز کی مثل شیریں کے دوسرے گھوڑے کا نام گلرنگ یا گلگوں ہے جو ہر صفت میں شبدیز کا جواب تھا۔

کے افسانہ کو آیندہ ہم اس مثنوی منظور نظر سے انتخاب کرکے پیش کرینگے۔ علم موسیقی میں اس نے گنج مرصّع نام ایک ایسی کتاب لکھی جس سے وہ تمام عالم میں مشہور ہوگیا۔

نکیسا | اِس کو بعض محققین نے بکاف فارسی بیان کیا ہے یہ بھی خسرو کے مصاحبین و مقربین مجلس نشاط میں سے تھا اور علم موسیقی کا ماہر کامل۔ اس کو ہنگام جشن مکالمہ کے موقع پر باربد کے مقابل شیریں کی طرف سے نغمہ سرا بنایا گیا ہے۔

بہرام چوبیں | دراصل ہرمز سوم پدر خسرو پرویز کا جنرل تھا ہرمز کے بعد اُس نے بغاوت کی اور خسرو پرویز نے ماریقوس قیصر روم کی معاونت سے اُس کا مقابلہ کیا اور وہ چھ ماہ سلطنت کرکے ۵۹۱ء میں مارا گیا۔ ایسے واقعات کا ذکر مولانا نظامی نے اپنی مثنوی میں تفصیل سے کیا ہے مگر امیر خسرو نے ایسی چند روایات کو ترک فرما دیا ہے یا مختصراً ذکر کر دیتے ہیں اُس کے چوبیں کہنے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بہ اعتبار جسامت کسی قدر لاغر و ضعیف تھا۔ محقق طوسی علامہ فردوسی نے بہرام چوبیں کا حال نہایت توضیح کے ساتھ لکھا ہے اور اُس کے مختلف واقعات کا ذکر بجائے خود ایک مستقل تاریخی ناول سے ہے جس کے اعادہ کا یہ محل نہیں ہے۔

مریم | انگریزی محققین کے بیان کے موافق شیریں معشوقہ فرہاد و محبوبہ خسرو پرویز

ہی کا اصلی نام مریم یا ایرین تھا یونانی اُس کو رومی بتاتے ہیں۔ اہل مشرق کا
قول ہے کہ وہ مارِ[۱]یقوس قیصر روم کی لڑکی ہے جو رومیوں کا بادشاہ تھا اور اُسی
کے ساتھ خسرو پرویز کی شادی ہوئی اور یہی معشوقوں کی دنیا میں شیریں کے
نام سے مشہور رہوئی اور اسی کے عشق میں فرہاد نے ایک دلّالہ پیرزن عورت
کے فریب سے جس کا اصلی بانی خسرو پرویز تھا اپنے آپ کو تیشہ سے ہلاک کیا
یا پہاڑ سے گر کر خودکشی کی اور اسی کے جذب محبّت صادق کی تاثیر سے
بقول بعض اُس نے فرہاد کے لاشہ پر اپنے آپ کو خنجر سے قتل کیا۔ اس کا
مذہب عیسائی تھا مگر یہ روایت عام فارسی شعرا اور بالخصوص مولنا نظامی
اور امیر خسرو اور بعض مورّخین کے مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ مریم قیصرِ روم
کی ضرور لڑکی تھی اور اُس کی شادی بھی خسرو پرویز سے ہوئی اور اُسی کے
باپ کی وجہ سے پرویز بہرام پر غالب ہوا مگر یہ واقعات شیریں کے عقد سے
قبل کے ہیں اور شیریں اس مریم کے سوا ایک دوسری مہ پارہ خاتون کا نام
ہے جس کا مجمل ذکر اول ہو چکا ہے۔ فردوسی طوسی کی روایت کے موافق خسرو
پرویز کا لڑکا شیرویہ جس نے آخر میں پرویز کو قتل کرایا اِسی مریم بنت قیصر روم
کے بطن سے پیدا ہوا۔ جب تک مریم زندہ رہی ایوانِ خسرو پرویز میں شیریں

---

[۱] یورپی تحقیق کے موافق یہ یہی (مارکس Maricus) قیصر روم ہے جو سنہ ۵۳۹ء میں پیدا ہوا اور سنہ ۶۰۲ء میں بمقام چل سیڈن (Chalcedon) واقع ایشیائے کوچک اپنے ظالم سپہ سالار (فوکس) کے ہاتھ سے قتل کیا گیا۔ اُس نے شہنشاہ روم (ٹائبیرس) کی لڑکی قسطنطین سے شادی کی تھی اور وہ ایک قابل اور زبردست حکمراں تھا۔

کی قدر و منزلت کا کچھ اظہار نہ ہوا۔ فردوسی کا قول ہی کہ قیصر روم نے مریم کو مختلف اقسام کے زر و جواہر و کنیزانِ ماہ رو و غلامانِ پری پیکر و افواجِ بے شمار کے ساتھ اپنے شجاع و جنگ جو بھائی نیاطوس کے ہمراہ خسرو پرویز کی خدمت میں بطور ہدایا بھیج کر نیاطوس سے درخواست کی تھی کہ نصایح مذکور پر عمل رکھے ؎

نیاطوس جنگی برادرش بود | بداں فوج سالار لشکرش بود
بدو گفت مریم بجوں خویش تست | براں بر نہادم کہ ہم کیش تست
سپردم بہ تو دختر و خواستہ | سپاہے بریں گونہ آراستہ

شیریں ہماری بزم سخن کا دوسرا صدر آرا شیریں ہی جو شہیرا خاتون مہین بانو ملک ارمن کی سلطانہ کی پاک دامن و عصمت شعار بھتیجی تھی جس کا پایہ تخت بروع تھا اور وہ اس محبوبہ مہ جبیں گل اندام لڑکی کو چوں کہ شیر خوارگی کے زمانہ سے غلبۂ محبّت اور پیار کے باعث سے لفظ شیریں کے ساتھ پکارتے تھے اس لیئے وہ اس کا نام ہو گیا۔ بعض محققین نے بیان کیا ہی کہ اُس زمانہ کی رسم و رواج کے موافق جن چالیس صفات حسن و جمال و اوصاف دل رُبائی و کمال کا ہونا معشوقوں میں ضرور تھا شیریں اُن کی جامع تھی اور اِنھیں اعتبارات سے اُس کا زیور حُسن خداداد ایام طفولیت سے حمائل گردن آفاق بنا اور تمام دُنیا کے عاشق مزاج شاہزادوں اور حسن پرست نوجوان اُمرا کو اُس نے اپنا والہ و فریفتہ بنا رکھا تھا۔ مگر یہ دولت خسرو کی قسمت میں تھی

جو دشوار گزار مصائب و آلام کے جاں گزا و خوں خوار منازلِ عشق طے کر کے اُس کے وصل سے کامیاب ہوا اور قیامت تک کے لیئے شیریں کے عشق و محبّت نے اُس کو معنی طراز و نازک خیال شعرا کی بزم سخن کا شمع انجمن بنا دیا۔ اِسی نغمۂ دل کش و ترانہ ہوش ربا کو نظامی و امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے مختلف دُھنوں اور انواع و اقسام کی راگنیوں کی پسندیدہ لَے میں اَلاپا ہی جس کے لذات سے اربابِ ذوق جلد لطف اُٹھانے والے ہیں۔ مگر علامہ فردوسی کے قول کے موافق جب کہ خسرو پرویز شاہانہ ساز و سامان کے ساتھ بغرض شکار صحرا نوردی کر رہا تھا شیریں اُس کی آمد کی خبر سُن کر خود حاضر خدمت ہوئی اور پہلی ہی نگاہ کے ساتھ باہم بنیاد عشق قایم ہو گئی اور خسرو کے حکم کے موافق شیریں کو محل سرائے خسروی کا شمع انجمن بنا دیا گیا۔ اگرچہ تمام بزرگان ایران اور اراکین دربار نے مخالفت ظاہر کی مگر خسرو نے اُس کو اپنے عقد کے شرف سے محروم نہ رکھا۔ آخر کار آتش رشک و حسد سے مشتعل ہو کر ایک روز شیریں نے مریم کو شربت زہر پلا کر ہمیشہ کے لیئے سرد کر دیا ؎

چو بشنید شیریں کہ آمد سپاہ	بہ پیش سپہ آں جہاں دار شاہ
از ایوان خرم بر آمد بنام	بروز جوانی ہمہ شاد کام
ہمی بود تا خسرو آں جا رسید	سر شکش ز مژگان برخ بر چکید
چو روے ورا دید بر پاے خاست	بہ پرویز بنمود بالاے راست

چو آواز در گوشِ خسرو رسید | نگہ کرد و رُخسار شیریں بدید
فرستاد بالائے زرّیں ستام | زر رومی جہل خادمِ نیک نام
کہ او را بمشکوے زرّیں برند | سوئے خانۂ گوہر آگیں برند
زمریم ہمی بود شیریں بدرد | ہمیشہ ز رشکش دو رُخسار زرد
بفرجام شیریں بدو زہر داد | شد آں دُخترِ خوب قیصر نژاد

ارمن | یا ارمینیا کوہ قاف کے جنوبی سمت میں ملک کا ایک حصّہ تھا جو جارجیہ وسرکیشیہ کی طرح حُسن خیزی میں مشہور ہی۔ شیریں اُسی گُل زمین کی ایک نونہال تھی۔

شہیرا یا مہیں بانو | وہی ملک ارمن کی حکمراں شیریں کی مربّیہ و سرپرست پھوپی یا چچی ہی جس کا ذکر اول بھی ہوچکا ہی۔

مداین | انگریزی تحقیق کے موافق زمانہ قدیم میں دریائے دجلہ پر بغداد سے جانب جنوب ایک مشہور مقام خسرو کا پایۂ تخت تھا جس کو فی الحال لٹسی نان کہتے ہیں۔ مگر مداین دراصل جمع مدینہ ہی۔ چونکہ ابتداءً اس مقام پر بفاصلہ دور و نزدیک چند شہر آباد تھے جن کی تعداد سات بیان کی گئی ہی اور ہر شہر عراق عرب کے بڑے شہروں میں شمار کیا جاتا تھا اس لیئے فی الحال اُنھیں ویران شہروں میں سے ایک شہر پر لفظ مداین کا اطلاق کیا جاتا ہی جس کا اصلی نام (طیسفون) تھا اور اس شہر کی عمدہ عمدہ عمارات عالیہ میں سے ایک خاص عمارت طاق کسریٰ تھی جس کو ایوان کسریٰ بھی کہتے ہیں۔ اس محل میں نوشیروان

عادل نے ایک ناقوس کلاں زنجیر میں اس طرح آویزاں کیا تھا کہ اُس کے ذریعہ سے ہر داد خواہ ضرورت کے وقت دربار کسریٰ میں بلا واسطہ حاضر ہو کر اپنا عرض حال کر سکے اُس کی تعمیر کے عجائب و غرائب حالات کتب تواریخ میں مذکور ہیں چنانچہ اس کا طول یک صد و ہشتاد قدم اور ارتفاع ہشتاد قدم بیان کیا گیا ہے۔ اور ولادت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جاہ و جلال و شکوہ اقبال کے اثر سے یہی محل شق ہو گیا تھا جس کا ذکر صاحب قصیدہ بردہ نے کیا ہے ؎

وبات ایوان کسریٰ وھو منصدع

کشمل اصحاب کسریٰ غیر ملتئم

بعض محققین ارباب سیر کا قول ہے کہ اسی خسرو پرویز کے عہد میں جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن ہے وہ محل آسمان پایہ مختلف قسم کے پردہائے مرصع و زر و جواہر متنوعہ و فروش ابریشمی سے آراستہ تھا۔ چنانچہ اُس کا ایک بساط زریں وطلا کار ابریشمی جو شصت در شصت ذرع مربع اور مختلف الالوان جواہر سے مُزیّن تھا زمانہ خلافت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں حضرت سعد وقاص رضی اللہ عنہ کی فتح کرنے کے وقت جب دوسرے اموال غنایم کے ساتھ مسلمانوں میں باہم پارہ پارہ ہو کر تقسیم ہوا تو اُس کے ایک بالشت مربع ٹکڑے کی قیمت جو حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں پیش کیا گیا تھا آٹھ ہزار درہم یا دینار باختلاف روایت بیان کی گئی ہے جس کو آپ نے بعد فروخت مساکین میں تقسیم کر دیا۔

مداین سال چہار دہم ہجری و سال دوم خلافت فاروقی میں فتح ہوا اور سعد وقاص رضی اللہ عنہ اُس کے فاتح والی قرار پائے آپ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو اپنا قایم مقام بنایا حضرت سلمان نے وہیں وفات پائی آپ کا مزار پر انوار زیارت گاہ عالم ہی اور حضرت حذیفہ بن الیمان انصاری اور عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہما کی قبریں بھی مداین میں ہیں۔

مداین، یہ وہی شہر عبرت انگیز ہی جس کی عمارت کی شکستہ حالی پر حکیم خاقانی سا مستقل مزاج قدیم شاعر کس کس افسوس کے ساتھ آنسو بہاتا ہی ؎

ہاں اے دلِ عبرت بیں از دیدہ نظر کن ہاں ایوانِ مداین را آئینۂ عبرت داں

یک رہ ز رہِ دجلہ منزل بہ مداین کن وز دیدہ دوم دجلہ بر خاک مداین راں

کسریٰ و ترنجِ زر، پرویز و بہ سیمیں، برباد شدہ یکسر با خاک شدہ یکساں

پرویز بہر خوانے زرّیں ترہ بنہادے کردے ز بساطِ زر زرّیں ترہ را بستاں

پرویز کنوں گم شد زاں گم شدہ کمتر گو زرّیں ترہ کو بر خواں رو کم ترکوا برخواں

خونِ دلِ شیریں ست ایں مے کہ دہد رزبن زاب و گل پرویز ست ایں خم کہ نہد دہقاں

(آثار عجم مرزا فرصت شیرازی)

جوئے شیر یہ وہی نہر ہی جس کو فرہاد کوہکن کی عاشقانہ کوشش کا نتیجہ بیان کیا گیا ہی اور وہ شیریں کے خوش کرنے کی غرض سے کھودی گئی تھی تاکہ کوہ بیستون کی چراگاہوں سے مویشی کا تازہ دودھ شیریں تک پہنچ سکے۔ مگر بعض انگریزی

مورخین نے اُس کے وجود سے انکار کیا ہے اُن کا قول ہے کہ دراصل وہ پانی کی نہر تھی ہمارے نزدیک اگر یہ روایت صحیح ہے تو غالباً اُس کے پانی کے صاف وشفاف ہونے کی وجہ سے اس کو جوئے شیر سے تعبیر کرنا بےجا نہ ہوگا۔

کوہکن فرہاد ایک راستباز صادق الوداد عاشق جاں باز کا نام ہے جس نے اپنے سچے جذبۂ عشق کی وجہ سے اپنے نام کو تمام عالم کے مشہور عشاق کے مجمع میں انتخاب کا شرف حاصل کر کے ارباب سخن کی زبانوں کا ورد بنایا اور اسی کی بے لوث پاک محبت کی بدولت جس کا سلسلہ شیریں کے ساتھ وابستہ تھا خسرو کے تاج حکومت پر شہرت کا طرّہ لگا ورنہ وہ اس درجہ اہل کمال کی نمایش گاہوں کی مجالس کا فانوس خیال بننے کی قابلیت نہ رکھتا تھا جس طرح شیریں عرب کی مشہور دل ستاں محبوبہ لیلیٰ سے مقدم ہے اسی طرح فرہاد اپنے حریف عشق قیس سے پیش رو وہ شاپور ندیم خاص خسرو و مشہور حکیم و مصوّر ایرانی کا ہم مکتب و ہم سبق اور بالخصوص علم ہندسہ و سنگ تراشی میں بے نظیر بیان کیا گیا ہے شاپور اگر قلم صنعت سے صفحۂ قرطاس کو رشک چمن بنا سکتا تھا تو وہ اپنی سحر کاری و حکمت آذری سے پتھروں کو گویا حیوان ناطق کا جامہ پہنا دینے میں کمال رکھتا تھا۔ باختلاف روایت اُس نے شاپور کے مشورے یا محض عشق ازلی شیریں کی مجرّد تحریک پر حصول وصل محبوب کا ذریعہ سمجھ کر خسرو کے دھوکہ سے جو بظاہر اوج وصال کی معراج معلوم ہوتا تھا شیریں پر عاشق ہو جانے کے بعد کوہ بیستون

سے جوئے شیر لانے کی نمایاں کوشش کی کیونکہ جب سے شیریں مداین میں جا گزیں تھی اُس کو شیر تازہ نہ ملنے سے گونہ انتشار رہتا تھا اسی بنا پر ایک ایسی نہر نما نالی کی ضرورت ہوئی کہ وہ شیریں کے حوض باغ سے باہم شیر و شکر ہو کر کوہ بیستون کی چراگاہ کی مویشی کے تازہ دودھ سے شیریں کو شیریں کام بنا سکے شیریں جس سے فطرتاً شوق رکھتی تھی جیسا کہ اُس کے نام سے ظاہر ہے اور اسی کوہکنی کی وجہ سے فرہاد نے کوہکن کا لقب حاصل کیا۔

فرہاد کا کوہ بیستون پر شیریں کو اُس وقت دیکھ کر از خود رفتہ ہونا کہ جب شیریں عشق خسرو کے اثر سے بے سر و پا مسافرانہ وطن سے دُور مداین کی طرف صحرا نوردی کرتی ہوئی اُس پہاڑ پر اتفاق سے گزری تھی یا خسرو سے پوشیدہ شاپور نے بہ نظر ہمدردی شیریں جب کہ فرہاد کو اُس کے پاس اُس کی محلسرا میں اس لئے پہونچا دیا تھا کہ وہ تازہ دودھ کے بہم پہونچانے میں شیریں کا معین و مددگار ہوگا، اختلافی مسئلہ ہے۔ مگر بزم تحقیق کے شمع انجمن اوّل صورت پر روشنی ڈالتے ہیں۔
اکثر اہل تحقیق اس کو چین کے شاہی خاندان سے بیان کرتے ہیں اور اُن کا قول ہے کہ اُس نے فنِ مصوّری اور سنگ تراشی کے شوق میں ریاست و امارت کی کچھ پرواہ نہ کی اور آخر کار اُسی خیال میں ہلاک ہوگیا۔

جوئے شیر کی حقیقت سے اگرچہ بعض مورخین نے انکار کیا ہے اور اُس کی نسبت مختلف تاویلیں بیان کی ہیں لیکن فرہاد کی کوہکنی، جوئے شیر کی دقت دیر لطف

روانی، تیشۂ فرہاد کے جوہر، تصویرِ شیریں کی پتھر پر جلوہ آرائی، فرہاد کے لئے اُس کا محرّک ہونا، پیرزاال کے مکر و فریب سے مرگِ شیریں کی خبر سن کر اُس عاشق ناکام کا تیشہ مار کر خودکشی کرنا اُس کے غم میں شیریں کی نالہ و زاری - یہ سب وسیع میدان شعرائے سخن سنج کے وہ دل کش مناظر ہیں جن میں ہر ایک نے اپنی طبع رسا کے جوہر دکھائے ہیں اور بالخصوص امیر خسروؔ اُس کے مردِ میدان ہیں [1]

آصفی

کام خسرو از لبِ شیریں شورانگیز یافت | کوہ را فرہاد کند و لعل را پرویز یافت

ثابت

نیست کارے با سرِ دستار عاشق تیشہ را | می زند چوں گل بسرِ فرہاد زخمِ تیشہ را

مظہر

دید چوں خوش کاریم در کندنِ جاں کوہکن | از زبانِ تیشہ کرد اقرارِ اُستادی مرا

بابا فغانی

ملامت ہیں کہ ہر سنگے کہ جست از تیشۂ فرہاد | ہوا می گیرد و ہم بر سرِ فرہاد می آرد

دیگر

فرہاد رفت و کوہ ملامت بجا گزاشت | کارے تمام ناشدہ در پیش یا گزاشت

---

[1] امیر خسرو کی تحقیق کے موافق فرہاد ناشاد کا اصلی قاتل ایک زنگی سیہ کار تھا جس نے خسرو پرویز کے حکم کے موافق اپنی مکر و فریب سے فرہاد کو یقین کرادیا تھا کہ شیریں کا انتقال ہوگیا اور اُس نے غلبۂ جوشِ عشق کے اثر سے اپنے آپ کو کوہ بیستوں سے گراکر ہلاک کیا۔ مولانا نظامی کا قول بھی باعتبار نتیجہ اسی کے قریب ہے۔

اجازت داد از چشمِ دغا باز — که باشد غمزه را دستوریِ ناز
بشوخی کرد بازارِ سخن گرم — بگفت اندر میانِ شوخی و شرم
که شیر افگن غزالے بوده ام مست — بسے ناوک زناں را برده از دست
فتاد آہو کشی را سوئے من رائے — بیک تیرِ خدنگم دوخت بر جائے
چناں دانم کزاں پیکانِ شیریں — نخواہد برد شیریں جانِ شیریں
ازیں پیش از فراغِ بختِ دلشاد — دلم آسوده بود و جانم آزاد
جوانی عشق بازی را صلا داد — شکیبم را بتاراجِ بلا داد
چو دل بر دستِ یارم شد گرفتار — کنوں چشمِ من و خاکِ ره[1] یار
گرم گردن بتابد چرخِ کج رو — نتابم گردن از فرمانِ خسرو
نظر سوئے صلاحم بود چنداں — که با من بود رائے ہوشمنداں
خرد را چوں ز من پوشیده شد نام — چه تحسیں بر من از خلق و چه دشنام
چو راضی گشت بر شمشیر جانم — چه باک آید ز شمشیرِ زبانم
مرا با دوست بودن[2] نز گزافست — گرم دشمن بدے گوید معافست
اُمیدِ نامِ نیک از عشق خامیست — چو عشق آمد چه جائے نیک نامیست
بعشق آں کو ز گفت و گوئے ترسد — چه میخوارے بود کز بوئے ترسد
بر آنکس نامِ غواصی بود زرق — که هم دُر جوید و هم ترسد از غرق

---

[1] ن ح ـ در   [2] ن ح ـ نه گزافست

نظامی

چو آگه گشت ازاں اندیشہ فرہاد | نہاد آں حکم را بر دیدہ بنیاد
چناں از بیم درید اندام آں بوم | کہ می شد زیر زخمش سنگ چوں موم
زتیشہ روئے خارا می خراشید | چو بید از سنگ حجری می تراشید
چناں ترتیب کرد از سنگ جوئے | کہ در در زش نمی گنجید موئے

ولہ

مہندس کارِ ئے فرہاد مسکیں | نشانِ جوئے شیر و قصرِ شیریں
اساسِ بیستون و شکلِ شبدیز | نشانِ قصر و آں جوئے دلاویز

ولہ

بہشتی پیکر آمد سوئے آں دشت | بگرد جوئے شیر و حوض می گشت

ولہ

نخست آزرم کرسی را نگہ داشت | بر و تمثالہائے نغز بنگاشت
پس آں گہ از سنانِ تیشۂ تیز | گزارش کرد شکلے شاہ و شبدیز
بہ تیشہ صورتِ شیریں برآں سنگ | چناں برزد کہ مانی نقشِ ارژنگ
شدے نزدیک آں صورت زمانے | وزاں سنگ از گہر جستی نشانے

ولہ

زدی بر پائے آں صورت بسی بوس | برآوردے زعشقش نالہ چوں کوس
کہ اے محرابِ چشمِ نقشبنداں | دوا بخشِ درونِ دردمنداں

غالب

کاوِ کاوِ سخت جانیہائے تنہائی نہ پوچھ صبح کرنا شام کا لانا ہے جوئے شیر کا

ایضاً

کوہکن نقاشِ یک تمثالِ شیریں تھا اسد سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ایضاً

عشق و مزدوریِ عشرت گہِ خسرو کیا خوب ہم کو تسلیم نکونامیِ فرہاد نہیں

ایضاً

دی سادگی سے جان پڑوں کوہکن کی پاؤں ہیہات کیوں نہ ٹوٹ گئے پیرزن کی پاؤں

ایضاً

کرینگے کوہکن کے حوصلے کا امتحاں آخر ہنوز اس خستہ کے نیروئے تن کی آزمائش ہے

ایضاً

کوہکن گرسنہ مزدورِ طرب گاہِ رقیب بیستوں آئینۂ خوابِ گرانِ شیریں

ایضاً

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

ایضاً

پیشے میں عیب نہیں رکھیئے نہ فرہاد کو نام

ہم ہی آشفتہ سروں میں وہ جواں میر بھی تھا



عرفی شیرازی

بنوشس آں مے کہ گر بر صُورتِ شیریں برافشانی
بروں آرد ز قیدِ بیستوں سرمست و رقصانش

سائلۂ ایران

نہ چو فرہاد بود کوہ کنی پیشۂ ما — کوہِ ما سینۂ ما ناخنِ ما تیشۂ ما

بیستون | بعض عجمی مورّخین کی تحقیق کے موافق وہ ایک پہاڑ ہے کرمان شاہاں سے اٹھارہ میل کوہ طاق بستاں سے ملا ہوا۔ اُس کی بلندی ایک ہزار پانسو فیٹ اُس کے دامن میں ایک چشمہ نہایت صاف جاری ہے جو باہر حل کر رود خانہ سے مِل جاتا ہے، اس پہاڑ کو ایسا ہموار و خوش قطع بیان کیا گیا ہے کہ گویا کسی صنّاع و چابک دست کے ہاتھ کا تراشا ہوا ہے اسی پہاڑ کے ایک موقع پر ایک خوب صورت رعنا قد نوجوان ساسانی شاہزادی کی تصویر لباس جواہر نگار سے آراستہ شمشیر بلند ہاتھ میں اور تاج مُرصّع زیب سر اور اُس کے مقابل میں ایک محبوبہ حسینہ عورت کی تصویر نظر آتی ہے۔ خیال کیا گیا ہے کہ یہ دونوں تصویریں غالباً خسرو پرویز اور شیریں کی ہیں اور اُس کے دوسری سمت میں پرویز کے گھوڑے شبدیز کی تصویر ہے۔

دوسرے موقع پر ایک اور مرقع ہے جس میں اکثر پیادہ و سوار فوجی جماعت کی مٹی ہوئی تصویریں پائی جاتی ہیں اور اُن تصویروں پر منحنی خط میں کچھ الفاظ

کندہ ہیں جو پڑھے نہیں جاتے۔ مگر بعض نے قطرزس کا نام بعض جگہ پر پڑھا ہی جو اسکندر رومی کے بعد اُس نواح میں حکمراں تھا۔

اِسی پہاڑ کے دامن میں ایک مرتفع اور وسیع حصّہ زمین پر ایک جلسۂ خاص کا مرقع ہی جس میں اکثر اشخاص محبوس و مقید ہیں اکثر کا لباس مختلف و جُداگانہ وضع کا او بعض سربرہنہ و سراسیمہ حال اور اُن سب کے مقابل ایک بادشاہ تاج برسر و کمان دردست اور کمان پر ٹیک لگائے کھڑا ہی اور بادشاہ کے پیر ایک افتادہ شخص کے سینہ پر ہیں جو الحاح و زاری کر رہا ہی۔ بعض سیّاحوں نے اپنے سفرنامہ میں لکھا ہی کہ وہ تصویر بادشاہ داریوس اوّل کی ہی جس کو دارائے اوّل کہتے ہیں اور بعض محققین اُس کو کلدانی نسل کا حکمراں کہتے ہیں جو لہراسپ کے ورثہ میں تھا اور اُس نے خود یہ مرقع تیار کرایا تھا۔ بعض مورخین متاخرین کا خیال ہی کہ کوہِ بستیون کی تمام صورت نگاری اسی فرہاد ناشاد کوہکن جاں باز کے خامۂ آذری کی سحر کاری کا نمونہ ہی جو ہمارے بزم سخن کا شمع انجمن آرا ہی۔ فافہم۔

شکر بکاف فارسی مخفف و مشدّد محاورات و مصطلحات اہلِ لغت کے موافق مختلف معانی میں مستعمل ہی جس کی تحقیق کا یہ موقع نہیں ہی مگر ہمارے مدّنظر افسانے کی اعتبار پر اصفہان کی ایک جہانِ آرا حسینہ و جمیلہ مہروش شاہزادی کا نام ہی جس پر خسرو نے فریفتگی ظاہر کر کے شیریں کی مخلصانہ حقیقت بین نظر میں اپنے آپ کو بے اعتبار ثابت کیا۔ وہ اپنے محبوبانہ ناز و ادا و دلربایانہ شان و شکوہ میں

اپنے نام کی طرح شیریں کے ہم پایہ تھی اسی لحاظ سے اُس کا ذکر شیریں کے تذکرہ کے ساتھ بہت زیادہ پُر لطف ہی۔ اگرچہ خسرو کچھ زمانہ کے لیئے اُس کی ہمکنار ہی سے شیریں کا کام ہوا مگر جس طرح خسرو نے رشک وحسد کی وجہ سے ایک سچّے اخلاص مند بے گناہ عاشق فرہاد کے خون سے ہمیشہ کے لیئے اپنے نیک نامی کے دفتر کو سیاہ کیا اسی طرح شیریں نے بھی رقیبانہ آتش غیظ و غضب سے مشتعل ہو کر اُس شاخ گل کے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دیا۔ مولٰنا نظامی نے اس روایت کو بہت اختصار سے اور امیر خسرو نے نہایت پر لطف تشریح کے ساتھ بیان کیا ہی۔

مثنوی شیرین و خسرو

جس طرح جواہر خمسہ نظامی کی سلک مسلسل سے یہ مثنوی دوسرا جوہر ہی، اسی طرح پنج گنج خسروی سے اس گنج معانی کو بازار شمار ہیں دوسرا نمبر حاصل ہی۔ مولٰنا نظامی نے اس مثنوی کو ۵۷۱ھ میں اہل نظر کے ہاتو کا دستنبو بنایا اور اُس میں چھ ہزار تین سو چھیاسٹھ ۶۳۶۶ اشعار آبدار کی تجلیات سے ہر صفحہ کتاب کو ورق زر سے زیادہ روشن فرمایا چنانچہ فرماتے ہیں ؎

گزشت از پانصد ہفتاد و یک سال | نزد بر خدّ خوباں کس چنیں خال
شود پیدا اکنوں گر باز دانی | ترا اعداد ایں در معانی
در غلطاں کہ صبح از عقد بگسست | شش ست و شش ہزار و بی صد و شصت

مگر اس وقت مولٰنا نظامی کی اس مثنوی کے جو دو نسخے ہمارے پیش نظر

ہیں ایک مطبوعہ نولکشور پریس لکھنؤ جو در اصل کاتبوں کے قلم نسخ سے اس درجہ مسخ ہو گیا ہی کہ اکثر مقام پر معانی و مطالب کی دقت کے سوا قصہ کا سلسلہ بھی ٹوٹ جاتا ہی اور دوسرا نسخہ قلمی خوش خط عمدہ کاغذ پر قدیم طریقہ کے موافق بہت صاف لکھا ہوا جو نواب صاحب ممدوح کے لطف و عنایت سے امیر خسرو کے شیریں خسرو کے ساتھ ہمارے پاس پہونچا ہی اُن کو جب ہم کوشش کی نظر سے دیکھتے ہیں تو مطبوعہ نسخہ میں اشعار کا شمار (۱۰۱۷) ہی اور دستی لکھے ہوئے نسخہ کی اشعار کی تعداد (۱۰۳۷) نظر آتی ہی دونوں نسخوں میں باہمی تفاوت صرف دو شعر کا ہوتا ہی جو کسی طرح قابل لحاظ نہیں مگر مولٰنا نظامی کے اشعار کا اگر یہی مطلب ہی جو بظاہر الفاظ سے متبادر ہے تو دُور از عقل اختلاف پایا جاتا ہی۔ اور وہ یہ کہ مصنف کے خود بیان کیئے ہوئے اشعار سے (۳۵۷) شعر اور بڑھے جاتے ہیں اور اگر لفظ (سی صد) کے لکھے ہوئے املا کے رسم خط کے موافق جیسا کہ دونوں نسخوں میں یاے تحتانی معروف کے ساتھ تحریر ہی (سی صد) کے معنی تین ہزار کے لیئے جاتے ہیں تو کُل اشعار کی تعداد (۹۰۶۶) ہوتی ہی اور ایسی حالت میں (۹۶۵) اشعار کی کمی ہوگی۔

بہر حال ہم اس وقت اس تحقیقات کو نظر انداز کرتے ہیں کیوں کہ وہ ہمارے اُن فرائض میں داخل نہیں جن کی پابندی ہم پر واجب ہی۔ صرف اس قدر عرض کرنا ضرور ہی کہ اس سوانح کے ساتھ بھی مولانا کا پانچواں شعر در اصل

موتیوں کی ایک لڑی ہی اور صبح کا اپنے عقد سے درِ غلطاں کا جدا کرنا کس قدر بلیغ استعارہ ہی۔

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی اس مثنوی کو مطلع الانوار کے بعد ماہ مبارک رجب ۶۹۸ ہجری میں بزمِ اربابِ کمال کا فانوسِ خیال بنایا اور شیرین و خسرو کے نام سے موسوم کیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں ؎

پس از کلکم چکید آں شربتِ نو ۔۔۔ کہ نامش کرده شد شیرین و خسرو

اس مثنوی میں آپ کے فخریہ ارشاد کے موافق (۴۱۲۴) اشعار کے جواہر درخشاں جلوہ گر ہیں جس کی شہادت حاضر ہی اور اسی سلسلہ میں آپ نے مثنوی کا زمانۂ تصنیف بھی بیان کر دیا ہی ؎

نظامی کآبِ حیواں ریخت از حرف ۔۔۔ ہمہ عمرش در آں سرمایہ شد صرف

چناں در خمسہ داد اندیشہ را داد ۔۔۔ کہ در سبع شد اوش بسبت بنیاد

دلم دیر است کیں سودا ببر داشت ۔۔۔ کہ گل چینم زباغے کو گزر داشت

ولے ترسیدم از گل خندهٔ باغ ۔۔۔ کہ دانم رقص کبک از جستنِ زاغ

تگ تیزی بود یا گاؤ نیلی را ۔۔۔ کشد چوں بوم بلبل را از سیلی

فراغِ دل مرا از صد یکے بود ۔۔۔ ہوس بسیار و فرصت اندکے بود

چو بازارِ تمنّا گرم تر گشت ۔۔۔ دل از اندیشہ بے آزرم تر گشت

میان در بستم و جستم بزاری ۔۔۔ زبازوے توکّل دست یاری

بدین ابجد کہ طفلاں راکند شاد | مثالے جستم از تعلیم اُستاد
گرت شیریں نہ خوانی بار بد ہست | وگر جاں نیست بارے کالبد ہست
گرم فرصت دہد لطف خداوند | کنم حلوائے او را تازہ زیں قند
گشادہ او پنج گنج از گنجۂ خویش | بداں پنج آز مایم پنجۂ خویش
فرو گویم زشیریں ترزبانے | بعرض داستانے داستانے
کہ تا گوید مرا عقلِ گرامی | زہے شایستہ فرزند نظامی
نخستا زپردۂ ایں صبح سورم | نمود از مطلع الانوار نورم
پس از کلکم چکید آں شربتِ نو | کہ نامش کردہ شد شیرین و خسرو
بقارا گر تہی ناید خزینہ | سہ گنج دیگر افشانم زسینہ
در آغازِ رجب شد فرخ ایں فال | زہجرت شش صد و ہشت و نود سال ۶۹۸
وگر پرسی کہ بیتش را عدد چیست | چہار الف و چہار است و صد و بیست ۴۱۲۴

اگرچہ بعض ارباب سیر کے خیال کے موافق امیر خسرو کی یہ مثنوی نایاب ہوگئی اور اس کس مپرسی کے عالم ہیں کہ زمانہ نے ارباب کمال کو مٹا دیا اور وہ اُن کے آثار اور یادگاروں کو فنا کر رہا ہے اُس کے شوق میں مشتاقوں کی نگاہیں رُبع مسکوں کے چاروں سمت کا دورہ کر رہی ہیں مگر پھر بھی ادیب لبیب شفار الملک سخن جناب نواب حاجی محمد اسحاق خاں صاحب ناظم کالج علی گڑھ دام فیضہ کی علم دوستی و ہنر پروری سے جن کو حقیقتًا امیر خسرو کی حیاتِ جاودانی

کے لیئے عالم سخن کا خضر طریق سمجھنا چاہیئے اس وقت میں چار نسخے ہماری آنکھوں کو روشن کر رہے ہیں۔ اُن میں ایک نسخہ پانچوں خزانوں کا مجموعہ جو واقعی دولت خانہ انعامات اسحاقی کا پنج گنج ہی اور ۹۸۴ھ کا لکھا ہوا قدیم شاہانہ طرز کا مطلّا و مذہب ہی اور دوسرا دار الحبیب حبیب گنج کا شروانی جوہر فرد اور تیسرا نسخہ علمی خزانہ آصفیہ کا دُرِ بے بہا جو اوّل سے آخر تک دوسرے نسخہ کی مثل ہی۔ اس کے علاوہ ایک اور مسودہ تھا پہلے اور دوسرے اور تیسرے نسخۂ شفا نے اگرچہ غلطی اور تحریف کے اکثر امراض مزمنہ و اسقام کہنہ کے دُور کرنے میں باوصف اپنی بے حد پیچیدہ نقایص کے ایک طبیب حاذق کا کام دیا ہی مگر پھر بھی اکثر شکایتیں باقی ہیں۔ اشعار کی تعداد کی صحت کی غرض سے ہم نے اپنی کوشش کے سوا اور بعض احباب سے بھی مدد لی مگر پھر بھی پہلے اور چوتھے نسخوں کے اشعار کے نجوم باہم موافقت کے ساتھ (۳۹۴۵) اور تیسرے اور دوسرے نسخہ کے ابیات کے انجم (۴۱۰۹) جلوہ افروز ہوئے مگر ہم نے خود جو نسخہ کمال عرق ریزی سے صحت کے ساتھ مرتب کیا ہی اس میں کل اشعار کا شمار حقیقتاً ۴۱۲۰ ہی۔ بہرحال پھر بھی اہل زمانہ کی دزدی کی دست برد اور اصحاب علم کی بے توجہی کے صدمات سے چار شعروں کی کمی ہو گئی اور اس نقصان مایہ کا صدمہ اُس مُرصّع کار تاجر سے دریافت کرنا چاہیئے جس نے ایک ایک جواہر گراں قدر کی نسبت یہ خیال ظاہر کیا ہو ؎

خراب آں کو زچندیں بیت معمور　　کند بیتے زجائے خویشتن دور

ہم کو اس مثنوی کی صحت و تکمیل میں سب سے زیادہ دشواری اس وجہ سے واقع ہوئی کہ جو دو نسخے مستقل دئیے گئے اُن میں نسخہ جہاں گیری سے جو نسخہ نقل کیا گیا تھا اُس میں اشعار کی بہت کمی تھی اور جا بجا کثرت سے الفاظ غلط تھے دوسرا نسخہ حبیب اگرچہ اشعار کی کمی کا نقصان کم رکھتا تھا لیکن اُس کے صفحات کی ہندسے غلط اور اوراق کی جز بندی کی غلط ہونے کے ساتھ اُس کا رسم خط سراسر غلط پایا گیا مگر بہر حال امکانی کوشش کر کے مذکورہ نقص دور کیا گیا ہے۔ اور تیسرا حیدرآبادی نسخہ بعینہ نسخہ حبیب کی مثل تھا۔

امیر خسرو کے اس مجموعہ پنج گنج فصاحت کے اشعار کی کمی کی خاص وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے کہ مولانا نظامی نے نفس قصّہ شیریں و خسرو کے علاوہ اُس کے متعلق اکثر تاریخی واقعات ایسے نظم کر دئیے ہیں جو غالباً امیر خسرو کی نظر غائر میں قصّہ کی نسبت سے وہ ضروری نہ سمجھے گئے ہونگے اور اس روش پسندیدہ کو آپ نے اپنے پنج گنج میں خصوصیت کے ساتھ مدِّ نظر رکھا ہے کیونکہ عادتاً آپ ہر داستان اور ہر واقعہ کی تحقیق و تنقیح میں اُس کی اِغلاقات اور پیچیدگیوں کے صاف کرنے کی بے حد کوشش کرتے ہیں چنانچہ اس امر خاص کے متعلق اسی مثنوی شیریں و خسرو میں فرماتے ہیں ؎

ورق در پیچم از بسیار گفتن　　کہ در سفتن بہ از بسیار گفتن

نہ خواہم دل کہ بیش اندیش باشد | کہ در بیشی خصومت بیش باشد
چو بازاں شو بہ کم گوئی فسانہ | مگو بسیار چوں گنجشک خانہ
نظامی چوں سخن ناگفتہ نگذاشت | زخوبی گوہری ناسفتہ نگذاشت
دراں گنجے کہ بست از گنجہ بنیاد | دگر گوں کرد گنجور دگر یاد
من از وے چیدہ ام پیرایۂ چند | دریں گنجینہ خواہم کردنش بند

اس مثنوی کے صفات شاعرانہ وخصوصیات سخنورانہ کی نسبت متقدمین ومتأخرین نقادانِ فن کی جو رائے ہے اُس کا خلاصہ امام المورخین صاحب منتخب التواریخ کا یہ قول ہے جو فی الحقیقت قابل قدر ہے جو آپ نے ابوالفیض فیضی کی مثنوی نلدمن کی تعریف میں فرمایا ہے کہ حق تو یہ ہے کہ ایسی مثنوی اس تین سو سال کی مدت میں امیر خسرو علیہ الرحمۃ کی مثنوی شیرین وخسرو کے بعد ہندوستان میں شاید ہی کسی نے تصنیف کی ہو۔ ہمارے نزدیک یہ تحریر امیر خسرو کی مثنوی کی مدح کا پورا مرقع ہے جس کے ضمن میں نلدمن کی ثنا بھی پائی جاتی ہے۔

بعض شاعرانہ خصوصیات واقسام مثنوی کے ساتھ اُس کی معنوی اہمیت

اگرچہ نظم سخن کے اقسام معنوی بے شمار ہیں لیکن اس جگہ صرف اُن خاص خاص قسموں کا ذکر کیا جائیگا جن پر شعرا کے کلام کا کمال منحصر ہے۔

کلام رزمیہ، بزم آرائی، تذکرۂ حسن و عشق، فلسفیانہ شاعری، اخلاقِ نظم، جذبات انسانی کا اظہار، مناظر قدرت کا نظارہ، سوز و گداز کا التزام، متکلمانہ استدلالات، صوفیانہ رنگ، درد و غم رنج و الم، عاشقانہ مناجات اور ہر قسم کی شاعری کے لیئے جن جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ اجمالاً حسب ذیل ہیں اور اُن کا ذکر مقامات مختلفہ پر جداگانہ طور پر بھی کیا گیا ہے۔

جامعیت، ایجاد و اختراعِ استعارات و تشبیہات، صنائع و بدائع، واقعہ نویسی، قوتِ تخیل، سلاست و قوت کلام، فصاحت و بلاغت، جدت اسلوب

اب ہم اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ موجودہ مثنوی تمام اقسام شاعری و محاسن نظم کی جامع ہے۔

کلام رزمیہ میدان جنگ کا خاکہ اور معرکۂ حرب کی تصویر۔ فردوسی اس فن کا مرد میدان ہے اور نظامی نے اپنی نئی نئی شگوفہ کاریوں سے اس کو چمن ہمیشہ بہار بنا دیا۔ امیر خسرو اُس کے گلچیں ہیں اور بہار آرا۔ دیکھو داستان جنگ خسرو و بہرام چوبیں۔

بزم آرائی سامان نغمہ و سرود کا مرقعہ اور رباب و جام کے دور کا نقشہ۔ نظامی خاص طور پر اُس کے صدر آرا سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو نے اُس کو ہر ہفت کر کے اہل نظر کو ششدر بنا دیا ہے۔ دیکھو داستان بنائے مشعر خسرو و شیریں کی بزم آرائی۔

تذکرۂ حسن وعشق | ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی اساس اسی مضمون کے ساتھ وابستہ ہے اور تمام شعرا اسی وادی کے قافلہ سالار ہونے کے ساعی رہے ہیں۔ امیر خسرو خصوصیت کے ساتھ اس میدان کے خضر طریق ہیں۔ کُل مثنوی اس نقد گراں مایہ کا گنجینہ ہے۔

فلسفیانہ شاعری | حکیم ناصر خسرو و سنائی میں سے اس طرز خاص کا ہر ایک امام ہے اور مولٰنا نظامی نے اس فن خاص میں بہت ترقی کی اور بحری سکندر نامہ میں اُس کے اکثر پیچیدہ مسائل کو نہایت خوبی سے حل کیا مگر امیر خسرو بھی جا بجا مراحل مختلفہ میں اُن کے ہمقدم ہیں۔ ملاحظہ ہو مکالمہ و مناظرہ خسرو و حکیم بزرگ امید۔ قابل دید۔

اخلاقی نظم | متأخرین نے اس قسم کو اپنا مطمح نظر بنا کر اُس میں بہت ترقی کی لیکن یہ سب متقدمین کی تقلید کا اثر ہے اس وجہ سے کہ نظامی اُس کے کامل الفن اُستاد مانے گئے ہیں بعدہ امیر خسرو کے جدّت پسند طبیعت نے اپنی نئی نئی گُل کاریوں سے اُس کی پامال سرزمین کو گلزمین بنا دیا ہے۔ اکثر داستا نہائے حسن وعشق کے ضمن میں جب وہ متکلمانہ اور حکیمانہ نتائج بیان کرتے ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی فصیح و بلیغ متکلّم و عالم دنیا کی بے ثباتی، عالم کے انقلابات طرز معاشرت کے آداب، درستی اخلاق وغیرہ وغیرہ مسایل اخلاقی پر تقریر کر رہا ہے۔

جذباتِ انسانی کا اظہار | فردوسی اُس کا حاکم ہے اور نظامی اُس کے زیور کے مرصع کار جوہری اور خسرو اس متاعِ سنجیدہ کے گراں بہا بنانے والے قدر افزا سوداگر۔

مثلاً شیریں جب خسرو کو دروازہ قصر پر چھوڑ کر بامِ ایوان پر چلی جاتی ہے اور خسرو پرویز پر رسائی کا دروازہ بند ہے اُس وقت خسرو پرویز باوصف عشق کی از خود رفتگی کے اپنے حفظ مراتب کے ساتھ جس جس طرح سے اپنے جذبات کو ظاہر کر رہا ہے یا شیریں اُس کے جواب میں اپنی شانِ محبوبی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جس جس ادا سے اپنے دلی خیالات کو ظاہر کر رہی ہے اور وہ بھی مولانا نظامی کے مقابل یہ سب امیر خسرو ہی کا کمالِ شاعری ہے۔

مناظرِ قدرت | شاعری کے مختلف مناظر میں یہ ایک خاص دل کش اور پُر فضا منظر ہے اس پر شعرا نے طرح طرح سے موشگافیاں کی ہیں اِس کے موضوعات خاصہ میں سے باغ و بہار آفتاب و ماہتاب کا طلوع و غروب، صبح و شام کا جلوہ بعض قدرتی اشیاء کا بیان وغیرہ ہیں۔ اس میں نظامی نے جس قدر جدتیں کیں تھیں امیر خسرو نے اُس کی تکمیل کر دی۔ دیکھو مختلف مقامات پر مختلف داستانوں میں مہر و ماہ کا طلوع و غروب اور صبح شام کے جلوے۔

سوز و گداز | ہر شاعری کا لطف اسی پر موقوف ہے۔ جب تک کلام میں سوز و گداز

نہ ہو وہ کچھ وقعت نہیں رکھتا نظامی نے اگرچہ اس مضمون کو عروج کمال پر پہونچا دیا تھا مگر امیر خسرو نے اپنے دم مسیحائی سے دبی ہوئی آتش مردہ کو از سرِ نو بھڑکا دیا۔

مثلاً داستان نمبر ۴۴ میں شیریں اپنا سوز و گداز ظاہر کرتی ہے جس سے اربابِ سماع کے کانوں کے پردے جل اٹھتے ہیں۔ گرم آنسو مژگاں کو جلائے دیتے ہیں یا مثلاً داستان نمبر ۳۲ میں فرہاد کا سوز و گداز وغیرہ۔

متکلمانہ استدلالات

شعرا کا کمال سخن متکلمانہ شاعری پر غور کرنے سے سمجھا جا سکتا ہے۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ امام المتکلّمین سمجھے گئے ہیں۔ امیر خسرو بھی کسی طرح ان سے عموماً پیچھے نہیں ہیں۔ کوئی داستان نہیں جو اس کمال سے خالی ہو۔ خصوصاً ابتدائی داستان میں حمد و نعت قابل دید ہیں۔

صوفیانہ رنگ

حقیقتاً شاہد سخن کے عارض گل رنگ کا غازہ بھی صفت ہے متقدمین شعرا میں اس کا خیال پیدا ہو گیا تھا اور مولانا نظامی نے خصوصیت کی ساتھ اس رنگ کو بہت شوخ کر دیا۔ لیکن امیر خسرو نے اُس کی رنگینی کو ایسا چمکا دیا کہ اہل نظر کی مشتاق نگاہیں اُس کی منتظر رہتی ہیں۔ بالخصوص داستان نمبر ۴ و ۵ ہمارے اس دعوے کے شاہد ہیں۔

درد و غم رنج و الم

شاعری کا دوسرا رُخ یہی مضمون ہے جس سے شاعر کی جامعیت کا اندازہ ہو سکتا ہے امیر خسرو ہر قسم کی تصویر کھینچنے میں بے مثل مصوّر ہیں۔ دیکھو

باہمی مراسلت کی داستانوں میں شیریں وخسرو کی اندوہگیں حالت۔

عاشقانہ دعا و مناجات

مولانا نظامی نے اس خاص گلزمین میں ایسے نونہال لگائے تھے کہ اُس کے مقابل دوسروں کی چمن آرائی دشوار معلوم ہوتی تھی امیر خسرو نے اُس کو اپنا گل گشت بنا کر ثابت کر دیا کہ وہ کسی کی خاص جاگیر نہیں ہے۔

مثنوی کے بعض اقسام شاعری کی ذکر کرنے کے بعد ضرور ہے کہ اجمالاً اُس کی بعض خوبیوں کو بھی بیان کر دیا جائے۔

جامعیت

متکلّم اور کلام دونوں کی صفات میں اس خاص وصف کو شمار کیا جاتا ہے چنانچہ مختلف علوم وفنون واکثر السنہ متنوّعہ کے واقف و ماہر کو عالم و ادیب جامع کہتے ہیں اور امیر خسرو اس خلعتِ فاخرہ کے شرف سے بھی ممتاز ہیں جس کی تفصیل ہو چکی ہے۔ اور جس کلام میں تمام خوبیاں اور اقسام محاسن نظم پائے جائیں وہ کلام جامع ہے جس کی بے مثل مثال موجودہ مثنوی ہے، اور بیان صدر وذیل اس دعوے کے اثبات صدق پر قطعی برہان۔

اختراع استعارات و ایجاد تشبیہات

سب سے پہلے شعرا میں مولانا نظامی نے اس کی ترقی کے میدان میں قدم رکھا اور امیر خسرو نے اُس کی کمی پورا کر کے تکمیل کر دی اس مضمون کو مواقع مختلفہ پر ظاہر کر دیا گیا ہے۔

صنائع و بدائع — ہر کلام نظم و نثر کی علم معانی و بیان کے اعتبار سے اصلی وقعت اس مضمون کی پابندی پر موقوف ہے مگر امیر خسرو اس فن کے متفق علیہ امام الائمہ ہیں اور اعجاز خسروی آپکے اعجاز سخن پر گویا ایک روشن دلیل ہے اِس کے علاوہ موجودہ مثنوی کو بھی اس گنج معنوی سے جس قدر سرمایہ حاصل ہے من وجہ اُس کا تذکرہ ہو چکا اور آئندہ ہوگا۔

واقعہ نویسی — عشق و محبت اور وصل و فراق کی دُنیا میں جو واقعات و معاملات واقع ہوتے ہیں اُن کی واقفیت کے ظاہر کرنے کو واقعہ نویسی یا معاملہ نویسی کہتے ہیں اور کسی خاص طرز ادا سے اُس کا بیان کرنا واقعہ نویسی کا کمال ہے۔

حضرت آزاد بلگرامی کے قول کے موافق امیر خسرو اس کے موجد اور پورا کرنے والے ہیں۔ اور بالخصوص مثنوی کی نظم اس متاع گراں بہا کے لئے گویا بازار مصر۔ شیریں و خسرو کی باہم مراسلت کے متعلق تمام داستانیں اور باربد و نکیسا کی زبان سے دونوں کی واقعات مختلفہ کا بیان قابل لحاظ ہے۔

قوتِ تخیئل — ہر قسم کی شاعری کی رنگینی مضامین کی موشگافی جدّت طرازی کی خوبی استعارات و تشبیہات کی نزاکت وغیرہ شاعر کی اسی قوت پر منحصر ہے۔ مولانا نظامی نے قوت تخیئل سے جس قدر کام لیا تھا وہ گویا اُن کا حصّہ معلوم ہوتا تھا لیکن امیر خسرو نے اپنی قوتِ تخیئل کے اظہار کمال سے ثابت کر دیا کہ دراصل

یہ وہی دولت ہی مبدء فیاض کے غیبی خزانے سے جس قدر حصّہ جس کو مل جائے وہ اُس کا گنجور سمجھا جاتا ہی۔ تمام مثنوی اس نوائے دل کش کا پردۂ راز ہی۔

سلاست و قوتِ کلام | کسی سادہ اور سلیس مضمون کو حسبِ بندش اور پُر شکوہ الفاظ میں ایسی شان و شوکت کے ساتھ بیان کرنا کہ مضمون میں علو پیدا ہو جائے اور سننے والوں کے دلوں پر اُس کا ایک خاص اثر پیدا ہو۔ نظامی نے اِس امر میں جس قدر ترقی کی وہ اُن کے اکثر کلام سے ظاہر ہی۔ مگر امیر خسرو نے با وصف تقلید اُس کو بجائے خود اپنا خاصہ طبعی بنا دیا۔

مثلاً شیریں و خسرو کے باہمی نامہ و پیام میں خودداری و شان و شکوہ کا دونوں کی زبان سے اظہار وغیرہ۔

فصاحت و بلاغت | ہر نظم کا واقعی زیور یہی خاص صفت ہی۔ ہر دور کے شعرا نے پوری قوت کے ساتھ اس میں اپنا کمال دکھایا ہی لیکن امیر خسرو اس بزم میں صدر آرا سمجھے جاتے ہیں۔ مختلف مقاموں پر آپکے اس وصف خاص کو دکھایا گیا ہی۔

جدّتِ اسلوب | داختراع و ایجادِ استعارات و تشبیہات میں عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہی۔ غزل کی شاعری کے ساتھ متقدمین نے اس صفت کو وابستہ

کر دیا تھا مگر امیر خسرو نے اُس کو دربارِ عام میں قبولِ عام کے زیور سے مرصع کر کے مردم دیدۂ عوام و خواص بنا دیا۔ تمام مثنوی اُس کی تجلّیات سے متجلّی ہے اکثر داستانوں میں اُس کی تمام عالم افروز شعاعیں جلوہ آرا نظر آتی ہیں۔ دیکھو داستان نمبر ۱۳ میں شیریں کی بعض صفات ناوک زنی و تیر اندازی وغیرہ کا ذکر یا داستان نمبر ۲۱ کی تمہید میں سوادِ شب کی حجلہ آرائی یا داستان نمبر ۲۴ میں شکر کا تذکرہ۔

مثنوی کے بعض صنائع و بدائع

اگرچہ اس مضمون کو جداگانہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی، اس وجہ سے کہ تمام اربابِ فن جانتے ہیں کہ امیر خسرو اس علم کے امام و مجتہدِ وقت ہیں اور آپ کی کتاب اعجازِ خسروی اس دعوے کی شاہدِ عادل ہے اور بالخصوص بعض صنائع کا ذکر بھی بعض اشعار کے ساتھ کر دیا گیا ہے مگر مختصراً ایک جگہ پر اُس کا تحریر کر دینا اس غرض سے مناسب سمجھا جاتا ہے کہ مثنوی کے پڑھنے سے قبل اہلِ نظر خیال کر سکیں کہ ہر اعتبار سے یہ مثنوی کس قدر وقعت رکھتی ہے۔

استعارہ کسی چیز کو بطور عاریت مانگنا اور اہلِ معنی کی اصطلاح میں وہ مجاز کی ایک خاص قسم ہے کیوں کہ جب کسی لفظ کو کسی جگہ اُس کے اصلی معنی سے نقل کر کے عاریتاً کسی دوسرے معنی میں بعلاقہ تشبیہ استعمال کیا جائے تو یہی دراصل مطلقاً استعارہ ہے۔ مثلاً نرگس و سنبل مستعار منہ کو بجائے چشم و زلف

یا ذکریں اور مستعار لہ کا ذکر نہ ہوا ور اس کے اقسام مختلف ہیں۔

استعارہ بالکنایہ — مستعار لہ کو ذہن میں کوئی شے فرض کر کے صرف اُس کے
استعارہ تخئیلیہ
استعارہ ترشیحیہ — لوازم کا ذکر تخئیل اور مناسبات کا ذکر ترشیح ہے اس صنعت خاص

میں امیر خسرو نے جس قدر ابداع واختراع سے کام لیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے اور آپ کی نظم میں جس جگہ دیکھو ہر جگہ موجود ہے

حمد

خداوندا دلم را چشم بکشائے — بمعراجِ یقینم راہ بنمائے

نعت

کشادہ بندِ نعلینِ فلک مال — ازو در ساقِ عرش انگندہ خلخال

مجازِ مرسل — کسی شے کو اصل معنی سے جدا سمجھ کر تشبیہ کے علاقہ کے سوا کسی اور دوسرے علاقہ کلّیت وجزویت یا علاقہ ظرفیت وسببیّت وغیرہ کے لحاظ سے غیر معنی موضوع لہٗ میں استعمال کرنا جو دراصل استعارہ ہی کے اقسام میں داخل ہے۔ تمام مثنوی اس صفت سے دوسری خوبیوں کے ساتھ پُر ہے۔

حمد

چو گردد نقشِ این دیبا مکمّل — بتعق النّار کن آنرا مسجل

نعت

بنانش خنجرِ من مہ کردہ جو جو — زمیم معجزش نیمہ مہِ نو

تشبیہات

شاہد نظم کے عارض کا غازہ اور عروس سخن کا زیور یہی استعارات و تشبیہات ہیں جن کا وجود قدیم ہے اہلِ عرب اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ کلام ایسی خوبیوں سے آراستہ ہو جب آفتاب اسلام کی شعاعوں نے تمام عالم کو منور کیا سارے علوم و فنون کے چشمے جاری ہو گئے۔ قرآن مجید و احادیث حمید انا افصح العرب والعجم نے سب کے سر نیچے کر دیئے۔ جس قدر صنائع بدائع ایجاد ہوئے یا آیندہ ہونے والے فرض کئے جائیں کلام الٰہی و احادیث رسالت پناہی اُس کے جامع ہیں۔ ایرانیوں نے باوجودے کہ وہ اپنی زبان پر نازاں تھے اسلام ہی کے برکات کے آثار سے خصوصیت کے ساتھ ادبیت میں بہت ترقی کی مگر متقدمین شعرائے فارس جن تشبیہات و استعارات کا استعمال کرتے تھے وہ سادے اور آسان ہوتے تھے۔ زمانہ جس قدر ترقی کرتا گیا ادراکات و احساسات میں نازک خیالی کی لطافت بڑھتی گئی یہاں تک کہ مولٰنا نظامی نے اس میدان کے محدود دائرہ کو اپنی فکر کی آبیاری سے وسعت دے کر چمن ہمیشہ بہار بنا دیا ایک مدّت دراز کے بعد امیر خسرو نے اپنی خداداد جدّت اور قدرتی ذہانت سے ایسے نئے گُل کھلائے اور نو بنو نونہال اگائے کہ اہلِ نظر کی نگاہیں اُن کی جس روش پر جاتی ہیں دامنِ گُل چیں سے زیادہ پُر گُل نظر آتی ہیں۔ آپ نے اِس فن کی تکمیل کے کمال کو انتہا پر پہونچا دیا۔ چنانچہ آپ کی یہ مثنوی ہمارے اس دعوے کے اثبات کے لیئے برہان قطعی ہے جس جگہ نظر کی جائے

نئے جلوے نظر آتے ہیں۔ ہم اس وقت حتی الامکان صرف حمد و نعت وغیرہ کی ہی چند ابتدائی داستانوں پر نظر رکھتے ہیں ورنہ مثنوی کا ہر حصہ اور ہر جزو کلیتاً تمام خوبیوں کے جواہر کا گنجینہ ہی۔

حمد

اُمیدم را بجائے کش عماری | کہ باشد پیش گاہِ رستگاری
برافروز ایں زیارت خانۂ خاک | بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک

نعت

بنامِ احمد اندر سجدہ نہ بام | مگر رحم سجدہ ہست اندراں بام
ملایک خواندہ شمع آسمانش | دخان و نور روشن از زبانش

تنسیق الصفات — ممدوح واحد کے چند صفات کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنعِ او یک گل زباغے | زملکش نہ فلک دو دِ چراغے
رموز آموزِ عقلِ نکتہ پیوند | شناسائی دہ جانِ خرمند

نعت

مسیحا از دم خود رفتہ جائش | خضر از آبِ حیوان شستہ پائش
براہلِ اُقتلوا راندہ غضب را | بلوحِ فاستقم خواندہ ادب را

تضاد | باہم مخالف المعنیٰ الفاظ کا ذکر۔

حمد و دعا

در آسانیم شکر اندیش گرداں بدشواری سپاسم بیش گرداں

نعت

چراغِ روشن از نورِ خدائی جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

تقابل | باہم متقابل المعنیٰ الفاظ کا ذکر جن میں تخالف و تضاد طبعی نہ ہو۔ مثلاً
بندگی و خواجگی۔ زندہ و قرباں وغیرہ۔

حمد

چو ہر زندگی بخشید ہر چیز کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

نعت

دو قرباں یافتہ زو زندگانی دو زندہ گشتہ از وے جاودانی

سیاقۃ الاعداد | بہ ترتیب یا بغیر ترتیب چند اعداد کا ذکر۔

حمد

دو کون از صنع او یک گل ز باغے ز ملکش نہ فلک دو دِ چراغے

نعت

ندارد ہفت مرد و چار زن نام مگر زاں شاہِ ہفت ایوان و نہ نام

تلمیح | کسی قصہ یا خاص واقعہ کی طرف اشارہ۔

حمد

بشکرش ہر کلوخے را زبانی ست | وزاں ہر ذرّہ تسبیح خوانی ست

نعت

ز حکمت نامۂ او حی کلامش | باعلیٰ پایۂ ادنیٰ مقامش

ایہام | ایسے لفظ کا ذکر کرنا جس کے دو معنی ہوں اور کبھی اُس کے بعید معنی مراد ہوں اور قریب معنی کے مناسب اور الفاظ مذکور ہوں اور کبھی اس کا عکس۔ چونکہ یہ صنعت خصوصیت کے ساتھ استعارہ کی خوبی کو دوچند کردیتی ہے اس لیئے تمام اساتذہ عموماً اور خسرو خصوصاً اس صنعت کا استعمال اپنے ہر کلام میں بہت کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ مثنوی بھی اُس کا گنجینہ ہے۔

نعت

نوشتہ از دخاں پُر نور منشور | دخانش نور بل نُور علیٰ نور

رجوع یا ردّ و اضراب | کسی صفت کو بیان کرنے کے بعد اُس کی تردید اس طرح کرنا کہ پہلے مضمون پر اور ترقی ہو جائے۔

معراج

نہ اختر لیک ز اختر پاک جاں تر | نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر

ذو قافیتین | ایک شعر میں دو قافیوں کا ذکر۔

نعت

بموکب دارئیس ناموسِ اکبر | خراماں گشتہ چوں طاؤسِ اخضر

گریز | تشبیب کے بعد اصل مقصود کی طرف عمدہ طریق سے رجوع۔ یہ صنعت اگرچہ قصیدہ کے ساتھ خاص ہے مگر امیر خسروؒ نے مولانا نظامی کی تقلید کو مدِّنظر رکھتے ہوئے اس مثنوی میں بھی بعض مواقع پر اس کا التزام کیا ہے۔

از حمد بہ نعت

اُمیدم را براتے کن حوالت | کہ باشم پیروِ ختمِ رسالت

تجنیسِ تام | ایسے لفظ کا دوبار لانا جو دو معنی رکھتا ہو۔

نعت

نخست از بیتِ اقصیٰ در کشودہ | با قصیٰ قبلۂ دیگر نمودہ

تجنیسِ ناقص | ایسے دو متجانس الفاظ کہ جن کا رسم خط یکساں ہو۔

نعت

براتِ رحمت از غیب انس و جاں را | خطِ آزادیِ آتش جہاں را

تجنیسِ خطی | ایسے دو متجانس الفاظ جن میں صرف حرکات یا نقاط کا فرق ہو

نعت

بخوابِ غفلتم مگزار زیں بیش | مرا خود خوابِ غفلت ہست در پیش

تجنیس زائد بہ اول | ایسے دو متجانس الفاظ کہ ایک میں ابتدائً کوئی حرف زائد ہو۔

نعت

محمد کاصل ہستی شد وجودش
جہاں گردید زشاد روانِ جودش

تجنیس زائد باوسط | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے وسط میں کوئی حرف زائد ہو

نعت

در احمد از احد کامل جمالی ست
چو احمد بے احد شد صفر خالی ست

تجنیس زائد بآخر | ایسے متجانس الفاظ کہ ایک کے آخر میں کچھ زیادتی ہو۔

حمد

جواہر بند ناہید از ثریا
چراغ افروز دُرد رقعر دریا

تجنیس مطرف | ایسے ایک قسم کے چند الفاظ جن کے حروف روی یکساں ہوں۔

نعت

سیاست درکفِ بہرام دادہ
سعادت مشتری را دام دادہ

اشتقاق | ایسے متجانس الفاظ کا ذکر جن کا مادّہ واحد ہو۔

منقبت

بسیرِ طیر ہمّت کردہ درکار
کہ در سیرا دہم در طیر طیّار

ردالعجز علی الصدر | شعرا کے اصطلاح کے موافق، رُکن اوّل مصرعہ اول کو صدر اور رُکن آخر مصرعہ اوّل کو عروض، اور رُکن اوّل مصرعہ دوم کو ابتدا اور

رکن آخر مصرعۂ دوم کو عجز اور ہر دو رکنوں کی درمیانی الفاظ کو حشو کہتے ہیں
پس ردالعجز علی الصدر وہ صنعت ہے کہ شاعر جس لفظ کو آخر بیت میں ذکر
کرے اُسی کو اوّل بیت میں لاوے۔

حمد

رقم کو باز نشناسد قلم را   چہ داند باز نقاشِ رقم را

ردالابتدا علی الصدر | جو لفظ مصرعہ دوم کے ابتدا میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے
شروع میں لایا جاوے۔

نعت

ولایت داری از توقیع درگاہ   ولایت نامۂ اولی مع اللہ

ردالعجز علی العروض | جو لفظ مصرعہ دوم کے آخر میں ہو وہی مصرعہ اوّل کے آخر
میں لایا جائے۔

نعت

ہمیں او را بگویم سایہ یار است   دگر ہر کس کہ بینی سایہ دار است

ردالحشو علی الصدر | جو لفظ درمیان مصرعہ ہو وہ ابتداء مصرعہ اوّل میں لایا جائے۔

مناجات

بخوابِ غفلتم مگزار زیں بیش   مرا خود خوابِ غفلت ہست در پیش

ردالحشو علی الحشو | ایک لفظ ہر مصرعہ کے درمیان لانا۔

مناجات

چراغم راچو خود بخشیدهٔ نور　　مکن بخشیدهٔ خود را زمن دور

ردالابتدا علی الحشو الاول | جو لفظ مصرعہ دوم کے اوّل ہووے وہی لفظ مصرعہ اوّل کے درمیان آوے۔

نعت

نوشته از دخاں پُر نور منشور　　دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور

مراعات النظیر | باہم متناسب الفاظ کا ذکر۔ مثلاً چراغ، روشن، نور، ظلمت وغیرہ موجودہ مثنوی اس صنعت کا گویا مرقعہ ہے۔

نعت

چراغِ روشن از نورِ خدائی　　جہاں را داده از ظلمت رہائی

حسن التعلیل | کسی دعوے فرضی یا واقعی کے اثبات پر ایسے برہان قایم کرنا کہ بہ اعتبار واقع وہ دلیل نہ ہو مگر تمثیلاً بحثیت برہان دعوے کو ثابت کر دے مثلاً نبیِ کریم کے اتحاد ذاتی پر حضور کے نام کی صوری ترکیب کو برہانِ قطعی بنانا۔ یہ صنعت بھی اس مثنوی کا جزو لازمی ہے نعت

بدانساں گشته در وحدت یگانہ　　کہ ناگنجید خود ہم در میانہ

در احمد از احد کامل جمالی ست　　چو احمد بے احد شد صفر خالی ست

مذہب الکلامی — کلام کا اکثر حصہ جو دلائل و براہین پر مبنی ہو۔ امیر خسرو کا اکثر حصہ کلام اس صنعت کے محیط کا مرکز ہے۔

نعت

دل خصماں گواہ صدق دلیلش — گواہی دادہ سنگ از معجزاتش

لف و نشر مرتب، لف و نشر غیر مرتب — اوّل مصرعہ یا فقرہ میں چند اشیاء کا ذکر کرنے کے بعد دوسرے مصرعہ یا فقرہ میں اور ایسے چند اشیاء کا ذکر کرنا کہ بہ ترتیب یا بغیر ترتیب باہم کر کسی قسم کے تعلق رکھتے ہوں۔

حمد

نہ دانا زو خبر دارد نہ آوباش — کہ حرباں نیز کورآمد چو خفاش

نہ در ما گنجد اسرار الٰہی — نہ دریا گنجد اندر گوش ماہی

مُبالغہ، تبلیغ، غُلو، اغراق — مطلق کسی کام میں حد سے زیادہ کوشش۔ اور اُس کی تین قسمیں ہیں اگر صفات محمودہ یا مذمومہ میں ایسی زیادتی کی جائے کہ بظاہر مستبعد یا محال معلوم ہو عقلاً ممکن ہو تو مبالغہ تبلیغ ہے اور اگر بہ اعتبار عقل ممکن اور بہ اعتبار عادت غیر ممکن ہو تو مُبالغہ (غلو) ہے اور اگر عقلاً و عادتاً ہر طرح غیر ممکن ہو تو مبالغہ اغراق ہے چونکہ ایشیائی شاعری کے قصر رفیع کی بنیاد اسی صفتِ مبالغہ پر قایم کی گئی تھی اس لئے ہر طبقہ کے شعرا ہر دور اور ہر زمانہ میں اس شاہد رعنا کی غازہ طرازی میں ہمیشہ ترقی کرتے رہے۔

اسی بناء پر امیر خسرو نے اُس کو سب سے زیادہ اوجِ کمال پر پہونچا دیا ہے۔ چنانچہ موجودہ مثنوی میں بھی اُس کی تجلّیات کی ہر جگہ جلوہ افروزی ہے۔

اول مدح شیخ

بسقفش کردہ جبریل آشیانہ　　فلک در صحنِ او گنجشکِ خانہ

دوم مدح سلطان

ستارہ را یتش را خفتہ در زیر　　فلک با حملۂ او کُند شمشیر

سوم مدح سلطان

فلک را گرد محش ہفت جا جرح　　جہت را دادہ میدانش و شش طرح

سجع موازنہ | ایسے چند الفاظ کا ذکر جو وزن میں اکثر موافق ہوں۔

معراج

گریبانِ جہت را پارہ کردہ　　جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

التفات | کسی ممدوح کی مدح کے وقت کبھی ضمیر غائب اور کبھی ضمیر حاضر سے اُس کو یاد کرنا۔ اگرچہ اس صنعت کو قصائد کے ساتھ مخصوص سمجھا گیا ہے مگر مثنوی میں بھی اس کا التزام موجود ہے۔ اوّل مناجات و دوم توحید و سوم پھر مناجات کا سلسلہ اُس کا شاہد ہے۔

مُعمّا | کسی خاص خوبی کے ساتھ بقاعدۂ ریاضی وغیرہ کسی شعر سے کوئی نام پیدا کرنا، امیر خسرو نے اس فن میں بھی اپنی جدّت طرازی کو اوجِ کمال پر

پہونچا دیا ہے جس کا ذکر پہلے بھی کیا گیا ہے۔ اس مثنوی میں بھی آپ نے ایک موقع پر اپنے فکرِ بلند پرواز کے جوہر دکھائے ہیں جس کا اجمالاً صرف نشان بتا دینا کافی ہے تاکہ حمد و نعت کا سلسلہ باقی رہے اور خلاف ذکر صنائع الٰہیہ و محاسن رسالت پناہیہ دوسرا ترانہ زبان پر نہ آئے۔

وصل الحرفین — ایسے الفاظ لانا جو زیادہ تر مل کر لکھے جاتے ہیں۔

نعت

ریاحین بخشِ باغِ صبح گاہی   کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

نتائج کے اعتبار سے مثنوی کی روحانی عظمت

انگریزی تحقیق کے موافق تمام اقسام کے قصّے اور افسانے دو قسم پر منقسم ہیں ناول، ڈراما اور ان میں باہم فرق یہ ہے کہ کسی واقعہ حُسن و عشق کو صرف زبان سے نثر میں بیان کرنا ناول ہے اور اس کو عملی صورت میں مختلف طریقوں سے دل چسپ بنانے کے لیئے نظم میں دکھانا ڈراما اور پھر اس کی دو قسمیں ہیں (کامیڈی) اور (ٹریجڈی) ڈراما کو سب سے پہلے تو یونانیوں نے اختیار کیا مگر اہلِ یونان کی عورتیں ایسے تماشاؤں میں شریک نہیں ہوتی تھیں۔ حضرت عیسےٰ سے صدہا سال قبل اہل ہند نے اس تماشہ کو دل کش بنانے کے لیئے

پردے ایجاد کئے اور اُن کی عورتوں نے اپنے گانے بجانے اور خوشنما نقلوں سے اُس کو ہوش رُبا بنا دیا چنانچہ والمیک نے بیان کیا ہے کہ اجودھیا میں چار ہزار (نٹنی) عورتیں موجود تھیں۔ بعدہٗ یونان سے روم میں اور روم سے باقی یورپ میں اُس کا رواج ہوا اور ناچنے گانے میں ایسی ترقی ہوئی کہ جو اسٹیج ڈراما کے لئے بنائے گئے وہ اس قدر وسیع ہوتے تھے کہ دو دو لاکھ آدمی اُن میں بہ آسانی آجاتے تھے۔ پھر اہلِ جرمن و فرانس وغیرہ نے اُس میں ترقی کی چونکہ اسلام اخلاقی و مذہبی اعتبار سے اُس کا مخالف تھا عرب و ایران وغیرہ ممالک میں اُس کا رواج اُس حد تک نہیں ہوا کہ جیسا دوسرے ملکوں میں عملاً تھا۔ بالجملہ شیکسپیر نے کچھ ترمیم کے ساتھ ڈراما کو ایسی ترقی دی کہ آج زمانہ اُس کا فریفتہ ہے مگر وہ (ٹریجڈی) قصّوں کو جس کا ترجمہ (غم انجام) ہے بمقابل (کامیڈی) افسانوں کے زیادہ پسند کرتا ہے جس کے معنی (مسرت انجام) ہیں۔

اب ہم اپنی پیش نظر مقصود بالذات مثنوی کو پیش کر کے یہ امر ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ فی الواقع یہ قصہ بھی کس قدر دل چسپ (ٹریجڈی) ڈراما ہے اور کس مرتبہ کا دل کش افسانہ اور امیر خسرو نے (ٹریجڈی) ڈراماؤں کی ضروریات[1]

---

[1] ڈراما کے وہ بعض ضروری خصوصیات جن کی پابندی نے شیکسپیر کے سب سے بہترین ٹریجڈی ڈراما (Mecbeth) (میکبتھ) کو قبول عام اور شہرت دوام کے فلک الافلاک کا مہر عالم تاب بنا دیا ہے حسب ذیل ہیں۔
انسانی زندگی کے اہم اور خطرناک حالات سے بحث۔ روحانی جذبات پر خاص قسم کا اثر، معانی کی قدرتی آمد۔ گہرے اور سنجیدہ سبقوں کی تعلیم، انسانی ہمدردی۔ کبھی غیر معمولی اور خلاف فطرت واقعات کا ذکر۔ اور کبھی سنجیدہ ظرافت و تمسخر، خیالات کا علو، مضامین کا تسلسل، شاعرانہ نازک خیالی، کسی خاص زمانہ کے خاص خاص اشخاص کے واقعات کا خوبی کے ساتھ بیان، خوف ناک اور دردانگیز واقعات کا پُر اثر الفاظ میں تذکرہ اور موجودہ مثنوی امیر خسرو اور تمام خوبیوں کے ساتھ ان کو صفات کی جامع ہے۔

کو ایسا پورا کیا ہو کہ (شیکسپیر) کے ایجاد و اختراع بہ نظر تحقیق گویا اُنھیں خوبیوں کا
ایک پردہ ہیں اور اگر اُس کو عملی ڈراما بنایا جائے تو وہ بھی کسی طرح (شیکسپیر) کے
منتخب اور مشہور ڈراما سے کم حیرت افزا ثابت نہ ہوگا اُس کی ترتیب کا پورا لطف
اُس وقت حاصل ہو سکتا ہو کہ اُس کی مختصر خلاصہ کو بہ نظر غور دیکھا جائے اور
(شیکسپیر) کے کسی پسندیدہ (ٹریجڈی ڈراما) سے اُس کا مقابلہ کیا جای باایں ہمہ
امیر خسرو کی سخن طرازی کا اعجاز یہ ہو کہ آپنے ایک (ٹریجڈی) ڈراما کو اپنی جدت
پسند طبیعت کی بُرز ورقوت کے اثر سے ایسا اخلاقی پندنامہ اور ادبی گنجینہ بنا دیا
ہو کہ اوّل سے آخر تک ہر داستان کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، زمانہ کا
انقلاب، حکیمانہ نصائح، صوفیانہ مواعظ، متکلمانہ مباحث، شراب کے نقایص
ہوا و ہوس کی تنقیص، حکمرانی کے اُصول، معاشرت کے قواعد، منہیات سے
اجتناب، عدل و داد کے فضایل، جور و جفا کے قبائح، عبادت الٰہی کی تاکید
اسلام کی خوبیاں، مذہب کی ضرورت وغیرہ وغیرہ جلوہ آرا ہیں۔

اجمالی طور پر قصہ کا اختصار

شاہزادہ ساسانی خسرو پرویز بن ہرمزد بن نوشیرواں اپنے باپ ہرمزد
کے قتل کے بعد تخت نشیں ہوتا ہی اور سب سے اوّل اپنے باپ کے سپہ سالار بہرام
چوبیں پر حملہ کرتا ہو جو شہر مداین پر حکمراں تھا آخر کار غلبۂ خصم کی وجہ سے اُس کو

شہر مداین چھوڑنا پڑتا ہے۔ اُس کا ندیم و رفیق شاپور سفر میں بھی اُس کا ہمرکاب ہے، وہ اُس کی تفریح طبع کی غرض سے سفر کے مختلف واقعات و عجائبات سنانے کے ضمن میں شیریں کی تصویر بھی خسرو کو دکھا دیتا ہے۔ جو ارمن کی ملکہ مہیں بانو کی عصمت شعار بھتیجی تھی۔ خسرو یکایک از خود رفتہ ہو کر شاپور سے تدبیر وصل دریافت کرتا ہے اور اُس کے مشورہ کے موافق بحیلۂ شکار ارمن کی طرف قصد سفر کرتا ہے۔ حُسنِ اتفاق شیریں بھی اُسی شکارگاہ میں جلوہ آرا ہے جہاں خسرو کا قیام ہے۔ شیریں اپنی ایک گلبدن کنیز کو سفیر بنا کر استفسار حال کرتی ہے۔ شاپور حُسن تدبیر سے جواب کو خود شیریں کے دریافت کرنے پر موقوف رکھتا ہے اور شیریں کے طلب پر شاپور حاضر دربار ہوتا ہے اور بعد اصرار خسرو پرویز کا نسب نامہ سُنا کر شیریں کو اُس کا غائبانہ مشتاق بنا دیتا ہے۔ شیریں اپنے جذبِ شوق کی بے اختیاری سے مجبور ہو کر بزم خسرو میں پہونچ جاتی ہے خسرو اظہار تمنّائے ملاقات کے ساتھ اپنے قصد سفر سے شیریں کو مضطرب الحال بنا دیتا ہے اور افسوں گری کی تاثیر سے واقف ہو جانے پر لطف تقریر سے اُس کو اطمینان دلاتا ہے کہ ایسا ارادہ محض بطریق امتحان تھا شیریں کے اصرار پر خسرو پرویز اُس کا مہمان ہوتا ہے اور ملکہ مہیں بانو اُس کے آنے پر شاہانہ طور پر سامانِ ضیافت بہم پہونچانے میں مبالغہ کرتی ہے۔ بزم نشاط گرم ہے، شراب کے دَور چل رہے ہیں۔ خسرو جوش نشہ و سرور سے مست ہو کر اظہار تمنا پر مجبور ہے مگر شیریں اپنی سچّی عصمت شعاری سے ہر موقع پر اپنے آپ کو

محفوظ رکھنے میں کامیاب ہی۔ کچھ مدّت کے بعد خسرو شیریں سے اجازت لے کر قیصر روم کی خدمت میں حاضر ہوتا ہی شیریں کے پیش کیئے ہوئے دونوں صبا رفتار گھوڑے شبدیز و گلگوں اُس کے ہمراہ ہیں۔ قیصر اپنا تاج و تخت اُس کو دے کر اپنی مہ پارہ لڑکی مریم سے اُس کا عقد کر دیتا ہی اور بے شمار خزاین و افواج سے اُس کا معین و مددگار ہو جاتا ہی اور خسرو اپنی مخالف قدیم بہرام چوبین پر دوبارہ بمقام مداین سخت حملہ کرتا ہی جنگِ شدید کے بعد بہرام شکست کھا کر بھاگ جاتا ہی اور خسرو اُس وقت اطمینان کے ساتھ حکمراں ہو جاتا ہی اور طالع کی یاوری سے قیصر روم کے بہت سے خزانے گھر بیٹھے خسرو پرویز کے ہاتھ آجاتے ہیں، اور خسرو آزادی سے زر بخشی اور بزم آرائی میں مشغول ہی۔ ایک مدّت کے بعد مریم ملکہ جہاں رشکِ شیریں سے گھُٹ گھُٹ کر جان دیدیتی ہی اور خسرو اُس کے غم و الم فراق کا حیلہ کر کے شیریں کے خیال میں پھر سفر کرتا ہی، اور شیریں سے مل کر بزم نشاط گرم کرتا ہی۔ خسرو ہر چند شیریں کے ساتھ ہمکناری کا قصد کرتا ہی مگر وہ ہر حالت میں اپنی عفت و عصمت کی پاسبان ہی۔ خسرو نے ایک اور حیلہ پیدا کیا ہی کہ تمام ماہرو کنیزوں کا عقد اُن کے خواستگار مہ جبیں غلاموں کے ساتھ ہو جاوے اور پھر بھی وہ اپنے حصول مقصود میں کامیاب نہیں اور شیریں ابھی تک اُس سے دُور ہی۔ شاپور خسرو کی حالتِ تباہ دیکھ کر طرح طرح سے اُس کو شیریں کی طرف سے دِلربتی کے خیال پر آمادہ کرتا ہی مگر اُس پر کچھ اثر

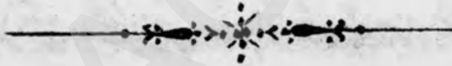
نہیں ہے۔ آخرکار شکر ملکہ اصفہان کی حُسن جہاں گیر کی ثنا و صفت سُنا کر وہ خسرو کو شکر کا دلدادہ بنا کر سفر اصفہان پر تیار کر دیتا ہے۔ خسرو اپنی طبعی عیش پرستی سے مجبور ہو کر اصفہان پہونچتا ہے اور شکر سے اُس کا عقد ہو جاتا ہے۔

جب شیریں کو یہ واقعہ معلوم ہوتا ہے وہ آتشِ رشک سے سوختہ جگر ہو جاتی ہے اور شب و روز گریہ و زاری کے ساتھ مناجات میں مشغول ہے اور کبھی کبھی سیر و شکار سے دل بہلاتی ہے۔ ایک روز کوہ بیستون پر اُس کا گزر ہوتا ہے اور فرہاد کوہکن کو دیکھ کر اُس سے ہم کلام ہوتی ہے وہ نظر اول میں اُس کا دلدادہ ہو جاتا ہے۔ شیریں اُس سے جوئے شیر کھودنے کی فرمایش کرتی ہے کہ جس سے تازہ دودھ بہم پہونچنے میں آسانی ہو وہ بہ عوض وعدۂ دیدار اس کام پر آمادہ ہو جاتا ہے اور اپنی کوشش میں کامیابی کا اُمیدوار ہے مگر آتشِ عشق نے اُس کا کام تمام کر دیا ہے۔

جب خسرو پرویز اس خبر جاں کاہ کو سنتا ہے رشکِ رقابت سے جل جاتا ہے اور طرح طرح سے اپنے حصول مقصود کے لئے چارہ جو ہے شاپور اُس کا ندیم خاص خسرو پرویز کو شیریں کے نام خط لکھنے پر آمادہ کر دیتا ہے۔ باہمی خط و کتابت کے بعد خسرو اصفہان سے چل دیتا ہے اور ایک خواب دیکھتا ہے جس کی تعبیر حصولِ مدّعا ہے۔ بعدہٗ خسرو تبدیل لباس کے ساتھ فرہاد کے پاس پہونچتا ہے اور اُس سے بطور تجاہل مناظرہ کرتا ہے۔ خسرو کی تمام کوشش یہ ہے کہ فرہاد خیال شیریں سے

باز رہے ہے مگر اُس کا جوش و خروش دونا ہوتا جاتا ہے۔ خسرو مجبور ہو کر ایک زنگی سیہ کار کو مامور کرتا ہے اور وہ کوہ بیستون پر پہونچکر شیریں کے مرجانے کی غلط خبر سنا کر فرہاد کو یقین دلا دیتا ہے کہ شیریں مرگئی یہاں تک کہ وہ اسی صدمۂ فراق کے باعث پہاڑ سے گر گر اپنے آپ کو ہلاک کر دیتا ہے۔ شیریں اس دل خراش خبر کو سن کر بے اختیار ہو جاتی ہے اور گریہ و بکا و آہ و زاری کے بعد مراسم تعزیت بجا لاتی ہے اور شاہانہ طور پر اُس کی تجہیز و تکفین کر کے اُس کو دفن کر دیتی ہے۔ مگر اُس کو کسی طرح صبر نہیں آتا وہ اُس کے عوض ایک دلّالہ پیرزن بد خصال کو مقرر کرتی ہے کہ اُس کی حریف شکر ملکۂ اصفہان کا کام تمام کرے۔ وہ اصفہان پہونچکر اپنے مکر و فریب سے اُس کے محل میں داخل ہو جاتی ہے اور اُس کی منہ بولی ماں بن کر فرصت کے وقت اُس کو زہر سے ہلاک کر دیتی ہے اور محل شیریں میں واپس آ کر اپنی اس ظالمانہ کارروائی کی داد چاہتی ہے۔ شیریں خسرو کی طرح اپنی اس بے گناہ کشی پر نادم ہے۔ خسرو اس خبر کو سن کر سمجھ لیتا ہے کہ فی الواقع میرے اُس گناہ کا عوض یہی ہونا چاہیئے تھا۔ اب خسرو قصر شیریں پر حاضر ہے۔ مگر شیریں دروازہ بند کر کے محل کی چھت پر چلی گئی ہے اور وہیں سے فیمابین مکالمہ ہو رہا ہے۔ بہت سے سوالات و جوابات کے بعد شیریں اپنے دلدادہ خسرو کو محل میں بلا لیتی ہے اور پھر بزم نشاط گرم ہوتی ہے اور باربد خسرو کی طرف سے اور نکیسا شیریں کا ہم زبان بن کر غزل سرائی سے بزم آرا ہیں۔ بالجملہ منگنی

کے مراسم ادا ہونے کے بعد خسرو و شیریں کا باہم عقد ہو جاتا ہے اور وہ دونوں مغموم و مہجور عیش و عشرت کے ساتھ اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ بایں ہمہ خسرو حکما کے ساتھ بزم آرا ہے اور اُن کی حکیمانہ پند و نصایح و فلسفیانہ مسائل حکمیہ کے بیان سے ہر دم مستفید ہوتا ہے۔ آخر میں اراکین سلطنت کے اغوا سے اُس کا بیٹا شیرویہ اُس کو قتل کرا دیتا ہے اور خود تخت نشیں بن جاتا ہے۔ شیریں اس ماجرائے جاں گزا سے واقف ہو کر خسرو کے بالیں پر آتی ہے اور خنجر سے اپنے آپ کو ہلاک کر کے اُس کے ساتھ ہم کنار ہو جاتی ہے۔ دونوں ایک ہی لحد میں دفن کر دیئے جاتے ہیں اور ہمیشہ کے لیئے دُنیا میں اپنا افسانہ چھوڑ جاتے ہیں۔



(حصّۂ سوم) موازنۂ زبان اساتذہ

(۱۳۳۶ھ)

الٰہی نقشِ اسمِ ذاتِ خود گرداں بیانم را
بہ قطعِ ماسوا مقراضِ لا گرداں زبانم را

اب اصل کتاب کے مضامین کو سلسلہ کی پابندی کے ساتھ شروع کرنے کا خیال کیا جاتا ہے۔ بعض بعض اشعار کے بعض بعض صنائع و بدائع لفظی و معنوی کو ہر شعر کے مقابل بطریق اشارات بنظر اختصار تحریر کر دیا جائے گا اور بعض ضروری خصوصیات فی الجملہ مشرح لکھے جائیں گے۔ لغات و محاورات و مصطلحات خسروی کو اصل مثنوی شیریں و خسرو میں حواشی کے طور پر جابجا بیان کر دیا گیا ہے اس جگہ صرف جستہ جستہ بعض مشکل اشعار کے معانی کو چند ابتدائی داستانوں میں ظاہر کر کے آیندہ بخیال اطناب کتاب محض خلاصہ ما فی الباب پر ہی اکتفا کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔ مختلف نسخوں کے اختلافات کو بھی اُسی اصل کتاب میں ظاہر کر دیا ہے جس کو بغرض طبع مکمل کیا گیا ہے۔ چوں کہ بعض ابتدائی داستانوں میں مولانا نظامی گنجوی رحمتہ اللہ علیہ کے کلام سے مقابلہ کرتے ہوئے اور بعض اساتذۂ کرام کا بھی ذکر آگیا ہے بناءً علیٰ ہذا مناسب ہے کہ پہلے امیر خسرو کا خلاصہ

گنج معانی بازار تنقید سخن میں پیش کیا جائے اور بعدہٗ حضرت مولانا نظامی کے جواہر زواہر معنوی اپنے جلوہ جہاں افروز سے مشتاقوں کی نگاہوں کا کحل الجواہر بنیں اور سب سے آخر میں کہیں کہیں دوسرے بعض صرافانِ فن کے سرمایۂ فکر رسا کا انتخاب بھی بطریقِ مشتے نمونہ از خروارے حاضر کیا جائے۔ واللہ المستعانُ وھو المعین

عروسِ دعا بہ حجلۂ حمدِ کبریا

امیر خسرو	مولانا نظامی
(فلسفۂ تصوف) خداوندا دلم را چشم بکشائے	خداوندا درِ توفیق بکشائے
بمعراجِ یقینم راہ بنمائے	نظامی را رہِ توفیق بنمائے
(صوفیانہ التجا) برحمت باز کن گنجینۂ جود	دلے دہ کو یقینیت را بشاید
درونم خواں بشادروانِ مقصود	زبانے کافرینت را سراید
(نفی ثنائے ماسوا) دلے بخش از ثنائے خویش معمور	مدہ ناخوب را در خاطرم راہ
زبانے زافرینِ دیگراں دور	بدار از ناپسندم دست کوتاہ
(تضاد و تقابل نہایت بیکس) در آسانیم شکر اندیش گرداں	درونم را بنورِ خود بیفروز
بدشواری سپاسم بیش گرداں	زبانم را ثنائے خود درآموز
(عارفانہ عاجزانہ خیال) اُمیدم را بجائے کش عماری	بداؤدی دلم را تازہ گرداں
کہ باشد پیشگاہِ رستگاری	زبورم را بلند آوازہ گرداں

(حتمہ

خسرو کا پہلا شعر نظامی کے شعر اول کا اور شعر سوم شعر چہارم کا جواب ہے مضمون حقیقتاً یکساں ہے مگر طرز بیان اور حسن زبان جداگانہ - بااین ہمہ نقل کو بذاتہٖ ایک مستقل جداگانہ اصل بنا دینا امیر خسرو کے خصوصیات میں سے ہے۔ شعر چہارم میں مراتب شکر کی التجا کو جس مرتبۂ کمال پر پہنچایا ہے اُس کی اہمیت کو اہل معانی جانتے ہیں کیونکہ انسان راحت و آسانی کے وقت جس طرح شکر الٰہی سے غافل ہو جاتا ہے اُس سے زیادہ دشواری و مصائب میں اُس پر غفلت طاری ہوتی ہے - پہلے شعر کے دوسرے مصرعہ میں اصل مضمون سے بہت ترقی کی ہے - مگر مولانا نظامی کا مطلع کتاب کی خصوصیت کے ساتھ ایسا لاجواب ہے کہ اکثر اساتذہ نے اُس کے مقابل طبع آزمائی کی ہے، مگر وہ فصاحت و سادگی کی ضمن میں بلاغت نما پہلو ایسا نہ پیدا کر سکے جو مولانا نظامی کے اس مطلع میں موجود ہے - اگر بقدر ضرورت تمام خوبیوں کو پورا کرتے ہوئے قابل لحاظ ہے تو امیر خسرو ہی کا یہ مطلع ہے جو اس مثنوی کا سرنامہ ہے - مولانا نظامی کے مطلع کے دوسرے مصرع میں ایک دقیق تلمیح قول مشہور رب ارنی حقائق الاشیاءٗ کے ساتھ جو مضمر ہے اُس نے شعر کو گنجینۂ جواہر عرفاں بنا دیا ہے -

امیر خسرو

(تضاد و تقابل) چو خود بر داشتی اول زخاکم	مدہ آخر بطوفانِ ہلاکم
(زور در علم کلام) بعفوم شوئے تا پاکی پزیرم	بخونشیم زندہ گرداں تا نہ میرم
(معنی و بیان) نہ دل پژمردہ دارم نہانی	تو بخشی مردگاں را زندگانی

(استعارہ عجیب) برافروز ایں زیارت خانۂ خاک | بعقلِ روشن و اندیشۂ پاک
(تجنیس خطی) بخوابِ غفلتم مگزار ازیں بیش | مرا خود خواب دیگر ہست درپیش
(ایہام) خیالے راکہ می بندم دریں درج | بغفلت زندگانی می کنم خرج
(حسن التعلیل) زبہر گرمیِ ہنگامۂ خویش | سوادے می کنم در نامۂ خویش
(تناسب لفظی و معنوی) چو گردد نقشِ ایں دیبا تکمل | بعتق النار کن آں را مسجّل

مولانا نظامی

عروسے راکہ پروردم بجانش | مبارک روے گرداں در جہانش
سوادش دیدہ را پر نور دارد | دماغش مغز را معمور دارد
معانی را بدودہ سربلندی | سعادت را بادکن نقشبندی

بیان کی سلاست اور زبان کی فصاحت صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے علاوہ امیر خسرو کی ہر شعر سے ظاہر ہے۔ بالخصوص شعر دوم و سوم میں مناجات و التجا کے ساتھ اثبات دعوے پر جس طرز خاص سے استدلال کیا ہے اُس سے آپ کے علم کلام کی پر زور قوّت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ کالبد عنصری کو زیارت خانۂ خاک قرار دے کر عقلِ روشن اور اندیشۂ پاک سے اُس کے منور کرنے کی درخواست کس درجہ لطیف استعارہ کے ساتھ قابل قدر تمنا ہے۔

امیر خسرو نے اپنی فطرتی جدّت اور قدرتی ذہانت سے اپنی اس مثنوی میں اس موقع پر اپنے کلام کے متعلق مناجات کے ضمن میں جن الفاظ سے اور

جو دعا کی ہی وہ اکثر شعرا کے خلاف سراپا اصلی اور واقعی مناجات ہی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ جب میرے اس دیباچے سخن کی تصویر درجہ کمال کا شرف حاصل کرلے اُس وقت اُس کو عتق النار کی مہر سے آراستہ کردینا تاکہ وہ تیری رحمت عامّہ سے میرے لئے آتش دوزخ سے آزادی کا فرمان بن جائے۔

توحید باری عزّ اسمہ

امیر خسرو	مولانا نظامی
بنامِ آں کہ جاں را زندگی داد	بنام آں کہ ہستی نام ازو یافت
خلائق را بجاں پایندگی داد	فلک جنبش زمیں آرام ازو یافت
خداوندے کہ حکمت بخش خاک ست	خدائے کافرینش در سجودش
کمینہ بخشش او جان پاک ست	گواہِ مطلق آمد بر وجودش
دو کون از صنع او یک گل زباغے	تعالی اللہ یکے بے مثل و مانند
زملکش نہ فلک دودِ چراغے	کہ خوانندش خداوندان خداوند
رموز آموزِ عقل نکتہ پیوند	فلک برپائے دارد انجم افروز
ثنا سائی دہِ عقلِ خردمند	خرد را بے میانجی حکمت آموز
بصارت بخش چشم پیش بنیاں	مراد و مایۂ تاریک بیناں
تمنائے درونِ شب نشیناں	انیس خاطرِ خلوت نشیناں

(تجنیس ناقص) جواہر بندِ ناہید از ثریا | غم و شادی نگار و بیم و اُمید
چراغ افروزِ دُر در قعرِ دریا | شب و روز آفرین و ماہ و خورشید

وحدت باری کا اثبات جو دراصل علم کلام کا ایک خاص مسئلہ ہی۔ امیر خسرو کے کلام سے ضمناً اور مولانا نظامی کے اشعار سے پرجوش استدلالات کے ساتھ صراحتاً ظاہر ہی۔ مثلاً تخلیق روح اور روح سے استقامت ماسوا۔ خاک کی حکمت آموزی ہر دو عالم و نہ افلاک کا ظہور پیش بینوں پر بصارت چشم کی بخشش وغیرہ یہ تمام اشیائ وحدت ذات کے دلائل ہیں، اگر بغور دیکھا جائے، بالخصوص امیر خسرو کا شعر پنجم مولانا نظامی کے پانچویں شعر کا پسندیدہ جواب ہی۔

امیر خسرو

(علم کلام و افعال الٰہیہ) بعنوانِ عنایت کردہ تحریر | حساب کائنات از کلکِ تقدیر
(تدبیر و حیل) سپردہ در جہانِ بے نیازی | ارادت راعنانِ سرفرازی
(حکمت مطلقہ، تضاد) اگر تقدیر او مرگ ست و گر زیست | ہم او داند کہ حکمت اندر و چیست
(تقابل، تقاضم تجنیس) نہ دانا زو خبر دار و نہ او باش | کہ حربا نیز کور آمد چو خفاش
(جلال ذات) تو شوخی بیں کہ ادراک اندریں راہ | بجاسوسی کشادہ چشم کوتاہ
(ایضاً) ز غیرت لطمۂ خوردہ خطرناک | کنوں تاریک گشتہ چشم ادراک

مولانا نظامی

بجست و جوی او بر بام افلاک | دریدہ وہم را نعلین ادراک

خرد در ہیتش ہشیار بر خاست | چو او دیدش نمیداند چپ و راست
نہ بخشندہ خبر داند ز دادن | نہ آنکس کوستاند ز ستادن
چناں کرد آفرینش را بآغاز | کہ پے بردن نداند کس بداں راز
چنانش در نوردد در سرانجام | کہ نتواند زدن فکرت دراں گام
ز ہر شمعے کہ جوئے روشنائی | بوحدانیتش یابی گوائی

افعال الٰہیہ و صنائع نامتناہیہ صانع حقیقی کو اس خوبی سے متواتر و مسلسل بیان فرمایا ہی کہ ہر مضمون بجائے خود ثبوت وحدانیت پر ایک کامل دلیل ہوسکتا ہی۔ امیر خسرو کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع میں جو در اصل مولانا نظامی کے دوسرے شعر کا جواب ہی ایسا بلیغ استعارہ ہی کہ اہل معنی ہی اُس کا پورا لطف اُٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ حربا ہمیشہ آفتاب کے مقابل نظر باز رہتا ہی اور اسی وجہ سے اُس کو آفتاب پرست کہتے ہیں اور خفّاش اُس کے خلاف سورج کے سامنے کور چشم۔ مگر مہر عالمتاب ذات کے پرتو نے مقربان انوار ذات و محرمان اسرار صفات کو بھی بے بصروں کی طرح خیرہ چشم و تیرہ نظر بنا دیا ہی اور (خَرَّ مُوسیٰ صَعِقًا) اُس پر استدلالی شہادت ہی۔

امیر خسرو

(فلسفۂ خاقیت) کسے کو آدمی را کرد بنیاد | کجا گنجد بوہم آدمی زاد
(متکلمان استدلال) رقم گو باز نشناسد قلم را | چہ داند باز نقاش رقم را

(تلمیح) نہ درما گنجد اسرار آلہی — نہ دریا گنجد اندر گوش ماہی

(تجنیس زائد) خرد از بود او کے گردد آگاہ — کجا نابود را در بودِ او راہ

(تضاد و تقابل) نہ آں بودست کو نابودہ گردد — نہ مصنوع ست کو فرسودہ گردد

(تسبیح شئ ما فی السموات و ما فی الارض) بشکرش ہر کلوخے راز بانیست — وزاں ہر ذرّہ تسبیح خوانیست

(تضاد و تقابل) چو داد از جانور زیور زمی را — طرازِ معرفت بست آدمی را

(بقائے سخن) زباں را با بقا زاں گونہ حدبست — کہ دامانش بدامانِ ابد بست

(حکمت شریعت) جہاں را تا نیارد فتنہ در زیر — ببازوئے شریعت داد شمشیر

(سرمنا بنی آدم) ہدایت را طریق از اصل تا فرع — حوالت کرد با دروازۂ شرع

چو ہر بندگی بخشید ہر چیز — کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز

(اجتماع صفات متضادہ) چو شکرِ بندگی گفتن نیارم — سپاسِ خواجگی را چوں گزارم

مولانا نظامی

فگند از ہیأتِ نہ حرف افلاک — رقوم ہندسی بر تختۂ خاک

جہت را شش گریباں در سر افگند — زمیں را چار گوہر در بر افگند

نبات روح را آب از جگر داد — چراغِ دیدہ را بینہ از بصر داد

خرد بخشید تا او را شناسم — بصارت داد تا از وے ہراسم

گہ از خاکے چو گل گنجے بر آورد — گہ از آبے چو ما نقشے بر آورد

زورِ کلام، جدّتِ استعارات، بیان کی سلاست، ہر دعوے کے اثبات پر

کامل استدلال، تمام خوبیاں موجود ہیں۔ اُس پر ایک کامل الفن موشگاف مصور کا مرقع پیش نظر مگر ممکن نہیں کہ اپنے نقش و نگار کا رنگ جداگانہ نہ ہو۔ اہل نظر کو غور کے ساتھ یاد رہے کہ خسرو علیہ الرحمۃ نے کس درجہ قدرت بیان کو ملحوظ رکھا ہے کہ کسی جگہ تقلید و نقل کا دھوکہ نہیں ہوتا اور کس قدر ادب کا لحاظ ہے کہ کہیں نظم مثنوی کا پایہ نیچا نظر نہیں آتا۔ اگرچہ مولانا نظامی اس معرکۂ سخن میں بہیئت مجموعی بہت زیادہ پیش قدمی کر رہے ہیں اور خاص طور آپ کا دوسرا شعر لاجواب ہے۔ لیکن با ایں ہمہ امیر خسرو کے شعر سوم کا آخر مصرع اور شعر ششم استعارہ کی خوبی اور اظہار شکر کی جامعیت کے اعتبار سے قابل قدر ہے اور آخر اشعار میں ضروریات شریعت کو علم کلام کے اصول پر متکلمانہ حیثیت سے جس طرح ثابت کیا ہے اور بندگی و خواجگی کے حسن صفات متضادہ کو زمان و مکان کی وحدت کے ساتھ جس بے مثل طرز پر ایک ہی آئینۂ مظہر ذات میں ایک خاص پرلطف پہلو سے تجلی بنایا ہے وہ آپ کا حصہ ہے۔

مناجات بحضرت قاضی الحاجات وشمار نعمائے بے غایات

امیر خسرو

(علم کلام و الٰہی شمار نعمائے تفصیل) خدایا چوں بہ منشور الٰہی — رقم کردی سپیدی و سیاہی

(مراعات النظیر صنائع شمار آلا) زباران عنایت گل سرشتی — برات مردمی بر روے نبشتی

(جود و عطا) مثال ہستیِ ما ہم ز اوّل — بہ توقیع کرم کردی مسجّل

مراعات النظیر اکرام و انعام زِ گنجِ بخششم ہر چیز دادی کلیدِ گنجِ ایماں نیز دادی

" متکلمانہ استدلال تو با چنداں کرمہائے نواساز زمفلس کے ستانی دادہ را باز

" دعا و التجا چراغم را چو خود بخشیدہ نور مکن بخشیدۂ خود راز من دور

" طلب مقام رضا بہر فعلم کہ گردانی سزاوار رضائے خویش کن با فعلِ من یار

مولانا نظامی

خدایا چوں گلِ ما را سرشتی وثیقت نامۂ ما را نوشتی

توئی کاول زخاکم آفریدی بہ فضلم زافرینش بر گزیدی

تو با چندیں عنایتہا کہ داری ضعیفاں را کجا ضائع گزاری

چو روا فروختی جانم برافروز چو نعمت دادیم شکرم در آموز

زفضلِ خویش لطفے کن مرا یار بہ فعلِ من مکن با جانِ من کار

بدیں امیدہائے شاخ در شاخ کرمہائے تو مارا کرد گستاخ

مناجات عنوان کتاب اور اس التجا و درخواست میں فرق یہ ہے کہ وہ خالص مقام عبدیت ہے کہ گدائی و بینوائی کا اظہار ہو اور اصل مدعا سے سروکار۔ اور یہاں خلعت انسانی کے عطیات عظیمہ کے افتخار کے ساتھ منعم حقیقی کے نعما و آلا کا بطور مشتے نمونہ از خروار شمار کر کے اُس کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے اور یہ پورا ترانہ بھی نتیجہ پر نظر کرتے ہوئے حقیقتاً اُسی وحدت کے نغمۂ حقیقی کا ایک پردہ ہے آدابِ نظم کی تکمیل کی ضرورت قابل اظہار نہیں۔ امیر خسرو ہمیشہ آزادی کا پہلو

مدنظر رکھتے ہوئے مولانا نظامی کے ہم پہلو رہنے کی کوشش میں کامیاب ہیں، مگر وہ گلِ سرسبدِ چمنِ فصاحت جس جگہ اپنی بیساختہ بہار آرائی کے رنگ و بو کے اظہار پر مجبور ہو جاتے ہیں، نگاہوں کے دامن اور دماغوں کے پردے دامنِ گلچیں سے زیادہ رنگین و معطر نظر آتے ہیں۔

نعت سیّد الانبیا خاتم الرسل علی نبینا و علیہم الصّلوٰۃ والسّلام

امیر خسرو

(علم کلام و علم الٰہی و علم معنی و بیان و علم تفسیر و حدیث کا آئینہ)

اثبات اولیت حضور	محمد کاصلِ ہستی شد وجودش	جہاں گردی نثارِ روانِ جودش	اشتقاق
اثبات ہدایت حقہ	چراغِ روشن از نورِ خدائی	جہاں را دادہ از ظلمت رہائی	تقابل
اثبات نبوت عامہ	دلِ خصمان گوا بر صدقِ ذاتش	گواہی دادہ سنگ از معجزاتش	تلمیحات متواترہ
اثبات مسیحائی اسلام	دمِ خلقش کہ جاں دادہ عرب را	فروکشتہ چراغِ بولہب را	تناسب و تقابل
اثبات بیکس نوازی	شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے	مگس گیرے شدہ عنقا شکارے	مراعات النظیر
اثبات مسیحائی عنکبوت	دو قرباں یافتہ زو زندگانی	دو زندہ گشتہ از وے جاودانی	تقابل و تضاد
اثبات شہادت عامۂ اسلام	نجیب کون و دینش را بوادی	خضر ثانی و دو فرزند حادی	ایہام معنوی
معجزات مشہورہ	گہش آہو سخن گو و گہے شیر	گہش حجت زبان و گاہ شمشیر	اشتقاق و تقابل
ختم نبوت و مختاری کل	طرازِ خاتمت نقشِ نگینش	کلیدِ نہ فلک در آستینش	ایہام و تناسب

شان و شکوہ نبوت — شکوہِ آفتاب از پایۂ او — بجز وے ہر کہ باشد سایۂ او — تقابل

بے سائگی حضور جان نور — ہمیں او را نگویم سایہ یار ست — دگر ہر کس کہ بینی سایہ دار ست — تناسب

اتحاد ذاتی بواحد مطلق — بداں ساں گشتہ در وحدت یگانہ — کہ نا گنجید خود ہم در میانہ — مراعات النظیر

مولانا نظامی

محمدؐ کا فرینش ہست خاکش — ہزاراں آفریں بر جانِ پاکش

چراغ افروزِ چشمِ اہلِ بینش — طراز کارگاہِ آفرینش

ریاحیں بخشِ باغِ صبحگاہی — کلیدِ مخزنِ گنجِ الٰہی

جواں مرد و رحیم و تند چوں شیر — زبانش گہ کلید و گاہ شمشیر

یتیماں را نوازش از نسیمش — ازینجا نام شد درِّ یتیمش

مولانا جامی

محمدؐ کش قلم چوں نامور ساخت — ز میمش حلقۂ طوق و کمر ساخت

خطِ لوحِ عدم زاں حرف حک شد — ازاں سر حلقۂ ملک و ملک شد

تواند شد ز سرِّ حاش آگاہ — خرد با جملہ دانش حاش للہ

دریں دیر مسدس ز دست پرورش — ثمن وضۂ از ہشت گلشن

چو پا آراست از خلخال دالش — سرِ دیں پرور اں شد پائمالش

چہ نام ست ایں کہ در دیوانِ ہستی — برو نگرفت نامے پیش دستی

امیر خسرو کا پہلا شعر بلیغ اور مولانا نظامی کا شعر اول فصیح ہی اور آئندہ کے

دونوں شعر ہر دو اصحاب کے نفس مضمون وسلاست بیان کے اعتبار سے ہم پہلو سمجھے جاتے ہیں مگر امیر خسرو کے آئندہ اکثر اشعار ایہامات پسندیدہ اور دقائق معانی نو بنو واختراعات استعارات وتشبیہات جدیدہ کے اعتبار سے مضمون نعت میں اس جگہ مولانا نظامی کے علاوہ اکثر شعراے متقدمین و متاخرین کے منتخب کلام پر افضلیت و فوقیت کے شرف کے ساتھ ممتاز ہیں۔ چنانچہ آپ چوتھے شعر میں فرماتے ہیں کہ حضور حبیب اکرم کے اخلاق کریمہ کے اُسی دمِ عیسوی نے جس سے تمام عرب کے مردہ دل زندۂ جاوید ہو گئے تھے، بولہب کے چراغ کفر کو ایک دم میں بجھا دیا اور مسیحائی سے بڑھکر اپنے لبِ جاں بخش کو صفات متضادہ کا مظہر بنا دیا جو فی حد ذاتہ ایک جداگانہ اعظم المعجزات ہے (سبحان الملک القدوس) اس کے علاوہ بولہب کے چراغ کو دم خلق سے کشتہ کرنے میں جو ایہام لطیف و استعارۂ بلیغ ہے اُس کا پورا لطف چراغ کے مقابل لفظ لہب اور دم کے معنی پر غور کرنے سے اہل معنی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگرچہ علامہ ہروی نے بھی تقلیداً اس مضمون کو خاص طرز پر لکھا ہے لیکن پھر بھی اُس کا پہلا مصرع کسی قدر بے لطف پایا جاتا ہے۔ وہ کہتا ہے

دم علمت زدہ بوجہل را سر
چراغِ بولہب را کشتہ صرصر

بعدہٗ شعر پنجم میں امیر خسرو نے عنکبوت کے مضمون تار و پود کو جس آب و تاب کے ساتھ اہل نظر کے پردۂ چشم کے لئے عینک نور بنا دیا ہے وہ آپ کا حصہ ہے

آپ فرماتے ہیں کہ حضور بے کس نواز اپنی رحمتِ عامّہ سے جس وقت غارِ حرا میں ایک اذلِّ حشراتِ عنکبوت کے فرقِ افتخار پر سایہ گستر ہوئے، حضرت سلیمان سے بدرجہا افضل و اعلیٰ طور پر آپ کے کرمِ عمیم نے اُس ادنیٰ حیوان مگس گیر کو عنقا شکار ہونے کی عزت سے سرفراز بنا کر اس درجہ کے مرتبۂ مسیحائی پر پہنچا دیا کہ خود حضورِ اقدس اور آپ کے یارِ غار ابو بکر صدیق نے جو دراصل رضائے الٰہی کے میدان کے شہید اور تسلیم کے قربان گاہ کے قربان تھے اُسی عنکبوت کی حکمتِ مسیحائی کی وجہ سے جو حقیقتاً اسرارِ حِکَمِ بالغۂ الٰہیہ کا پردہ تھا از سرِ نو حیاتِ تازہ پا کر زندۂ جاوید ہونے کا خلعتِ فاخرہ حاصل کیا اور یہ مضمون آئندہ اور بعض مضامین کی طرح خصوصیت کے ساتھ جدّتِ خسروی کے اعجازِ سخن کا ایک پاکیزہ نتیجہ ہے مگر بعض وجوہ پر نظر کرتے ہوئے ممکن ہے کہ دو قربان سے مراد حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ اور حضرت عبدالمطلب ہوں جو بغرض قربانی پیش کئے گئے تھے اور جن کی نسبت بروایت صحیحہ حضورِ اقدس کا ارشاد ہے (انا ابن الذبیحین) ایسی حالت میں ازو کا مرجع خود ذاتِ اقدس کو قرار دیا جائے گا کہ آپ ہی کی برکت عامّہ و رحمت خاصہ سے آپ کی اجداد میں سے حضرات مذکور الصدر کو حیات جاودانی کا شرف حاصل ہوا اور گویا دوبارہ زندگی پائی۔ شعر ہفتم۔ بجیب کون الخ جس کے الفاظ مختلف نسخہائے حیدرآباد و حلبیب و جہاں گیری میں صورِ مختلفہ و اشکالِ متنوعہ کے ساتھ جلوہ آرا ہیں اور اُن کو اصل کتاب میں بصراحت ظاہر کر دیا گیا ہے دراصل معنی خیز نہیں معلوم ہوتے

اور کاتبوں کی تحریف و تصحیف سے غالباً شعر کی صورت تبدیل ہوگئی ہے۔ مگر تاہم بدقت تمام جس نسخہ کو اس جگہ اختیار کیا گیا ہے وہ من وجہ کچھ معنی رکھتا ہے کہ حضور اقدس حدیث صحیح کے موافق تمام عالم میں شریف و نجیب اور برگزیدۂ موجوداتِ جہاں ہیں اور جمیع دیار و امصار اور وادی و کہسار میں حضرت خضر آپ کے دین پاک کے ثنا گو اور نغمہ سرا اور خود آپ کے دونوں فرزند حسنین علیہما السلام جو محض بغرض اشاعت اسلام خالصاً لوجہ اللہ میدان رضا و تسلیم میں شربت شہادت سے سیراب ہوکر شہرت مذہب حقہ کے باعث ہوئے یا حضرت جابر بن عبداللہ کے وہ دونوں کشتہ فرزند جن کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت ضعیفہ مشہورہ اپنے لب جاں بخش کی ادنیٰ جنبش سے زندہ فرمایا تھا اُسی دین حنیفی کے حدی خواں اور زمزمہ سنج ہیں۔ اس نسخہ کی صحت پر امیر خسرو کی روش کے موافق لفظ نجیب کا دقیق ایہام جس کے معنی لغت عرب میں ناقۂ شریفۃ النسب کے ہیں بمقابل حدی خوانی قوی استدلال ہے اور ثانی کا لفظ اگرچہ عرف عام میں ثنا گو و نغمہ سرا کے معنی میں مستعمل نہیں ہے لیکن اگر اُس کو ثنا مثناۃ مصادر سے جن کے معنی ستائش و نغمہ کے ہیں مشتق سمجھا جائے تو لغتاً کوئی استحالہ لازم نہیں آتا اور ایک دوسرا ایہام پیدا ہو جاتا ہے (فافہم)۔

امیر خسرو کے شعر ہشتم کا مصرع آخر مولانا نظامی کے شعر چہارم کے دوسرے مصرع کا پورا خاکہ ہے۔ مگر پہلے مصرع نے کچھ لطف بڑھا دیا ہے۔ آخر اشعار میں

بے سائیگی کے مضمون کو اگرچہ پسندیدہ طور پر بیان کیا ہے لیکن اس بارہ میں زیادہ تر قابل قدر ظہوری ترشیزی کی موشگافی ہے جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

ظہوری

سبک پی چنان در طلب قطرہ ریخت | کہ سایہ ز فرط گرانی گریخت
چو بر توسن وحدتش ہے زدند | ز ہمراہیش سایہ راپے زدند
کجا دیدکس سایۂ آفتاب | کجا درد ظلمت کجا نور تاب
ازاں شمع قدش نینداخت ظل | کہ خورشید تاباں نگردد خجل
ازو گر شدے سایہ تشریف یاب | شدے ابرہ او آستر آفتاب
بکوشش شد از سایۂ خود جدا | جدائی چنیں باید از ماسوا

ظہوری کے چند اشعار نقل کرنے کے بعد اس امر پر غور کرنے کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے کہ ظہوری نے آخر شعر میں اپنے کمال قدرت سخن طرازی سے اگرچہ مضمون اتحاد ذاتی کو جس خوبی سے ہمیشگی کے اوج کمال پر پہونچا دیا ہے وہ اہل نظر پر ظاہر ہے۔ مگر امیر خسرو کا شعر آخر جس کی واقعی خوبی کو آیندہ شعر کے ساتھ بیان کیا جائے گا گویا آسمان توحید و اوج وحدت کا ایسا آفتاب نصف النہار ہے کہ جس نے بہت سے چمکتے ہوئے نجوم کو ذرّوں سے زیادہ بیتاب بنا دیا ہے اور اس سے امیر خسرو کے علم کلام کی قابلیت ظاہر ہوتی ہے۔

مولانا جامی نے اس موقع پر لفظ محمدؐ کے حروف مفردہ کے اسرار و نکات

جو بیان کئے ہیں وہ بجائے خود نہایت پسندیدہ ہیں۔ مگر امیر خسرو نے دوسرے موقع پر جو ایک شعر لکھا ہے اُس کو ہم اس کے مقابل اس غرض سے پیش کرتے ہیں کہ معلوم ہو کہ اس سلسلہ میں بھی آپ کی جدّت طرازی قابل تعریف ہے ؎

نہ فلک از نامِ محمدؐ مقیم — ہر دو جہاں در حدِ نامش دو میم

امیر خسرو

(اثبات فنا فی الذات) در احمدؐ از احد کامل جمالیست — چو احمد بے احد شد صفر خالیست (علم کلام والٰہی تفسیر)

(اثبات تجلی ذات) بنام احمدؐ اندر سجدہ نہ بام — مگر خم سجدہ است اندراں نام ؎ (اشتقاق)

(مداحی ملائکہ) ملائک خواندہ شمعِ آسمانش — دخان و نور روشن از زبانش ؎ (ایہام لطیف)

(تجلیات صفاتیہ) نوشتہ از دخاں پر نور منشور — دخانش نور بل نورٌ علیٰ نور ؎ (تلمیح)

(مظاہر تجلیات خاصہ) کدامی ناخنش در ہر بنانے — کہ از نون و القلم ندہد نشانے ؎ (تلمیح)

(زور یداللّٰہی) بنانش خرمنِ مہ کردہ جو جو — ز میمِ معجزش نیمہ مہِ نو ؎ (اشتقاق)

(تلمیحات) ز حکمت نامۂ اوحیٰ کلامش — باعلیٰ پایۂ اودنےٰ مقامش ؎ (تقابل لطیف)

ہمارے پہلے دعوے کے موافق امیر خسرو نے اس جگہ بلاغت کی خصوصیت کے ساتھ مضمون آفرینی کے اوج کمال پر اپنے آپ کو مہر عالم تاب بنا کر چمکا دیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ اُس آئینۂ مظہر اتم ذات نے اپنے تعین صوری کو جو برائے نام پردۂ حقیقت تھا، بحر وحدت میں مستغرق ہو کر ایسا یگانہ بنایا اور نشان دوئی اس درجہ مٹایا کہ خود اپنی ہستی ذاتی کے شمار کی بھی گنجائش نہ رہی اور اُس پر برہان قطعی

یہ ہے کہ اگر احد کو احمدؐ سے جدا کر لیا جائے تو صرف نقطۂ سر میم کے سوا جو حقیقتاً ایک خالی صفر اور نفی کی علامت ہے اور کچھ باقی نہیں رہتا اور بحالت موجودہ ترکیب صوری بھی احمدؐ سراپا تجلی عین احد ہے جس کا فرضی پردہ مردم صورت کے دیدۂ ظاہر بیں کے لئے وہی نقطۂ میم کے سوا جو خالی صفر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اور کچھ نہیں ہے۔ وللہ درّہٗ قائلاً۔

علم معنی و بیان و فن صنائع و بدائع کی تکمیل کو مد نظر رکھتے ہوئے متکلمانہ حیثیت سے کسی مسئلہ اہم تصوف کو سلسلۂ سخن میں اس طرح ثابت کر دینا کہ ہر صحیح الفکر شخص اُس کو تسلیم کرلے اور طرزِ ادا بھی لاجواب ہو، امیر خسرو کے خصوصیاتِ خاصہ سے ہے۔ احد اور احمدؐ کے اس اتصال حقیقی کے پیچیدہ معمے کے عقدۂ مالاینحل کو جس قدر موشگافوں نے اپنے ناخن فکر سے باوقاتِ مختلفہ حل کیا ہے اس سے بہتر کوئی مثال بہم نہیں پہنچتی۔ چنانچہ اس دعوے کے ثبوت پر چند منتخب مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

مولانا نظامی

تختۂ اوّل کہ الف نقش بست — بر درِ محجوبۂ احمدؐ نشست

حلقۂ حارا کالف اقلیم داد — طول ز دال و کمر از میم داد

لاجرم او یافت ازاں میم و دال — دائرۂ دولت و خطِ کمال

زلالی

زمیم ست آنکہ احمدؐ را کمر بست فگندہ درمیانِ او احد دست

کہ سوئے خلوتِ خاصش کشانند بہ معشوقی براو رنگش نشانند

اس کے بعد کے شعر میں علم کلام کا دوسرا پہلو اختیار کیا ہے کہ دلیل قطعی کے ساتھ جب احمدؐ کا پردۂ احد ہونا ثابت ہوگیا تو یہی وجہ ہے کہ نہ افلاک اور تمام عالم احمدؐ کے نام پر سجدہ کر رہے ہیں اور اس کا ثبوت وہی حکم سجدۂ آدم علیہ السلام جس کی واقعی حکمت عظمت نور (اول ما خلق اللہ نوری) تھی یا شب اسریٰ امامت و حصول قرب احدیت ہے اور وہ کیوں کر سجدۂ تعظیم نہ کریں۔ آپ کے اسم شریف (احمدؐ) میں حکمت ازلی حکیم احد مطلق کے موافق سورۂ حٰمٓ سجدہ کے انوار اسرار (حا و میم) کے اتصال سے جلوہ آرا ہیں اور وہ ایک خاص سورۂ قرآنی ہے جس میں آیۂ سجدۂ واجب موجود ہے جس کا تفصیلی ذکر اصل کتاب کے تحت میں کیا گیا ہے۔ اس جگہ یہ امر قابل غور ہے کہ ایسی دقیق مسئلہ اتحاد ذاتی کو کس خوبی سے ثابت کیا ہے۔ علیٰ ہذا شعر سوم وچہارم میں آپ کو ملائکہ کی زبان سے شمع آسمانی قرار دے کر بیان کیا جاتا ہے کہ آپ ایسے شمعِ افلاک حسن وجمال الٰہی ہیں کہ اس شمع کی زبان اپنے رخ انور و گیسوئے منور کی تجلیات صفاتیہ سے سورۂ دخان و سورۂ نور کے انوار ظاہر کر رہی ہے اور حضور اقدس کے زلف مشکیں کا نور جو سراسر سورۂ دخان کا ظہور ہے، آپ کے روئے روشن کی سورۂ نور

پر متجلّی ہوکر گویا نورٌ علیٰ نور کا مظہرِ اتم بن گیا ہے

پانچویں اور چھٹے شعر میں ایک اور عجیب و غریب بلیغ استعارہ اور دقیق ایہام سے شاہدِ نظم کے عارضِ تاباں پر اور چار چاند لگا دیئے ہیں کہ آپ کے انگشت مبارک کے ناخن کا ایسا کون سا بدر یا ہلال ہے کہ جس سے سورۂ ن والقلم کی درخشاں تفسیر کے عالمتاب انوار چمکتے نظر نہیں آتے گو دیدہائے مردم خیرہ ہوں کیونکہ اگر پشت ناخن کے ضیائے بدر کو اظہار تجلی جمال (ن) میں یدِ بیضائے کمال حاصل ہے تو آپ کا تراشۂ ناخن جو اوج حقیقت کا ہلال ہے والقلم کے جلوۂ جہان آرا کا مشرقستان جلال بن رہا ہے۔ اس کے علاوہ قلم کے ایہام پر لطف نے جس کے خود معنی تراشہ قلم کے ہیں اور خرمن مہ اور جو جو کے دوسری صورت کے پاکیزہ ایہام اور تناسب کے دل فریب انداز نے کلام کی حسنِ بلاغت کو چہار چند کر دیا ہے۔

اب ہم اس جگہ مولانا نظامی کے اور چند اشعار اس غرض سے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے دعوئے تفضیل خسروی کی تائید ہو اور یہ غرض نہیں ہے کہ کلیتاً مولانا نظامی کا نعتیہ کلام پایۂ فصاحت و بلاغت یا مرتبہ شاعری سے گرا ہوا ہے بلکہ ہر شعر کی فصاحت اور بیان کی سلاست پسندیدہ ایہامات کی لطافت، مضامین کی آمد، قابل تعریف ہے۔ صرف مضمون آفرینی کی جدّت اور معانی کی شوخی اور بلاغت کے اختراعات کے اعتبار سے امیر خسرو کی نظم کو اس موقع پر ضرور

فوق ہی۔

نظامی

بمعنی کیمیائے خاکِ آدم
بصورت توتیائے چشمِ عالم

ایاز خاص و از خاصاں گزیدہ
ز مسعودی بمحمودی رسیدہ

سریرِ عرش را نعلین او تاج
امینِ وحی و صاحب سرِّ معراج

برنج و راحتش در کوہ و غارے
حرم غارے و محرم سوسمارے

گہے دنداں بدستِ سنگ دادہ
گہے لب بر سرِ سنگے نہادہ

لب و دندانش زاں در سنگ زد چنگ
کہ دارد لعل و گوہر جائے در سنگ

وصف معراج شہسوار میدان دنیٰ فتدلّٰی

امیر خسرو | مولانا نظامی

شبے تنگ آمدہ زیں حجرۂ تنگ
شبے رخ تافتہ زیں دیر فانی

زپستی سوئے بالا کردہ آہنگ
بخلوت در سرائے امّ ہانی

رسیدہ پیکِ حضرت از رہِ دور
رسیدہ جبرئیل از بیت معمور

براقے غیب سنج آوردہ از نور
براقے برق سیر آوردہ از نور

ہمائے جلوہ در رہ باغ کردہ
زرنگ آمیزیِ ریحانِ ایں باغ

بہ نرگس سرمۂ مازاغ کردہ
نہادہ چشمِ خود را مہرِ مازاغ

تخیل نقل و ...
درکات ...
تلمیح ...

نہ اختر لیک نے اختر پاک جاں تر | نہ ابر از ابرِ نیساں درفشاں تر
نہ گردوں لیک از گردوں رواں تر | نہ باد از بادِ بستاں خوش عناں تر

دوالِ چابکاں ناسودہ دوشش | نگاریں صورتے چوں صورتِ باغ
صفیرِ رائضاں نشنودہ گوشش | سرش یکہ از لجام و رانش از داغ

زمیں تا آسمانش نیم گامے | براں پرّندگی طاؤس اخضر
زگامش سیر گردوں نیم دامے | فگندہ از سر عقلش ہم بال و ہم پر

موجودہ اشعار جس ترتیب سے مقابلتاً سلسلہ وار مذکور ہیں اُن پر نظر کرنے سے باہمی فرق ظاہر ہوسکتا ہے کہ خسرو کے کلام میں جدّت و اختراع اور نظامی کے اشعار میں سلاست و فصاحت کس درجہ پائے جاتے ہیں۔ دوسرا شعر نظامی کا نہایت صاف اور شستہ الفاظ کے ساتھ ایک بولتی ہوئی زبان کی تصویر ہے۔ اگرچہ خسرو نے نقش ثانی کی رنگینی میں بہت کوشش کی ہے۔ علی ہذا شعر سوم خسرو بظاہر جدت اسلوب کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اُس کو براق کی مدح قرار دی جائے تو ایک تازہ خیال ہے۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ اُس کے آنکھوں پر محویت جمال انور کی وجہ سے مازاغ کی مہر فرض کی جائے تاکہ آدابِ نعت نبوی کا دامن کسی حالت میں ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ بالجملہ فضائے معراج میں طائر فکر نظامی کی بلند پروازی قابل تسلیم ہے گو امیر خسرو پہلو بہ پہلو رہنے کی کوشش میں ہر دم بال افشاں ہیں لیکن با ایں ہمہ امیر خسرو کی ہر شعر میں استعارہ کا پہلو جداگانہ تشبیہ کی جدت

نرالی۔ بندش کی چستی بے مثل۔ مثلاً کہنا یہ تھا کہ براق ایسا اسپ تیز رفتار تھا کہ کسی سوار نے اُس پر سواری نہ کی تھی اُس کو جس ترکیب سے بیان کیا ہی اُس کا جواب نہیں ہوسکتا۔ الفاظ کی خسروانہ شان و شکوہ جملوں کا شاہانہ جاہ و جلال دلوں کے ہلادینے میں جذب مقناطیسی کا اثر رکھتے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

دوال چابکاں ناسودہ دوشش صفیر رائضاں نشنودہ گوشش

مولانا نظامی کا جو شعر اس کے مقابل ہی وہ اپنے حسن سلاست کے ساتھ اس قدر پر زور نہیں ہی۔ براق کی تیز روی و سرعت پر متقدمین نے اگرچہ مختلف طور پر طبع آزمائیاں کی ہیں اور بالخصوص مولانا نظامی و امیر خسرو نے اکثر مقامات پر اس کے متعلق موشگافی کو درجہ اعلیٰ پر پہنچا دیا ہی۔ لیکن متاخرین میں مرزا غالب نے براق کی صفت کو جس خوبی و نازک خیالی کے ساتھ بلاغت و فصاحت کے پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے عروج کمال پر پہنچایا ہی وہ بے عدیل و بے نظیر ہی۔ اگرچہ امیر خسرو نے مثنوی دولرانی و خضر خاں میں اُس کا خاکہ قائم کردیا ہی۔

غالب

براقے زمقراض لا تیز تر جمالے زِالاّ دلاویز تر

لیکن مولانا نظامی نے اس موقع پر بھی جس قدر مضمون آفرینی کی ہی وہ نقش اول ہونے کے اعتبار سے بہت زیادہ قابل تعریف ہی۔

امیر خسرو	مولانا نظامی
نخست از بیت اقصیٰ در گشوده	چو مرغے از مدینه بر پریده
باقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده	باقصیٰ الغایت اقصیٰ رسیده
چو در محرابِ اقصیٰ ریخته نور	بروں رفته ز وهمِ تیز هوشاں
جنیبت رانده سوئے بیت معمور	ز خرگاهِ کبودِ سبز پوشاں
لبش کرده بچندیں رشتهٔ دُر	فلک را قلب در عقرب دریده
گریبانِ مه و جیبِ فلک پُر	اسد را دست بر جبهت رسیده
ز شادی زهره بربط گیر گشته	ازیں گردابه چوں بادِ بهشتی
عطارد چشمِ بد را تیر گشته	به ساحل گاهِ قطب آورده کشتی
چو دیده پرتوِ آں نورِ جاوید	ز رفعت تاج داده مشتری را
بخواهش بر زمیں غلطید خورشید	ربوده ز آفتاب انگشتری را
سیاست در کفِ بهرام داده	چو یوسفؑ شربتے از دلو خورده
سعادت مشتری را وام داده	چو یونسؑ وقفهٔ در حوت کرده
براقش چوں به کیواں در رسیده	ثریا در رکابش مانده مدهوش
ز نعلش گوشِ چوں هندو بریده	بسرهنگی حمائل بسته بر دوش
ثوابت راه او از دیده روباں	چو بنوشت آسماں را فرش بر فرش
دو دیده در رکابش پائے کوباں	باستقبالش آمد تارکِ عرش

سلاست بیان، طلاقت لسان، حسن معانی، روانی و درفشانی وغیرہ نظم کی تمام خوبیاں ادھر کلام خسرو میں موجود ہیں۔ اُدھر نظامی کی نظم کی بلندی۔ الفاظ و معانی کے باہم روابط۔ بندش کی بیساختگی۔ مضامین نو کی آمد، فصاحت کی صباحت اہل نظر کو آئینۂ حیرت بنا رہے ہیں۔ نظامی نے بعض ثوابت و سیاروں کے ساتھ اکثر بروج کا ذکر جس طرح پسندیدہ طور پر کیا تھا خسرو نے اپنی خداداد جدّت اور فطری ذہانت سے اُس کے مقابل ترتیب کے سلسلہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کل سبعہ سیارکے پُر لطف نظارہ کو ایسی خوبی سے دکھایا ہی کہ ارباب نظر حیران ہو جاتے ہیں اُس پر اکثر اشعار میں ایسے استعاراتِ عجیبہ و ایہاماتِ غریبہ ہیں کہ جن کے تجلیات کے پرتو سے دیکھنے والوں کی آنکھیں تلملا جاتی ہیں آیندہ منازل افلاک کے طے کرنے کے بعد سیر عرش کا ذکر کرنا مقصود ہی جس کو نظامی نے نہایت فصاحت کے ساتھ اس طرح بیان کیا ہی۔

نظامی

چو بنوشت آسمان را فرش بر فرش — باستقبالش آمد تارکِ عرش

مگر اس کے مقابل خسرو کی جدت طبع قابل دید ہی۔

خسرو

کشادہ بندِ نعلینِ فلک مال — ازو در ساقِ عرش افگندہ خلخال

(سبحان الذی اسریٰ بعبدہٖ) بلاغت کی وہ آب و تاب ہی کہ برگِ گل

اور پردۂ چشم ماہ میں چھپی ہوئی۔ عروس فکر کی جدّت ہے کہ مریم کی طرح وصف بکارت کے ساتھ مسیحا نفس معانی کی حامل۔ خلخال اور ساق کے بے عدیل استعارہ نے حضور اقدس کی نعلین مبارک کے عزوجاہ کے بیان میں خسرو کے اس شعر کو فرقِ عرش سخن کا گویا درّۃ التاج بنا دیا ہے۔

مقام سیر میں جس طرح حضور اقدس ترقی کر رہے ہیں اسی نسبت سے آپ کے شیدائیوں اور دلدادوں کے ذہن رسا و بلند پرواز فکروں کو معانی کی اوج گرائی میں روز افزوں افزائش ہے (قاب قوسین) پر آپ کا گزر ہے۔ واقعہ نویسی کے طور پر کہا جاتا ہے۔

نظامی

فرس بیروں جہاند از جملہ کونین علم زد بر سرِ یرِ قاب قوسین

فصاحت نے بڑھکر قائل کا موٗنھ چوم لیا۔ دوسرے صاحب دل اسی نغمۂ دل کش کو اپنی جوشش انگیز لے میں کچھ ایسے دھن سے الاپتے ہیں کہ بلاغت فصاحت کو ساتھ لئے ہوئے آپ کے پیروں پر گر پڑتی ہے۔

خسرو

شدہ عین الیقین را قرۃ العین گزشتہ ہمچو تیر از قاب قوسین

حضور جان نور کے مقام تقرب کے سیر کو سلسلۂ ترقی لحاظ رکھتے ہوئے قرۃ العین یقین ہونے اور تیر کی طرح قاب قوسین سے گزرنے کے ساتھ تعبیر کرنا ایسی

شیوا بیانی ہی کہ اُس کا لطف (در گفتن نمی آید) آیندہ حضور اقدس حبیب اکرم مکان لامکان کی بزم قرب میں مسند نشین ہیں اور ذات بحت کے دائرہ انوار نے اپنے آغوش شوق کے احاطہ سے آپ کو مرکزِ محیط بنا کر حجابِ دوئی اُٹھا دیا ہی نہ تعلقات امکانی کا کچھ اثر باقی ہی نہ لوازم انسانی کا کوئی نشان۔ خوش گفت آں کہ گفت۔

نظامی

جہت را جدیر جہت شکستند　　مکاں را نیز بر قع باز بستند

قِدَم بر قعہ ز روئے خویش برداشت　　حجابِ کائنات از پیش برداشت

کلام سرمدی بے نقل بشنید　　خداوندِ جہاں را بے جہت دید

بہر عضوے تنش رقصے برآورد　　زہر موئے دلش چشمے برآورد

بے جہتی کے مضمون کو پہلے مصرع میں جس بلاغت سے بیان کیا ہی وہ آخر شعر کے حسن ادا کے ساتھ لاجواب ہی اور اُس کا مقابلہ خسرو کے سوا دوسروں سے دشوار

خسرو

ز راہش گرد وہم از پیش وپس خاست　　جنیبت جہت گردہ از چپ و راست

گزشتہ از حدِ بالا و زیری　　بملکِ لامکاں کردہ دلیری

گریبانِ جہت را پارہ کردہ　　جہانِ بے جہت نظارہ کردہ

بیان میں سادگی ہی مگر طرز تقریر کا پہلو جداگانہ اور جدت کا رنگ ظاہر

جہات ستہ پیش وپس چپ و راست بالا و زیر کی تشریح پردۂ اجمال میں اس خوبی سے بیان کردی ہے کہ اُس کا جواب نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ جنبیت قصد نبوی کا میدان چپ و راست سے جست کرنا اور گریبان جہت کی دریدگی کے ساتھ عالمِ بے جہت کا نظارہ امیر خسرو کے حسنِ نظم کے جلوے ہیں۔ حضور اقدس انعاماتِ الٰہیہ سے مالا مال ہو کر گدا نوازی مدنظر رکھتے ہوئے جہان صورت میں واپس تشریف لاتے ہیں اور معراج کا مضمون ختم ہو جاتا ہے۔

مولانا نظامی	امیر خسرو
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود	شدہ نفس از سلامِ غیب شادش
دلش در چشم و چشم اندر دلش بود	حدیث از نفس کردہ خیر بادش
چو پوشید از کرامت خلعتِ خاص	چو مالا مال گشت از نعمتِ پاک
بیامد باز پس با گنجِ اخلاص	بہ بذلِ نعمت آمد جانبِ خاک
گلے شد سرو قدے بود کامد	بہ یاراں کرد رجعت مژدہ در مشت
ہلالے رفت و بدرے بود کامد	ز سیفورِ عنایت شقہ بر پشت
خلائق را براتے شادی آورد	براتِ رحمت از غیب انس و جاں را
ز دوزخ نامۂ آزادی آورد	خطِ آزادیِ آتش جہاں را

مولانا نظامی کی اوج نظم پر بلند پروازی ایسی نہیں ہے کہ ہر شاعر کا طائرِ فکر آپ کا ساتھ دے سکے۔ یہ امیر خسرو ہی کی خصوصیات سے ہے کہ وہ ہر موقع پر قدم

بہ قدم رہنے کی کوشش میں کامیاب ہونے کا قصد رکھتے ہیں چنانچہ مولانا نظامی کا پہلا اور تیسرا شعر بلاغت اور فصاحت کے اعتبار سے ایسا نہ تھا کہ اُس کا جواب ہو سکے۔ لیکن امیر خسرو نے پہلی شعر میں بلاغت کے ساتھ نفس مضمون کو نہایت خوبی سے بیان کیا اور آئندہ اشعار میں حضور اقدس کی ذرہ نوازی اور (السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین) کی تلمیح کو کامل تشریح سے ثابت کر دیا۔ ہر شعر کا جداگانہ مقابلہ کرنے سے امیر خسرو کا کمال سخن ظاہر ہوتا ہے۔

مدح شیخ الاسلام نظام الملۃ والدین علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

امیر خسرو کو چونکہ اپنے شیخ کے ساتھ فنا فی الذات کا مرتبہ حاصل ہے اسی وجہ سے وہ ایسے موقع پر ہمیشہ بے اختیار و بے خود پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ بنی کا بازوئے ا ست اسرار قضا کا محرم، مقام (لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب و لا نبی مرسل) کی ولایت تامہ کا والی، میراثِ نبوی کا کامل نصاب، آپ کی کرامات کا معجزات کے ساتھ توام، مقام طیر میں حضرت جعفر طیار کی نظیر، سر (ید اللہ فوق ایدیھم) کا مظہر، حجرہ مبارک کا آشیانۂ مرغان فردوس، جبریل و ملائکہ کا صحن خانہ انور میں ہر دم ہجوم مسیح خرد کا مورد قرار دینا ایسے تمام صفات کا ذکر۔ آپ کی محویت تامہ و فنائیتِ کاملہ کے براہین قاطعہ ہیں۔ با ایں ہمہ جدّت اسلوب و ابداع و اختراع استعارات و ایہامات و ایجاد و التزام تشبیہات

وصنائع کا دامن کسی وقت ہاتھ سے نہیں چھوٹتا۔ ہر سادہ اور معمولی مضمون کو فصاحت کا پہلو اختیار کئے ہوئے ایسے پسندیدہ طریق بلاغت سے بیان کرتے ہیں کہ رنگ سخن کی بہار ہزار گونہ بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً بیان کرنا ہے کہ شیخ المشائخ کے مؤید اسلام ہیں اور آپ کا مرتبہ آسمان سے زیادہ رفیع ہے۔ آپ سعادت ابدی کے سرمایہ دار اور اسرار ید اللّٰہی کے واقف کار ہیں اور ایسے مضامین کو اور شعرانے بھی لکھا ہے مگر آپ کا طرز ادا قابل لحاظ ہے۔

امیر خسرو

نظام الحق نبی را بازوی راست　　　　که چرخ از رفعتش عطفِ مصلاست

همش سہم سعادت شست در ست　　　　همش سر یداللہ چوں کف دست

دعویٰ تائید اسلام کو اول اس شان وشکوہ خسروانہ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ بازدیِ راست نبی ہیں۔ پھر ثانیاً متکلمانہ طور پر اُس پر وہ استدلال ہے کہ مخالف کو جائے دم زدن نہ رہے (کہ چرخ از رفعتش عطفِ مصلاست) اُسی معمولی مضمون کو ایسی دقیق پیرایہ بلاغت سے بیان کر دیا ہے کہ اُس کا فیصلہ ارباب معانی ہی کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اظہار رفعت کے محل پر فلک رفیع کو شیخ المشائخ کا عطف مصلا قرار دینا کس درجہ مرتبہ ارفع جاہ وجلال کا علو اعلیٰ ہے اور سہم سعادت کے شست در شست ہونے کے ساتھ سرِّ یداللہ کا کفِ دست کی طرح پیش نظر بنانا دقت ایہام و بلاغت کلام کے علاوہ کس مرتبہ کی نازک خیالی

اور جدت طرازی ہے۔ سہم، شست، یدکف، دست کا تناسب اور ایہام لفظاً و معناً اُس پر چسپت بندش الفاظ کا طرہ فصاحت و بلاغتِ نظم کے لئے گویا گوہرِ گوش ہے۔ پھر دوبارہ شیخ المشائخ کی رفعت و بزرگی کو اُسی آسمان کے مقابل اعلیٰ بیان کرنا ہے۔ نہایت بے ساختگی سے فرماتے ہیں۔

خسرو

یکے دور از کلاہش آسمان ست　　　اگرچہ سر بزرگی درمیان ست

استعارہ کا پہلو جداگانہ ہے اور تشبیہ کی جدّت لطیف۔ وہاں آسمانِ عطف مصلیٰ تھا اور یہاں کلاہ معلّیٰ کا ایک دور اُس پر سر بزرگی کا کلاہ و فلک کے مقابل درمیان ہونا بلاغت خداداد کے ساتھ کس درجہ کی فطری فصاحت ہے۔ شیخ مسواک کر رہے ہیں اور دندان انور کی ضیائے مہتاب گویا امیر خسرو کے پیش نظر ہے۔ کس سرمستی سے کہتے ہیں۔

خسرو

بیاید جودے از دندانش مانک　　　ثریا را بداوہ سدرہ مسواک

دوسرے مصرع کے استعارہ کی لطافت اور تخیل کی جدت قابل لحاظ ہے کہ ایک پس پا اُفتادہ مضمون کو کس درجہ اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔

امیر خسرو کی نسبت یہ دعویٰ کہ اُنھوں نے بے شمار تشبیہیں، بے حد استعارے، سیکڑوں نئے نئے خیال، ہزاروں جداگانہ بندشوں کو ایجاد کیا، غزل کی

شاعری کے سوا اُن کی مثنویات سے بھی ظاہر ہوتا ہی۔

شیریں کی ہوش رُبا تصویر اور میدان صید افگنی میں اُس کا دل کش نظارہ

امیر خسرو

کلہ داری ست چوں شاہاں سرافراز	نہ بر رسمِ عروساں مقنع انداز
بشکل آہو بدل شیرِ دلیر ست	نگیرند آہوئش زیرا کہ شیر ست
بناوک موئے را صد شاخ کردہ	بہ نیزہ کوہ را سوراخ کردہ
بتاریکی زند از تیرِ قتّال	مگس را با سلیق از پشہ قیفال
برش گر نطف چوں دُرِّ یتیم ست	درونش آہن و بیرونش سیم ست
کشیدہ چوں بچوگاں آرزوئیش	شکستہ دیدۂ گردوں زگوئیش
چو گویش خاک بوسی ساز دارد	بچوگانش از تواضع باز دارد
جمالش خود صفت کردن نہ زاہست	کہ ایں صورت بدیں معنی گواہست
زآہن کردہ گنجِ خویش مسمار	کلیدِ کس نیابد بر درش بار

سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست　　چہ زیبا باشد ایں خاتم بران دست

ہر شعر کے تناسب الفاظ و مراعات معانی والتزام لزوم مالا یلزم آپ کی ایک مستقل روش شاعری کے لئے فی نفسہ شاہد ہیں۔

جب وہ چوگان بازی کا ارادہ کرتی ہے اُس کی گوئے گردوں شکوہ دیدۂ گردوں کو کور بناتی ہے اور جب اُس کی گیند زمین پر گرنے کا خیال دل میں لاتی ہے وہ بذریعہ چوگان اُس کو تواضع اور خاک بوسی سے بچاتی ہے۔ سبحان اللہ بظاہر اس میں غلو و اوج کے مبالغہ کے سوا چشم ظاہر بین میں اور کوئی خوبی نظر نہیں آتی۔ لیکن حقیقتاً اگر دیدۂ غور سے دیکھئے تو سمجھا جا سکتا ہے کہ اُس کو فن چوگان بازی میں یہ مہارت حاصل ہے کہ کھیل کے وقت ہمیشہ اُس کی گیند آسماں کی طرح ہر دم چکّر لگاتی رہتی ہے اور زمین تک نہیں آ پاتی۔

آئندہ اور صفات کے بعد اُس کی عصمت اور عفت کا ذکر خاص طور پر بیان کیا ہے کہ با ایں ہمہ عشرت پرستی اُس نے لذات نفسانی اور خواہشات شہوانی کے دروازہ کو بیداری و مستی ہر حالت میں بند کر رکھا ہے اور اُس نے اپنے گنج عفت کو لوہے سے اس طرح مضبوط و مستحکم کر دیا ہے کہ کسی کے کلید آرزو کو اُس کے قفل در تک رسائی نہیں اور کوئی اُس کے سامنے شوی و جفت کا ذکر نہیں کر سکتا۔

آخر کا شعر خاص طور پر فن سخن گوئی کے کمال کو ظاہر کرتا ہے کہ اگر سلیمان کو بلقیس پر قبضہ ہو جائے تو اس سے بہتر اور کوئی صورت ممکن نظر نہیں آتی کیونکہ

یہ خاتم دست سلیمان ہی کے لئے زیبا ہے۔ فصاحت کے ساتھ تناسب و تقابل و مراعات النظیر تمام خوبیاں موجود ہیں۔

اب ہم چند اشعار اس مضمون کے متعلق مولانا نظامی کے پیش کرکے اس امر کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ ایسے ملک سخن کے زبردست حکمران اہل زبان کے مقابل جو ہر میدان کا قصب السبق رہا شہسوار ہے قلم اُٹھاکر سرخروئی حاصل کرنا امیر خسرو کا کام تھا ورنہ بڑے بڑے نام آور شعرا ایسے میدان میں افتان و خیزان سراسیمہ نظر آتے ہیں۔

نظامی

(صفت شاپور)

قلمزن چابکے صورتگرِ چست — کہ بے کلک از خیالش نقش ہے رست
چناں در لطف بودش آب دستے — کہ بر آب از لطافت نقش بستے

(خلاصۂ سراپائے شیریں)

شب افروزی چو مہتاب جوانی — سیہ چشمے چو آبِ زندگانی
کشیدہ قامتے چوں نخلِ سیمیں — دو زنگی بر سرِ نخلش رطب چیں
تو گوئی بینیش تیغ ست از سیم — کہ کرد آں تیغ سیبے را بدو نیم
صبا از زلف در رویش چلیپا بست — گہے قاقم گہے قندز فروش ست
موکل کردہ بر ہر غمزہ غنجے — زنخ چوں سیب غبغب چوں ترنجے
ز لعلش بوسہ را پاسخ نہ خیزد — کہ قفل از برگ شاید در بریزد

بچشمِ آہواں آں چشمۂ نوش   دہد شیر افگناں را خواب خرگوش
نہادہ گردن آہو گردنش را   بآبِ چشم شستہ دامنش را

مولانا نظامی نے ایسے اور چند سراپا کا مرقع اپنے اسی مثنوی میں کھینچا ہے جس کا نمونہ پیش کیا گیا۔ قابل غور یہ امر ہے کہ امیر خسرو نے اپنی ذہانت اور ذکاوت سے کس قدر جدید اور پاکیزہ پہلو پسند کیا ہے کہ وہ ایسے موقعوں پر اپنی روش کو بدل کر رفعت حاصل کر لیتے ہیں ورنہ ہو بہو کا مقابلہ سخت دشوار ہوتا۔

رسیدن خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہم دگر

دوسرے شعر میں شیریں کے تکرار نے قند مکرر کا لطف پیدا کر دیا ہے۔ تیسرے شعر میں تشبیہ کی جدت اور استعارہ کا لطف شاعر کا کمال ظاہر کرتا ہے کہ وہ کس قدر نازک خیال شخص تھا۔ چوتھے شعر میں ایسا ایک دقیق ایہام ہے کہ ہر شخص اُس کا لطف نہیں اُٹھا سکتا کیونکہ ماہ در خرمن کے معنی چاند کے ہالہ میں آجانے کے ہیں جو قمر کی خاص حالت ہے جس کو ہر شخص نہیں غور کر سکتا۔ اُدھر شیریں غمزہ و تیر سے آہو کو شکار کر رہی ہے۔ ادھر پرویز صحرا نوردی کرتا ہوا اور اُس کے شوق میں بے خبر و مدہوش آوارہ گردی میں مبتلا اُس کے مقابل آجاتا ہے۔ اس نظارہ کو دیکھئے کیسی بے مثل تصویر ہے۔ برابر چشم بر چشم ایستادند۔ نظر در دیدہ رو بر رو نہادند۔ ایک ایک شعر پورے مرقع کا جلوہ گاہ ہے۔ پرویز ہر چند گوشۂ چشم سے نگراں ہے مگر

اُس کا دل شیریں کے توشہ خانۂ چشم کی مہمانداری سے سیر نہیں ہوتا وہ ہر چند چاہتا ہی کہ دل کو قائم رکھے۔ مگر حالت طوفان میں کوئی شخص کس طرح زمین پر جم سکتا ہی۔ تشبیہ کا پہلو ملاحظہ ہو۔ آخر چار و ناچار ضبط سے کام لے کر گھوڑے کو چلا دیتا ہی۔ مگر ؎

زحیرت در قفا میدید و می رفت

جا رہا ہی اور گردن کو موڑ موڑ کر بار بار پیچھے دیکھتا جاتا ہی۔ واقعہ نگاری اس کو کہتے ہیں کہ اصل حالت کی تصویر آنکھوں میں کھچ رہی ہی۔

خسرو پرویز چلدیا ہی اور اُس کی جویندہ شیریں اُس کے فراق میں تباہ حال ہی اور وہ اُس کے پیچھے اس طرح رواں دواں ہی کہ گویا شاہین اپنے رمیدہ شکار کبوتر کا متلاشی ہو۔ ہر موقع پر تشبیہ کا نیا پہلو ہی مگر محل کے مناسب اور شاہد مقصود سے دست و گریبان۔ اس کے علاوہ آئندہ شعر ؎

سمن بر خیمہ زد زیر چنارے

جداگانہ لطف رکھتا ہی۔

شیریں کی طرف سے ایک کنیز سرو قد پیامبر بن کر قیام گاہ پرویز کی طرف جاتی ہی۔ یہاں کس خوبی کے ساتھ جماعت پرویز کو بیگانگانِ آشنا رو کہا ہی شاپور جواب میں صاف کہدیتا ہی کہ ہم ہر شخص کو اپنے پیام و سلام کے قابل نہیں جانتے اگر خود بانوے زمانہ تمھاری ملکہ ہم سے دریافت کرے تو ہم اپنے

راز نہاں کو ظاہر کر سکتے ہیں۔ آخر شاپور بلایا جاتا ہی اور خسرو پرویز کے حالات کے سلسلہ میں کہتا ہی ؎

فرس گلگونِ آں سروِ بلند ست

اس مصرع کی ترکیب اور الفاظ کا تناسب کس درجہ دلچسپ اور فصیح طرز پر ہی
شیریں چوں کہ مدت سے پرویز کے حالات سُنکر اُس کی مشتاق اور دل دادہ ہو رہی تھی اور اپنے آپ کو اُسی کے مناسب سمجھتی تھی اس لئے اُس کی ملاقات کی غرض سے روانہ ہو جاتی ہی۔ اس سادہ مضمون کو کس درجہ بلیغ طریقہ سے بیان کیا ہی کہ اُس کا جواب نہیں ہو سکتا ؎

نثارِ شاہ را رہ رفتہ می داشت   کہ مروارید خود ناسفتہ می داشت

پرویز نے جس وقت شیریں کے حسن و جمال کو اس تازہ روئی سے دیکھا ؎

شدش تازہ ز سر دیوانہ خوے

دوبارہ از سر نو دیوانہ ہو گیا اور گھوڑے سے اُوتر کر شیریں کی پابوسی کرتا ہی اس کی تصویر ملاحظہ ہو ؎

چو سبزہ بوسہ زد بر پاے شمشاد

گویا ایک خاص منظر نظر آ گیا۔ مقابلہ کا میدان ہی اور برابر کا معرکہ ؎

دو عاشق روے در روے ستِ دیدار   نظر بر کار ماندہ عقل بے کار

تحیر کا عالم ہی اور حیرت کا منظر۔ شیریں متعجبانہ نقش دیوار بن کر کہتی ہی ؎

که یارب ایں چه دولت بود مارا　　　که ابرے چوں تو مہماں شد گیارا
مگس جلاب شیریں را بود قید　　　چه شیرینم که عنقا کرده ام صید

سبحان اللہ تشبیہات جدیدہ اور استعارات عدیدہ کا ایک سلسلہ لاانتہا ہی کہ ختم نہیں ہوتا۔ فصاحت کا دریا موجزن ہی۔ بلاغت کے درِ شاہوار گوہر گوش اہل ہوش ہیں۔ بالآخر خسرو پرویز اپنی ضرورت ظاہر کرکے شیریں سے رخصت سفر چاہتا ہی شیریں معشوقانہ ناز و انداز و شاہانہ جاہ و جلال کے ساتھ بہ تقاضائے عشق اظہار عجز کرتی ہی کہ ؎

اگر خورشید بر پایم زند بوس　　　ز پشت پائے خویشم آید افسوس
چو خود می بوسم اکنوں پشت پایت　　　تو پشت پا زنی شاید زرایت

خسرو بعدہٗ مجبور ہوکر اظہار عشق کردیتا ہی کہ میں کسی طرح جانا نہیں چاہتا صرف تیرا امتحان و داد مقصود تھا۔ آیندہ خسرو پرویز شیریں کا مہمان ہی اور مہین بانو خود اُس کی میزبان ہی۔ بزم عشرت قائم ہی اور جام کا دور چل رہا ہی۔ ارباب نشاط نغمہ سرائی کر رہے ہیں۔ عود و عنبر سلگ رہے ہیں اس مجمع عشرت و محفل شادمانی میں شیریں و پرویز کی صورت پہ نظر کیجیے ؎

چو ماہِ چاردہ بنشستہ خسرو　　　پری وش در تواضع چوں مہِ نو

مرحبا۔ تواضع میں بھی شانِ محبوبی نہیں گھٹتی۔ اس موقع پر شیریں کی خاص یہ حالت قابل دید ہی کہ شوق اُس کو بیتاب کر رہا ہی مگر ناز و کرشمہ جو حیا کے ساتھ

ہم پہلو ہیں اُس کے مانع۔ بہر حال ؎

دو مشتاق از غمِ دوری مشوش ۔۔۔ فراقے درمیاں چوں کوہ آتش

اس مضمون میں امیر خسرو نے جس جگہ غروب آفتاب پر ایک سادہ مضمون نہایت شان و شکوہ سے لکھا ہی اُس کے مقابل ہم مولانا نظامی کا خیال ظاہر کرتے ہیں۔ جس کا مقابلہ سخت دشوار ہی ؎

چو مشکیں جعد شب را شانہ کردند ۔۔۔ چراغِ روز را پروانہ کردند

بزیرِ تختِ نردِ آبنوسی ۔۔۔ نہاں شد کعبتینِ سندروسی

خبر یافتن شیرین از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بفرہاد در آمیختن

شیریں خسرو کی عشق تازہ اور عقد جدید کی خبر سنکر آتشِ رشک سے بھڑک اُٹھتی ہی اور سوز فراق کے شعلے اُس کو جلا جلا کر تباہ حال بنا رہے ہیں۔ وہ شبانہ روز حیران و سرگردان ہی کہ ایسی مصیبت میں اُس کا گزر کوہِ بے ستون پر ہوتا ہی فرہاد اُس کو دیکھکر والہ و دلدادہ ہو جاتا ہی۔ شیریں جوئے شیر کھودنے کی فرمائش کرتی ہی اور وہ اُس کو منظور کر لیتا ہی۔ بالآخر شیریں اُس کو اپنا مہمان بنا کر لے آتی ہی اس مختصر مضمون کا مرقع خامہ سحر کار نے ہر ایک جادو نگار شاعر نے کھینچکر اہل نظر کو حسن و عشق و سوز و گداز عشوہ و ناز و عجز نیاز کی بولتی ہوئی تصویروں کا دلدادہ بنا دیا ہی۔ مولانا نظامی جس جگہ کسی نغمہ کو اونچے سروں میں الاپتے ہیں امیر خسرو

اُس کو مدہم کرکے اور کسی موقع پر ایسے سر لگاتے ہیں کہ گنبد گردوں پر زہرہ کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں۔ مولانا نظامی نے شیریں کی خستہ حالی کو جو اُس کی مناجات اور دعائے سحر کے الفاظ میں ظاہر کیا ہے وہ قابلِ قبول ہے۔

امیر خسرو

خبر شد چوں بہ شیرینِ مشوش　　کہ خسرو شد بہ شیرینِ دگر خوش
گہ از جورِ فلک دل تنگ می بود　　گہے با بختِ بد در جنگ می بود
نہ دلداری زکس نے یاری از یار　　ہم از دل دور ماندہ ہم ز دلدار
دلے و صد ہزار اندوہ بر دل　　ز بے سنگی غمے چوں کوہ بر دل
بہ تنہائی نشستے در شبِ تار　　ہمہ شب تا سحر بگریستے زار
کشیدے ہر دم از دل دور باشے　　فگندے چشمِ انجم را خراشے
شبش تا صبحگاہ ایں کار بودے　　بروزش کارِ خود دشوار بودے
جنیبت را بر دل راندے زاندوہ　　گہے در دشت بودے گاہ در کوہ

نظامی

چو شیریں کیمیائے صبح دریافت　　ازاں سیمابکارے روئے برتافت
شبستاں را بروئے خویشتن رفت　　بزاری با خدائے خویش می گفت
خداوندا شبم را روز گرداں　　چو روزم در جہاں فیروز گرداں
شبے دارم سیاہ از صبحِ نومید　　دریں شب رو سفیدم کن چو خورشید

ندارم طاقت و بیمار چندیں اغثنی یا غیاثَ المستغیثین
توئی یاری دہِ فریادِ ہرکس بفریادِ من فریاد خواں رس

اس مناجات کے بعض اشعار ورد بنانے کے قابل ہیں اور آیندہ اس مناجات میں اکثر ایسے اشعار ہیں جن میں قسمیں اور واسطے دلا دلا کر نہایت الحاح وزاری کے ساتھ دعا مانگی ہی وہ خصوصیت کے ساتھ قابل دید ہی۔ہم آیندہ امیر خسرو کے قسمیہ اشعار کے مقابل اُن کو پیش کرینگے۔ اسی سلسلہ میں مولانا نظامی نے اس موقع پر فرہاد کے تفصیلی حالات بیان کئے ہیں۔

مردن فرہاد در عشق شیریں و حالتِ او

اس مضمون میں زنگی فرہاد کش کا سراپا نہایت دل کش طریقہ پر لکھکر ثابت کردیا ہی کہ نازک خیال شاعر کا قلم فی الحقیقت کسی رنگین نگار مصور کے خامۂ موسے نقاشی میں کم نہیں۔ جس طرح صنعت کار مصور ہر قسم کی تصویر اور ہر منظر کا نقش صورت کھینچنے پر قدرت رکھتا ہی۔ اسی طرح روشن دماغ شاعر شاہدان مہ جبین وحسینانِ مہر طلعت کا مرقع تیار کرنے میں وہی دستگاہ رکھتے ہیں جو قدرت اُن کو کریہ منظر عفریت خصال و بدہیئت نازیبا اشکال اشخاص کی تصویر کھینچنے میں حاصل ہوتی ہی۔ جس طرح اُن کا مدحیہ منظر سرمۂ دیدۂ اہل نظر ہوسکتا ہی، اسی طرح اُن کی ہجو کا نظارہ بھی دقیقہ رس سخن چین ارباب کمال کی نگاہوں میں مردم دیدہ سمجھا جاتا ہی۔ ہر نقش ونگار کا واقعی

کمال یہ ہے کہ وہ اصلی واقعہ کی صورت کا رہنما ہو علیٰ ہذا اس ظالم جفا کار کے سراپا کو دیکھکر بھی اُس کی قابلِ نفرین شکل آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔

وہ شیریں کے مرنے کی غلط خبر فرہاد کو سُناکر اپنی یاوہ گوئی سے اُس کو یقین دلادیتا ہے کہ در اصل شیریں کا انتقال ہوگیا۔ امیر خسرو کی روایت کے موافق فرہاد پہاڑ سے سر ٹکراکر شیریں کا نام لیتے ہوئے خودکشی کرتا ہے اور عشاق کی جماعت میں ہمیشہ کے لئے اپنا نام چھوڑ جاتا ہے۔ آئندہ زمانہ کی جفاری، بے مہری، بے وفائی غداری، ستم شعاری کو مختلف امثال بے مثال و دلائل و براہینِ متکلمانہ سے نہایت فصاحت کے ساتھ ثابت کیا ہے۔

مولانا نظامی نے بھی اس موقع پر فرہاد کش نامیمون سیہ کار کا حلیہ مختصر طور پر بیان کیا ہے جس کو ہم بطور انتخاب لکھیں گے مگر امیر خسرو نے اپنی عادت قدیم کے موافق اس پہلو کو خالی پاکر پورا زور دے دیا ہے۔

امیر خسرو

ملک را بود زنگی پاسبانے	ترش رخسارہ و کج مج زبانے
چو دیوِ دوزخ از عفریت روئے	چو زاغِ کہنہ در بسیار گوئے
تہی گاہش فراخ و حوصلہ تنگ	چو زاروغِ ترش سبلت شدہ زنگ
شکم چوں دیگدانِ آتشِ اندود	دہن چوں وام دارِ دیر خوشنود
دہانش را کسے نادیدہ باہم	لبش با آشنائے نافراہم
خصومت پیشہ و ابلیس خوئے	عوانے منت خواری جنگجوئے

چو دیدے دوریِ کس درمیانہ | زمرگِ او خبر گفتے بہ خانہ
بماتم ہا بخندیدے طرب ناک | فگندے در عروسیہا بسر خاک
اگر گردندے از چوبش فرد کوب | نہ زباں چوں ازہ گردے درتہِ چوب
وگر سنگے زدندش خلق در جنگ | چو آہن تیز گشتے درتہِ سنگ
گنہ در سبلتش بیضہ نہادہ | بموئے بینیش رشک او فتادہ
سگے سگ چہرہ باخوئے پلنگاں | خرے خر زہرہ نامِ او خر نگاں
بہ پیشانیش داغے برکشیدہ | چو خطے در خطائے در کشیدہ

نظامی

چو سگ در رہ او رے باطل ستیزے | چو کبّی زود خفتے و دیر خیزے
یکے خروار نان خوردی و بے زور | ہزار افسانہ بشنیدے و دل کور
نکردہ ہیچ کارے پائے بر جائے | وگر گردے فرو او فتادے از جائے
چو قصاب از غضب خونی نشانے | چو نفات از بروت آتش فشانے

صفتِ پیرزن ندیمۂ شیرین و کشتنِ او شکر ملکۂ اصفہان را

زنگی جفا کار قاتل کوہ کن فرہاد ناشاد کے بعد یہ دوسرا خاکہ اُسی قسم کی ایک اور دلالۂ ستمگار جفا کار پیرزن کی تصویر کا ہی جس کو شکر کے ہلاک کرنے میں گویا اُس زنگی کی مربیہ ماں ہونے کا شرف حاصل ہی وہ شیریں کے حکم کے موافق اصفہان

پہنچکر شکر کے محل میں داخل ہوجاتی ہی اور موبولی ماں بن کر کچھ عرصہ کے بعد زہر ہلاہل سے اُس ناکام کا کام تمام کردیتی ہی۔ اس موقع پر اُس پیرزن کی حیّالی وعیاری اُس کی چالاکی وہوشیاری اور زہر کے اثر کے وقت شکر کی گریہ وزاری، یاس و حرماں کی حالت اور آخر وقت اُس کی دردانگیز تقریر کی دل کش تصویر ایسی پرلطف کھینچی گئی ہی کہ اہلِ نظر ایک خیالی نظارہ کو دیکھکر ایک حقیقت حال کا لطف اُٹھا سکتے ہیں اُس پر ہر جگہ مناسب حال زمانہ کی شکایات اور حکیمانہ نصائح جدت اسلوب کے ساتھ بیان کرکے مرقع کو مختلف نقش و نگار سے آراستہ بنا کر گویا ارژنگ چین بنا دیا ہی مگر مولانا نظامی نے اس روایت کو نظرانداز کیا ہی۔

امیر خسرو

چو شیریں برزد از قفلِ شکر بند | سر افگندند خوبانِ شکر خند
بخدمت بود فرتوتِ کہن سال | چو گردون در جہاں سوزی شدہ زال
نگوں پشتے ولیکن گژ خراماں | مہے در سلخ و نامش ماہ ساماں
بدادہ در جوانی نیزہ را داد | بہ پیری نیز چوگاں باز اُستاد
لبش در وردِ سحر و درین نیرنگ | بروں سادہ لباس و از دروں رنگ
کشادہ گریۂ تزویر چوں مے | ہزاراں اہرمن حل کردہ در وے
فریب انگیزے از گیرائے گفت | کہ گردے پشہ و سیمرغ را جفت
گیا ہائے بہ تسخیر آزمودہ | بہر ذرہ دو صد ابلیس سودہ

چو در گوش آمدش گفتارِ شیریں
بدنداں خست لب زاں کارِ شیریں

بجا آورد شرطِ خاک بوسی
سخن پرداز با صد چاپلوسی

شبِ سیاہ کی حجلہ آرائی

امیر خسرو

شبے تاریک چوں دریائے از قیر
بدریا در فگندہ چشمۂ شیر

ز جنبیدن فلک بے کار گشتہ
ستارہ در رہش مسمار گشتہ

ذنب پائے کواکب راشدہ خار
کجک دستِ دہل زن راشدہ مار

ز ظلمت گشتہ پنہاں خانۂ خاک
چو چاہِ بیژن و زندانِ ضحاک

سوادِ تیرہ چوں سودائے خاماں
بدامانِ قیامت بستہ داماں

سدابے خوردہ چرخ آبستن گاہ
ستردن گشتہ از خورشید و از ماہ

غنودہ در عدم صبحِ شب افروز
بقیر انباشتہ دروازۂ روز

بگنجِ صبح قفل افگندہ افلاک
کلیدِ گنج را گم کردہ در خاک

بریدہ تیغ شب از کینہ خواہی
گلوئے بلبلانِ صبح گاہی

خروساں را بگاہِ بانگ و تکبیر
خمیر پیر زن گشتہ گلوگیر

شبے زیں گونہ تاریک و جگر سوز
ز غم بے خواب شیرینِ سیہ روز

وظیفۂ مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات

چو شیریں یافت نورِ صبحدم را — بروشن خاطرے برزد علم را

بمسکینی جبیں بر خاک مالید — بدرگاہِ خدائے پاک نالید

کہ اے در ہر دلے دانندۂ راز — بہ بخشائیش درت بر ہمگناں باز

نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم — ز زندانِ فراق آزاد گردم

بسرِّ کبریا در پردۂ غیب — بوحیِ انبیا در حرفِ لاریب

بنورِ مخلصاں در روسپیدی — بصبرِ مفلساں در ناامیدی

بداں اشکے کہ شوید جامہ را پاک — بداں حسرت کہ گردد ہمرہِ خاک

بخونِ غازیاں در قطعِ پیوند — بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند

بآہے کز سرِ شورے برآید — بخاکے کز سرِ گورے برآید

بمہرِ اندودہ دلہائے کریماں — بگرد آلودہ سرہائے یتیماں

بشبہائے سیاہِ تنگدستاں — بدلہائے سفیدِ حق پرستاں

بعشقِ تو در آغازِ جوانی — بغمہائے کہن در دلِ نہانی

بداں بے دل کہ ہستی نایدش یاد — بداں دل کو بود در نیستی شاد

بداں سینہ کہ دارد عشقِ جاوید — بہجرانے کہ ہست از وصل نومید

کہ برداری غم از پیرامنِ من — نہی مقصودِ من در دامنِ من

اس جگہ مولانا نظامی کی مناجات کے انتخاب کا ذکر لطف سے خالی نہ ہوگا اگر ارباب سخن ہر ہر شعر کو میزان انصاف میں وزن کر کے فیصلہ کریں تو بالیقین امیر خسرو علیہ الرحمۃ مولانا نظامی کے ہم صفیر ثابت ہوں گے، بلکہ بعض نغموں میں زیادہ بلند آوازہ۔ لیکن شبِ سیاہ کے بیان کرنے میں مولانا نظامی کا پایہ اوج کمال تک پہنچا ہوا ہے۔

مناجات نظامی

شکیبائیش مرغان را پر افشاند	خروسِ صبح مفتاح الفرج خواند
ندارم طاقتِ این کورۂ تنگ	خلاصی دہ مرا چوں لعل از سنگ
بآبِ دیدۂ طفلانِ معصوم	بسوز سینۂ پیرانِ مظلوم
بپاک آیئنے دیں پرور انت	بصاحب سرّیٔ پیغمبرانت
بداں زاری کہ زندانی نماید	بزاہد کو ثنا خوانی نماید
بدردِ یوسف واندوہِ یعقوب	بقربانِ خلیل وصبرِ ایوب
بداور داورِ فریاد خواہاں	بیارب یارب صاحب گناہاں
بریحانِ نثارِ اشک ریزاں	بقرآن چراغِ صبح خیزاں
بمسکینئ مسکینانِ مسکیں	بغمگینئ غمگینانِ غمگیں
بنورے کز خلائق در حجابست	بانعامے کہ بیروں از حسابست

که رحمے بر دلِ پر خونم آور　　وزیں غرقابِ غم بیرونم آور

اگر ہر موئے من گردد زبانے　　شود ہر یک ترا تسبیح خوانے

ہنوز از بے زبانی خفتہ باشم　　ز صد شکرت یکے ناگفتہ باشم

بدرگاہ تو در امید و در بیم　　نشاید راہ بردن جز بہ تسلیم

وصف شب سیاہ

شبِ تیرہ چو کوہے زاغ بر سر　　گراں جنبش چو زاغِ کوہ بر پر

شبے دم سرد چوں دلہائے بے سوز　　برات آوردہ از شبہائے بے روز

کشیدہ در عقابینِ سیاہی　　پر و منقارِ مرغِ صبحگاہی

گرفتہ آسماں را شب در آغوش　　شدہ خورشید را مشرق فراموش

زناشوی ہم خورشید و مہ را　　رحم بستہ بزادن صبحگہ را

ز تاریکی جہاں را بند بر پائے　　فلک چوں قطب حیراں ماندہ بر جائے

شمالی پیکراں را دیدہ در خواب　　جنوبی طالعاں را بیضہ در آب

سوادِ شب بر از دیدہا نور　　بنات النعش را گردہ ز ہم دور

نماندہ در خمِ خاکستر آلود　　در آتش خانۂ دوراں بجز دود

مجرّہ بر فلک چوں کاہ بر راہ　　فلک در زیر او چوں آب در چاہ

نہ ہدہد را زبانِ تند خوانی　　نہ مرغاں را نشاطِ پرفشانی

شنیدم گر بشب دیوے زند راہ | خروسِ خانہ بردارد علی اللہ
چراغِ بیوہ زن را نور مردہ | خروسِ پر زبان را غول بردہ
بہر گام از برائے نور پاشے | ستارہ زنگیِ بادور باشے

غزل باربد از زبان خسرو بجناب شیریں

ایک ہی ترانہ ہے اور ایک ہی نغمہ مگر اُس کو کس قدر سازوں کے مختلف پردوں میں کیسے کیسے دل کش اور خوش نوا دھنوں میں گایا جاتا ہے حقیقتاً۔ نہ باربد کا وجود ہے اور نہ نکیسا کا راگ نظامی و خسرو ہی دونوں نوازندہ ہیں اور یہی سازندہ۔ آوازوں پر قابو ہے اور گلوں پر قبضہ گویا قانون قدرت کے دو شعبے ہیں جس سے بے شمار شاخیں اور بے تعداد اصول ظاہر ہو رہے ہیں۔ بظاہر شیریں و خسرو کی پسندیدہ بزم آرائی ہے اور فی الواقع نظامی و خسرو کا میدان معرکہ آرائی۔ فصاحت و بلاغت کے فنون ظاہر ہو رہے ہیں اور نازک خیالی اور مضمون آفرینی کی گرم بازاری کا سودا ہے۔

امیر خسرو

رباب باربد شد سحر پرداز | بزخمہ خون چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینہ غم را بیخ برکند | فرو گفت ایں غزل را در نہاوند
وررت حاجت گہ بخت جوانم | سرِ زلف تو خلوت گاہِ جانم

چہ دولت مند بود ایں چشم روشن | کہ جاں را از جمالت کرد گلشن
ہمیں زائینہ روئے صبحِ اُمید | کہ در آئینہ نتواں دید خورشید
بداں سختی مدار آئینہ در پیش | در آبِ چشم من ہیں صورتِ خویش
تو آخر رحمتے کن بر دلِ خویش | حجابِ آئینہ یکسو کن از پیش
چو بالعلت بے ہمدست باشم | ہبوے تا قیامت مست باشم

نظامی

نکیسا چوں زد ایں طیارہ بر چنگ | سہ تائے بار بد برداشت آہنگ
بآوازِ حزیں چوں عذر خواہاں | رواں کرد ایں غزل را در صفاہاں
مرا در کویت اے شمع نکوئی | فلک دانہ پراگندست گوئی
بداں چشم سیہ کاہو شکارست | گر آہوئے تو چشم را غبارست
مرا فرخ بود در روئے تو دیدن | مبارک باشد آوازت شنیدن
تو نورے بر فروز افسردۂ را | ببوئے زندہ کن ایں مردۂ را

تزویج خسرو و شیریں و وصف سراپاے برادر خواندۂ شیریں

اس مضمون میں شیریں کے ایک خادم پیرانہ سال دیو خصال کا سراپا ایسی خوبی کے ساتھ دکھایا ہے کہ اُس کی ایک خوف ناک عجیب و غریب بدنما صورت کی تصویر سامنے نظر آجاتی ہے۔ اُس پر طرہ یہ کہ جدت اسلوب و جدت طبع کے ساتھ

جو امیر خسرو کا جذبۂ فطری ہے صنائع و بدائع لفظی و معنوی کے کمال کو اوج ترقی کے آسمان تک پہنچا دیا ہے۔ اس مثنوی کے چند خصوص معرکہ آرا مقامات میں سے یہ بھی شاعری کا ایک خاص میدان ہے۔ اس داستان کا ہر ہر شعر نئے نئے استعارات اور تازہ و نو بنو تشبیہات کا مرقع ہے۔ اور اس خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ مولانا نظامی نے جو اس موقع پر شیریں کی ایک خادمہ پیرزن کی تصویر کھینچی ہے وہ بھی اپنے نقش و نگار میں لاجواب ہے۔ چونکہ اُس کے مقابل میں یہ نقش ثانی پیش کیا جاتا ہے، اس لئے خامۂ مو کی صنعت کاری میں پوری قوت سے کام لیا گیا ہے۔ اگر ارباب نظر اس مناظرہ کا پورا لطف حاصل کرنا چاہتے ہیں تو فرداً فرداً ہر شعر کو باہم مقابل کر کے فیصلہ کریں غالباً کسی طرح وہ امیر خسرو کو اس معرکہ میں پیچھے نہیں پائیں گے۔ بلکہ بعض اوقات قدم آگے بڑھ جاتا ہے۔ امیر خسرو کے بعض اشعار کے ساتھ اس جگہ مولانا نظامی کے چند اشعار بطور انتخاب درج کئے جاتے ہیں۔ زیادہ تفصیل کا محل نہیں ہے۔

امیر خسرو

(سراپاے خادم پیرانہ سال شیریں)

صنم را بود بر در خادمِ پیر	چو مستان دیو و چوں دیوان زبوں گیر
ز پیری سست خیز و سال فرسود	چو طفلاں زود خشم و دیر خشنود
بر و از پوست و رگ چوں چنگ بستہ	دہن بے آب و دنداں زنگ بستہ
ز بہر گفتن لعاب از لب روانش	مگس رندہ فراواں در دہانش

سرے چوں پوستینِ کہنہ پشمین | رُخے چوں فوطۂ مالیدہ پرچین
پلک سرخ و نظر بےکار ماندہ | پر از پیچال جسمِ زار ماندہ
بنود از بس کہ در رو ہیچ مویش | کدوئے تلخ داماں ست ریش
دو دستش ز آستینِ خواجگانہ | چو کفشِ کہنہ زیرِ چامخانہ
دو ساقِ لپت و پاہائے فسردہ | چو غوکِ خشک پیشِ مارِ مردہ
کلاہ کافری بر سر چو دیگے | ز دو قیانوس ماندہ مردہ ریگے
شکم چوں بربطِ ناساز کردہ | دو پا ہمچوں عصائے کرم خوردہ
ببالین گاہِ شیرینِ دل افروز | ز بیکاری مگس گشتے شب و روز
در اندم کز طرب معزول بودے | ز دل تنگی بدو مشغول بودے
برہنہ خفتے اندر شب الف وار | دو پا را لام الف کردے بدیوار
ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست | میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست
چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید | فتادہ سایۂ در پیشِ خورشید
گرفتش چوں عقابے کرگسے را | ز جا برداشت چوں دریا خسے را
برجِ ماہ برد آں جرمِ منحوس | چو بوتیمار در پہلوئے طاؤس
چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد | خود از بہرِ تماشا را کمیں کرد

اس جگہ نہالِ نظم کو گویا استعارات و تخیلات کا گلدستہ بنا دیا ہے۔

نظامی

عجوزے بود مادر خواندۂ او
زنسلِ مادراں وا ماندۂ او

چہ گویم چوں کہن گرگے بہ تقدیر
نہ چوں گرگِ کہن چوں روبہ پیر

دو پستاں چوں دو خنک آب رفتہ
ز زانو زور و زتن تاب رفتہ

تنے چوں خرکماں از کوزہ پشتی
برو دوشے چو کیمخت از درشتی

دو رخ چوں جوزِ ہندی ریشہ ریشہ
چو حنظل ہر یکے زہرے بشیشہ

دہان و بینیش از بس شاخ شاخے
بگور تنگ می ماند از فراخے

شکنجِ ابرویش بر لب فتادہ
دہانش را شکنجہ بر نہادہ

زبینی خرگہے بر روئے بستہ
نہ دنداں بلکہ زرنیخِ شکستہ

ہم آغوشی خسرو و شیریں و خلوت زناشوئی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ کے صنعت کاری و جدت شعاری کے کمالات سے اس مثنوی میں شبِ زفاف کی جلوہ آرائی کا یہ دوسرا رنگین و بیزنگار حیرت افزا مرقع ہے جس کا ہر حصہ اور ہر شقہ گویا اصلی واقعہ کی جداگانہ ایک صورت نما تصویر ہے۔ سخن کے اس چمن زار میں دو منظر دکھائے ہیں۔ اول شیریں کا زرین و مکلل زیوروں اور شاہانہ بوقلموں لباسوں سے آراستہ ہوکر بزم آرائے وصال ہونا اور اسی سلسلہ میں اُس کے عشوہ و ناز، غمزہ و انداز، گلگونہ و غازۂ خوشبو، خندۂ شکریں و دل جو

رخ گلگوں، عارضِ سیمیں، مژگانِ دل فریب، چشمِ نیم باز، گیسوے پرخم، سیبِ زنخدان، چاہِ غبغب وغیرہ وغیرہ تمام پسندیدہ اعضا کا ایسا سراپا کھینچا ہی کہ بڑے بڑے کامل فن مصور اُس کو دیکھکر انگشت بدنداں ہوجاتے ہیں۔ دوسرا پُرلطف نظارہ خسرو و شیرین کی ہمکناری اور اُن دونوں کی بے تکلفی کے ساتھ ہم آغوشی کا بے حجاب آئینہ ہی جس میں فی الواقع ایسے ایسے بدیع استعارات اور نادر تشبیہات ولاجواب دقیق ایہامات کی دلچسپ صورتیں نظر آتی ہیں کہ غالباً کسی کی نظرِ فکر و چشمِ خیال نے اس سے پہلے اُن کو نہ دیکھا ہوگا۔ شکر کی بزمِ مواصلت اور اُس کی سراپا ناز صورت کی دل کش تصویر دیکھنے کے بعد کوئی خیال نہیں کرسکتا ہی کہ آیندہ کسی شاعر کی قوتِ متخیلہ اس سے بہتر اور نیا خیال پیدا کرسکے۔ مگر جدتِ طبع اور فطرتی شاعرانہ جذباتِ خسروی نے ثابت کردیا کہ آپ کے سخن کی بحرِ ذخار کی ایسی بے شمار موجیں ہیں جو وقتاً فوقتاً تمام عالم کو سیراب کررہی ہیں۔ مگر اس جگہ جوشِ طبع اور اضطراری شورشِ فکر نے آپ کو کچھ ایسا ازخود رفتہ بنادیا ہی کہ اخلاق کا دامن ہاتھ سے چھوٹا جاتا ہی اور تہذیب کے جامہ سے مضمون آفرینی کا نشہ باہر کئے دیتا ہی۔ خاص وجہ یہ ہی کہ مولانا نظامی نے بھی اسی ہوش ربا فصلِ بہار میں خصوصیت کے ساتھ ایسی چمن طرازی کی ہی کہ باغِ سخن کے ہر نونہال اور ہر شجر کا تھالہ آپ کی گلریزی سے دامن گلچیں کو شرماتا ہی۔ بے اختیاری کا وہاں بھی یہی مدہوشانہ خمار اور مستانہ اضطرار ہی۔ اگرچہ امیر خسرو ہمیشہ ایسے موقعوں پر

پہلو تہی کر جاتے ہیں جہاں مولانا نظامی نے بہت زیادہ زورِ سخن دکھایا ہے اور اُس کا عوض دوسری جگہ پورا کر دیتے ہیں جس کا اظہار باوقاتِ مختلفہ ہو چکا ہے لیکن اس مثنوی میں یہ ایک خاص موقع ہے جس میں دونوں صاحب ایک جام سے سرشار ہیں۔ اس جگہ مولانا نظامی کا دونوں قسم کا کلام انتخاب کے ساتھ مگر کچھ زیادہ ضرورتاً پیش کیا جاتا ہے کہ لطف میں کمی نہ ہو اور علیٰ ہذا امیر خسرو کے مرقع کی بھی چند تصویریں شمعِ بزم اہل نظر ہیں۔

امیر خسرو

صنم چوں خرمنِ گل خاست از جائے — عروسانہ بیاراست آں سراپائے

حریرِ آب گوں بر ماہ بر بست — بگیسو چشمِ بد را راہ بر بست

نوردِ پرنیاں بر گل بر افگند — کشاد از درجِ زر آہنیں بند

مکلل زیورے در خوردِ شاہاں — بہائے ہر دُرے دخلِ سپاہاں

بداں بالائے شہر آرائے پوشید — عروسانہ ز سر تا پائے پوشید

بروں آمد چو از ابر آفتابے — موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے

(سراپائے شیریں)

خسرو

دو لب ہم انگبین ہم بادہ در دست — دو چشم شوخ نے ہشیار نے مست

خمارِ نرگسش در فتنہ خوئے — میانِ خواب و بیداریست گوئے

بمژگاں داد ہر جاں خراشے — گہے جاں دادے و گہ دور باشے

فریبِ غمزۂ جادو زباں بند | شگافِ پستۂ شیریں شکر خند
لبے از چشمۂ حیواں سرشتہ | ہلاکِ عاشقاں بر وے نوشتہ
لبے پر خندۂ شیریں مہیا | حیات افزائے مردم چوں مسیحا
زنخدانش کہ برد از مشتری تاب | بغبغب چوں گوے کافتد بگرداب
رخش را سکہ زد خالے درم وار | درم بے مہر بود و نقرہ بسیار
خوے کز روے آں طناز میریخت | کرشمہ می چکید و ناز میریخت
بنا گوشے چو برگِ یاسمیں تر | بر اندامے از گل نازنیں تر
دُرا ندر گوش بنداری کہ بردوش | فرو خواہد چکید از نرمۂ گوش
دو گیسو کز رہش خاک میروفت | فرو میریخت مشک و پاک میروفت
زمستی زلف او در ہم شکستہ | ہزاراں توبہ در ہر خم شکستہ
جہاں سوزی چو خورشید جہاں تاب | میانش تشنہ و بر ہاش سیراب
بتے کز دیدنِ آں شکل و رفتار | بہ بستے زاہدِ صد سالہ زنار

(ہمکناری خسرو و شیریں)

چو فارغ شد ز شہ تنہاے چوں نوش | کشید آں سرو را چوں گل در آغوش
چناں در بر گرفت آں قامتِ راست | کہ نقشِ پرنیاں از پوست برخاست
بہ تیزی در عقیق الماس ہیراند | نہالے در شگافِ غنچہ می شاند
ز حلقہ در دلِ شب تیر می جست | کہ گلگونش بجوئے شیر می جست

نہ جوئے شیر بلک آں جوئے خوں بود — روانہ فرہاد پرسش کن کہ چوں بود

رہش بر سرمہ دانِ عاج می شد — ز ہیلیغ سرمہ داں تاراج می شد

ہمیشہ با مہندس پیشگاں زیست — سہ یک را ضرب از آں ہیداد در بیست

خضر سیراب گشت اندر سیاہی — چکید آبِ حیات از کام ماہی

دہانش بر دہان و دوش بر دوش — میانش بر میان و نوش بر نوش

چناں بادِ جوانی در سر آورد — کہ شور از چشمۂ شیریں بر آورد

گلے دید از بہشتش آبجو روے — ز تاراجِ خزاں نادیدہ گردے

چو چشمہ بر کشاد و غنچہ بشگفت — خرد بیدار گشت و آرزو خفت

فرو خفتند ہر دو سروِ آزاد — چو شاخِ یاسمن بر برگِ شمشاد

ستارہ داد چوں خورشید را پشت — بیک دم صبح شمعِ ماہ را کشت

یہ نظارہ ہر حیثیت سے بہت زیادہ پر لطف ہی۔ سخن کے ہر دو چمن آرا اہل کمال نے جس درجہ اور جہاں تک گل افشانیاں کی ہیں اُن کے باہمی مقابلہ کا بہت اچھا موقع ہی۔ ارباب فن اس کا فیصلہ آسانی کے ساتھ کر سکتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس جگہ جدت استعارات جدیدہ و اختراع تشبیہات نو بنو میں امیر خسرو پیش قدم اور پیش رو ہیں۔ اور بندش کی چستی اور لطف زبان کے ساتھ مضمون آفرینی کا جوش اور بیان کی صفائی مولانا نظامی کا حصہ ہی۔ مگر امیر خسرو نے ہر شعر کے جواب کی

سلہ اس یقیف معمے کے حل میں امیر خسرو کی جدت طرازی سے ایک دلچسپ شکل پیدا ہوتی ہی۔

پوری کوشش کی ہے۔

نظامی

برون آمد ز ظرفِ ہفت پردہ — بنام ایزد رخے ہر ہفت کردہ

چگویم چوں شکر شاکر کدام ست — طبرزد چہ کہ او ہم ناتمام ست

چو سروے کو بود در دانش نوش — چو ماہے کو بود ماہِ قصب پوش

مہ و خورشید با خوبیش درویش — گلے از صد بہارِ مملکت بیش

جہاں افروز دلبندے چہ دلبند — بجز منہا گل و خروار ہا قند

بہارِ تازہ چوں گلبرگِ خنداں — سزاوارِ کنارِ ہوشمنداں

ز خالش چشم بد را خواب رفتہ — ز دیدہ نقشِ او بر آب رفتہ

لب و دندانش از نور آفریدہ — لبش دندان و دنداں لب گزیدہ

ز گوش و گردنش لولو خروشاں — کہ رحمت بر چنیں گوہر فروشاں

رخ از باغِ سبکروحی نسیمے — دہاں از نقطۂ موہوم میمے

نسیمش در بہا ہم سنگِ جاں بود — ترازو داریِ زلفش ہماں بود

عقیقِ سیم رنگش سنگ در مشت — کہ تا بر حرف او ننہد کس انگشت

کشیدہ گرد مہ مشکیں کمندے — چراغے بستہ بر دودِ سپندے

بنازے قلبِ ترکستاں دریدہ — ببوسے دخلِ خوزستاں خریدہ

تنے چوں شیر با شکر سرشتہ — طبا شیرش برابر شیر ہشتہ

بپیچید در بزم چوں قاقم بر و مشت | کشیده چوں دم قاقم ده انگشت

کرشمه گردنش بر دل شاں زن | خمار آلوده چشمے کارواں زن

گل دستر گدا ایں گل چه شکر | بدو وا مانده بس الله اکبر

(بزم وصال)

ولہ

شه از اوّل بگل چیدن در آمد | چو گل زاں گل بخندیدن در آمد

پس آنگه عشق را آوازه در داد | صلائے میوه هائے تازه در داد

سگیے از بس نشاط انگیز پرواز | کبوتر چیره شد بر سینهٔ باز

حصارے یافته چوں قفل بر در | چو آبِ زندگانی مهر پرور

شگرفے کرد تا خازن خبر داشت | بیاقوت از عقیقش مهر بر داشت

با بریق عقیق آورد جمعش | شده بر در بلوریں طشت و شمعش

خدنگ غمزه با پیکاں شده جفت | به پیکاں لعلِ پیکانی همی سفت

مگر شه خضر بود و شب سیاهی | که در آبِ حیات افگند ماهی

چو تختِ میل شه شد تختهٔ عاج | حسابِ عشق رفت از تخت و از تاج

بضربِ دوستی بر دست می زد | دبیرانه یکے در شصت می زد

طبرزد با نباتش ساز می کرد | ز عنابش شکر ها باز می کرد

نگویم بر نشانه تیر می شد | رطب بے استخواں در شیر می شد

چکیده آبِ گل در سیمگوں جام | شکر بگداخته در مغز بادام

زرنگ آمیزیِ آں آتش و آب | شبستاں گشتہ پر شنگرف و سیماب
صدف بر شاخِ مرجاں عہد بستہ | بیک جا آب و آتش عہد بستہ

مناجات آخر کتاب

امیر خسرو

خدایا خاکِ من چوں خود سرشتی | سخن بر من بکلکِ خود نوشتی
نہ درہ خور بود مغزِ من بدیں بوے | تو دادی سوز بازارم دریں کوے
ازیں ہنگامہ چوں بیروں روم فرد | مگرداں گرمیِ بازار من سرد
چناں کن دست تخم را نمک ریز | کہ باشد تا قیامت رغبت انگیز
چو بکشاید فردا پردۂ راز | نہ پرسی از من ایں بازیچہ را باز
چو بر خسرو سر آید زندگانی | گناہش عفو کن باقی تو دانی

دعاے سلطانی و خاتمۂ کلام

نظامی

جہاں را تا ابد شاہِ جہاں باد | ہر انچہ امید دارد آں چناں باد
سعادت یارِ او در کامرانی | مساعد با سعادت زندگانی
سخن را بر سعادت ختم کردم | ورق کانیجا رسانیدم در نوردم
روانش باد جنت شادکامی | کہ گوید باد رحمت بر نظامی

امیر خسرو علیہ الرحمۃ نے اپنی فطری جدت اور جبلی فطانت سے کتاب کے آخر حصہ کو ایسے جملوں اور الفاظ پر ختم کیا ہی کہ ہر شخص خود بخود اس کہنے پر مجبور ہی کہ فی الواقع امیر خسرو کا خاتمہ بخیر ہوا - فقیر علی احمد خاں اسیر عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عروسِ دُعا بہ حجلہ حمدِ کبریا

خداوندا دلم را چشم بکشائے — بمعراجِ یقینم راہ بنمائے

برحمت باز کن گنجینۂ جود — درونم خوانِ بشا درِ وانِ مقصود

ولے بخش از ثنائے خویش معمور — زبانے زآفرینِ دیگراں دور

درآسانیم شکر اندیش گرداں — بدشواری سپاسم بیش گرداں

اُمیدم را بجائے کش عماری — کہ باشد پیشگاہِ رستگاری

توضیح :- بنظر اختصار نسخہ حبیب کو حرف (ح) اور نسخہ جہانگیری کو حرف (ق) کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہی۔ اور نسخہ حیدرآباد کا ذکر نہیں ہی اس وجہ سے کہ وہ نسخہ حبیب کے مثل ثابت ہوا۔ اگر نسخہ (ح) مثلاً نوٹ میں ہی تو اُس کے مقابل متن کا نسخہ (ق) صحیح سمجھا جائیگا علیٰ ہذا بالعکس کیوں کہ ہر نسخہ صحیح کو متن قرار دیا گیا ہی۔ ن۔ ق۔ بر

چو خود برداشتی اوّل زخاکم | مده آخر بطوفانِ هلاکم

بعفوم شوئے تا پاکی پذیرم | بخویشم زنده گرداں تا نمیرم

نه دل پژمرده دارم نهانی | تو بخشی مردگاں را زندگانی

برافروز ایں زیارت خانهٔ خاک | بعقلِ روشن و اندیشهٔ پاک

بخوابِ غفلتم مگذار ازیں بیش | مرا خود خوابِ دیگر هست در پیش

خیالے را که می بندم دریں درج | بغفلت زندگانی می کنم خرج

زبهرِ گرمیِ هنگامهٔ خویش | سوادے میکنم در نامهٔ خویش

چو گردد نقشِ ایں دیبا مکمل[۱] | بعتق النّار کن آنرا مسجّل[۲]

حسابِ من که ایں دیدن[۳] نیرزد | مپرس از من که پرسیدن[۴] نیرزد

کرم را شحنهٔ بازارِ[۵] من کن | عنایت را کفیلِ[۶] کارِ من کن

بآمرزش امیدم[۷] تازه گرداں | امیدم را برون زاندازه گرداں

چو زآمرزش رسید امیدواری | بگو بسم الله ای[۸] دل هر چه داری

توحیدِ باری عز اسمه

بنامِ آں که جاں را زندگی داد | خلایق[۹] را بجاں پایندگی داد

ن[۱] ح-مسلسل ن[۲] ح-عنوان ن[۳] ق-آں دیوان ن[۴] ق-جزتادان ن[۵] ح-کردار ن[۶] ح-کفیلی
ن[۷] ق-زبانم ن[۸] ق-اینک تا چه ن[۹] ق-طبیعت

خداوندیکه حکمت بخشِ خاکست | کمینه بخششِ او جانِ پاکست
دوکون از صنعِ او یک گُل زباغے | زملکش نه فلک دودِ چراغے
رموز آموزِ عقلِ نکته پوید | شناسائی دهِ جانِ خردمند
بصارت بخشِ چشمِ پیش بیناں | تمنائے درونِ شب نشیناں
جواهر بندِ ناهید[1] از ثریا | چراغ افروزِ دُر در قعرِ دریا
بعنوانِ عنایت[2] کرده تحریر | حساب کائنات از کلکِ تقدیر
سپرده در جهانِ بے نیازی | ارادت[3] راعنانِ کارسازی
اگر تقدیرِ او مرگست و گر زیست | همو داند که در[4] وے مصلحت چیست
نه دانا زد خبر دارد نه اوباش | که حربا نیز کور آمد چو خفاش
تو شوخی بیں که ادراک اندریں راه | بجاسوسی[5] کشاده چشمِ کوتاه
زغیرت لطمه خورده خطرناک | کنوں[5] تاریک گشته چشمِ ادراک
کسے کو آدمی راکرد بنیاد | کجا گنجد بوهمِ آدمی زاد
رقم[6] کو باز نشناسد قلم را | چه داند باز نقاشِ رقم را
نه در ما گنجد اسرارِ الٰهی | نه دریا گنجد اندر گوشِ ماهی[5]
خرد از بود او کے گردد آگاه | کجا نابود را در بودِ او راه

---

[1] ناهید زهره مطربه فلک سوم [2] ق-عنایت [3] ق-حکمت اندران [4] ق-نظری افگند با
[5] ق-کزاں [6] ق-قلم کو باز نشناسد قلم را، چه داند او حکم را ورقم را [5] گوش ماهی-صدف که بدریا پیدا شود-

نه آن بود ست کو نابوده گردد — نه مصنوع ست کو فرسوده[1] گردد

زگرد نیستی آسوده[2] ذاتش — ز آسیب زوال ایمن حیاتش

به بخشش بندگان را دست گیرد — فراوان بخشد و اندک پذیرد

کسی کو ظلمت فسقش کند دور — ز توفیقش فرستد مشعل نور

وگر خواهد شب کس را درازی — کشد شمعش بباد بی نیازی

چو خواهد روشنی در جان تاریک — نماید ره بحکمت های باریک

مبین خوار ار کسی گم گشته سازیست — که دولت را درو پوشیده رازیست

بشکرش هر کلوخی[3] راز بانیست — وزان هر ذره تسبیح خوانیست

به بیکاری بملکش[5] یک مگس نیست — تصرف را بکارش[4] دسترس نیست

نصیب هر که داد از قسمت خویش — نه کم گردد از آن یک ذره نی بیش

چو داد از جانور زیور زمی را — طراز معرفت بست آدمی را

عنایت را نگر کین سو عنان داد — که هم دل داد ما را هم زبان داد

زگوهر مرد را پر کرد سینه — زبان را ساخت گنجور خزینه

زبان را با تقاضا آن گونه حد بست — که دامانش بدامان ابد بست

کفایت را بمردم داد منشور — که تا زو گردد این ویرانه معمور

جهان را تا نیارد فتنه در زیر[6] — ببازوی شریعت داد شمشیر

---

۱ ح- هم سوده ۲ ح- پاکیزه ۳ ق- جمادے ۴ ح- بکارش ۵ ق- بملکش ۶ ق- هرکس زیر

هدایتُ الطریق از اصل تا فرع | حوالت کرد بر دروازهٔ شرع
چو بهرِ بندگی بخشید هر چیز | کرامت کرد شغلِ خواجگی نیز
چو شکرِ بندگی گفتن نیاریم | سپاسِ خواجگی راچون گزاریم
نیارد مردم از چنداں کرامت | یکے راشکر کردن تا قیامت

مناجات بحضرتِ قاضی الحاجات وشمارِ انعاماتِ بے غایات

خدایا چوں بمنشورِ الٰہی | رقم کردی سپیدی و سیاہی
زبارانِ عنایت گِل سرشتی | براتِ مردمی بروے نبشتی
مثالِ ہستیٔ ما ہم زاوّل | بتوقیعِ کرم کردی مسجّل
زگنجِ بخششم ہر چیز دادی | کلیدِ گنجِ ایماں نیز دادی
کریماں کز کرم خرمن کشانید | چو بخشیدند گردش باز تانید
تو باچنداں کرمہائے نواساز | زمفلس کے ستانی دادہ را باز
چراغم راچو خود بخشیدہ نور | مکن بخشیدۂ خود را زمن دور
بہر فعلم کہ گردانی سزاوار | رضائے خویش کن با فعلِ من یار
بقہرِ نفس نیرو مندیم دہ | بہرچہ آید زتو خرسندیم دہ
زغیبم نعمتے فرمائے بے خواست | کہ امشب توشۂ فردا کنم راست

چناں دہ پایۂ ہمت بلندم ‌‌ — که از هر دو جهان دل با تو بندم

بیادِ خویش کن زاں گونه شادم — که ناید هیچگه از خویش یادم

چناں ده مردمِ چشمِ مرا نور — که نبود هیچگاه از مردمی دور

چناں نزدیکِ خویشم کن یگانه — که از خود دور مانم جاودانه

مده بختِ مرا آں شرمساری — که سر بر هر درے کوبد بزاری

چناں بر عیبِ خویشم دیده کن باز — که از عیبِ کساں بر نارم آواز

هوائے دل چو پیچد گردنم را — زعونِ خود توانا کن تنم را

چو افتد لاشه در سیلاب بختم — فرو مگذار در سیلاب رختم

ازیں طینت که ماندم پائے در گِل — روانم کن بسوئے عالمِ دل

چو بیکاری کند نفسِ علف خوار — ز توفیقش قوی کن بازوئے کار

بهر مویم که در[1] اندام روید — زبانے ده که تسبیحِ تو گوید

بمردی کن چو شیراں زورمندم — مکن چوں سگ بشهوت پائے بندم

چو نفسِ بد کند شهوت پرستی — بده دستے[2] که بر گردد ز پستی

منِ خفته که دیوم داد بازی — بدریائے صلاحم کن نمازی

به نرمی گوشمالم ده گهِ خواب — که سختی را ندارم طاقت و تاب

ز غوغائے قیامت ده نجاتم — بگنجور عنایت کن براتم

---

[1] ق۔ بر   [2] ق۔ نفسے

دلے دارم دریں کاخِ گل اندود | کہ نقدے باو بیست از گنجِ مقصود

زعصمت پاسبانی دہ دریں کاخ | کہ دزدِ فتنہ درناید ز سوراخ

دلے[1] کو نیست دردیں یار بامن | اگر خود جاں بود بگذار بامن

براں کنگر کہ دارد نورِ جاوید | بدستِ من کمندے[2] دہ ز امید

امیدم را برائے کن حوالت | کہ باشم پیروِ ختمِ رسالت

نعتِ سیّد الانبیا خاتم الرسل علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسّلام

محمدؐ کاصلِ ہستی شد بجوش | جہاں گردے ز شادروانِ جوش

چراغِ روشن از نورِ خدائی | جہاں را دادہ از ظلمت رہائی

دلِ خصماں گواہ بر صدقِ ذاتش | گواہی دادہ سنگ از معجزاتش

دمِ خلقش کہ جاں دادہ عرب را | فرو کشتہ چراغِ بولہب را

شدہ بر عنکبوتے سوئے غارے | مگس گیری شدہ عنقا شکارے

دو قرباں یافتہ زو زندگانی | دو زندہ گشتہ[3] از وے جاودانی

نجیبِ کون و شیرش را بوادی | خبر ثانی و دو فرزند جادی

تحیت خوانِ دینش را بوادی | خضر ثانی و دو فرزند جادی

۱۔ ح۔ گلے   ۲۔ ق۔ چراغے   ۳۔ ق۔ تشنہ

بخیبِ کون و سرّش را بوادی		خبر ثانی و دو فرزند حادی

بخیبِ کون و نیش را بوادی		خضر ثانی و دو فرزند حادی

گهش آهو سخن گو و گهی شیر		گهش حجت زبان و گاه شمشیر

طرازِ خاتمت نقشِ نگینش		کلیدِ نه فلک در آستینش

شکوهِ آفتاب از پایهٔ او		بجز وی هر که باشد سایهٔ او

همین او را نگویم سایه یار است		دگر هر کس که بینی سایه دار است

بدانسان گشته در وحدت یگانه		که نا گنجید خود هم درمیانه

در احمدؐ از احد کامل جمالی ست		چو احمد بی احد شد صفرِ خالی ست

بنامِ احمدؐ اندر سجده نه بام		مگر حم سجده است اندران نام

کتابِ انبیا کامد زپیشی		همه برنامهٔ پاکش حویشی[1]

ملایک خوانده شمعِ آسمانش		دخان و نور روشن از دهانش[2]

نوشته از دخان پُر نور منشور		دخانش نور بل نور علی نور

ز مویش چرخ را منشور لولاک		ز زلفش کعبه را زنجیر افلاک

مسیحا از دمِ خود در فتبہ جایش		خضر از آبِ حیوان شسته پایش

براهلِ اقتلوا رانده غضب را		بلوحِ فاستقم خوانده ادب را

کدامی[3] نا خنش در رهبر بنانی		که از نون و القلم ندهد نشانی

---

[1] امالهٔ حوهشی ۱۲		[2] ق - از زبانش		[3] ح . گدائی

به دولت گیریِ بختِ جهانگیر — لوائے شرع را کرد آسمان گیر

زهستی نور او بود اوّلین چیز — چه صادق بود صبحِ اوّلین نیز

قضا بر کرد چون دهلیز داوش — قیامِ فرض شد ذات العمادش

بکویش سلسبیل آبِ سبیل ست — بر ویش چرخ یک نقطه ز نیل ست

بنانش[1] خرمنِ مه کرده جو جو — زنیمِ[2] معجزش نیمهٔ مهِ نو

هدایت را بگردون برده رایت — گدایانِ درش صاحب ولایت

ز حکمت نامهٔ اوحیٰ کلامش — با علیٰ پایهٔ ادنیٰ مقامش

ندارد هفت مرد و چار زن نام — مگر زان شاه هفت ایوان و نه بام

بران آئینهٔ دل واجب ست آه — که در معراجِ او شک را دهد راه

دلِ خسرو که هست آئینه کردار — ز زنگارِ شکش یارب نگهدار

وصفِ معراجِ شهسوارِ میدانِ دنیٰ فتدلّٰی و یکّه تازِ عرصهٔ قابَ قوسینِ اَوْ اَدْنیٰ

سخن آن به که بهرِ ارجمندی — ز معراجِ نبیؐ یابد بلندی

رسولے کاسمان را پایه داده — رکابش عرش را پیرایه داده

شبے تنگ آمده زین حجرهٔ تنگ — ز پستی سوئے بالا کرده آهنگ

ن[1] ح - براقش   ن[2] ح - زبیم

رسیده پیک حضرت با پَرِ نور [1] | بُراقِ غیب سنج آورده از دور [2]

همائے جلوه در نه باغ کرده | به نرگس سرمهٔ مازاغ کرده

دوالِ چابکاں ناسوده دوشش | صفیرِ رایضاں [3] نشنوده گوشش

نه اختر لیک ز اختر پاک جاں تر | نه گردوں لیک از گردوں رواں تر

زمیں تا آسمانش نیم گامے | زگامش سیرِ گردوں نیم دامے [4]

شده بر پشتِ آں رخشِ جهانگیر | سوارِ آسمانی آسماں گیر

دراں ره کش قدم تا دور می خاست | همی رفت و غبارِ نور می خاست

نخست از بیتِ اقصیٰ در گشوده | باقصیٰ قبلهٔ دیگر نموده

چو در محرابِ اقصیٰ ریخته نور | جنیبت رانده سوئے بیتِ معمور

لبش کرده بچندیں [5] رشتهٔ دُر | گریبانِ مه و جیبِ فلک پُر

ز شادی زهره بربط گیر گشته | عطارد چشمِ بد را تیر گشته

چو دیده پرتوِ آں نورِ جاوید | بخواهش بر زمیں غلطید خورشید [6]

سیاست در کفِ بهرام داده | سعادت مشتری را وام داده

براقش چوں بکیواں در رسیده | زنعلش گوش چوں هندو بریده

ثوابت راهِ او از دیده روباں | دو دیده در رکابش پائے کوباں

---

[1] ق - از رهِ دور [2] ق - از نور [3] رایض چابک سوار ۱۲

[4] ق - تیز گامے [5] ق - بخنده [6] ح - ناهید

چو طی کرده بساطِ چرخ نیلی — بساطش گشته پرِ جبرئیلی

بمرکب داریش ناموسِ اکبر — خرامان گشته چون طاؤسِ اخضر

بهمراهی چو دامن را شکسته — ز سدره خارش اندر پا شکسته

از انجا میلِ میکائیل کرده — از و منزل با سرافیل کرده

بعزرائیل نیز ارکانِ عالم — نموده کیمیائے جانِ عالم

بر فرق[1] خود بفرقش سایه داده — ز پائے خود بکرسی پایه داده

کشاده بندِ نعلینِ فلک بال[2] — از و در ساقِ عرش افگنده خلخال

چو پا از عرش بالاتر نهاده — متاعِ خاک را بر در نهاده

ز راهش گرد هم از پیش و پس خاست — جنیبت[3] جهت کرده از چپ و راست

گزشته از حدِ بالا و زیری — بملکِ لامکان کرده دلیری

شده عین الیقین را قرة العین — گزشته همچو تیر از قابِ قوسین

گریبانِ جهت را پاره کرده — جهانِ[4] بے جهت نظاره کرده

شده نفس از سلامِ غیب[5] شادش — حدیث از نفس کرده خیر بادش

چو کرده وعدهائے لطف در گوش[6] — نکرده زیر دستان را فراموش

---

[1] ح- ز زلف خود بر فرق   [2] ق- بال   [3] ح- چپش چپ داده واز راست در راست

[4] جهان بے جهت - مقام لاهوت که محل ذات است   [5] سلام غیب - تلمیح به انعام الٰهی (السلام علیک ایها النبی) که شب معراج از عالم غیب ارشاد شده   [6] تلمیح به (السلام علینا وعلی عباد الله الصالحین) که حضور اقدس امت مرحومه را دران انعام شریک نموده

دعائے کز درِ رحمت شنیدہ | ازاں سو خواندہ وزیں سو دمیدہ
چو مالامال گشت از نعمتِ پاک | ببذلِ نعمت آمد جانبِ خاک
بیاراں کرد رجعت مژدہ در مشت | زسیفورِ عنایت شقہ در دست
برید از ذیلِ خلعت رقعۂ چند | بدرویشانِ مسکیں داد پیوند
بداں پیوند کرد از تیز ہوشی | گناہِ عاصیاں را پردہ پوشی
اگر امت بعصیاں راہ دارد | شفاعت را حوالتگاہ دارد
حوالت گاہ از عونِ الٰہی | کہ بخشایش کند چنداں کہ خواہی
براتِ رحمت از غیب انس و جاں را | خطِ آزادیِ آتش جہاں را
مثالِ آسماں بر دشمن و دوست | کہ شیخِ من مبارک نسخۂ اوست

مدحِ شیخ الاسلام نظام الملک و الدین علیہ افضل تحیۃ الصلوٰۃ و السلام

نظام الحق بنی را بازوئے راست | کہ چرخ از رفعتش عطفِ[۱] مصلاست
بہر حرفے فلک را کیسہ پرداز | بہر کارے قضا را محرمِ راز
ولایت دارے از توقیعِ درگاہ | ولایت نامۂ اولیٰ مع اللہ
یکے دور از کلاہش آسمانست | اگرچش[۲] ہمہ بزرگی درمیانست

۱؎ عطف بفتح اوّل پیچ و سنجاف جامہ و مصلا | ۲؎ ق۔ اگرچہ

نگنجیده جبینِ آں یگانه | درونِ نه کلاهِ[1] صوفیانه
زدیوانِ ازل وصلِ خطابش | زمیراثِ نبی کاملِ نصابش
دمش گنجینهٔ تحقیق بیزاں | جبینش آفتابِ صبح خیزاں
دو کون از بهرِ خویش از عیب[2] جسته | بآبِ دیده دست از هر دو شسته
کراماتش که بیش از ممکناتست | یعنی توامانِ معجزاتست
بسیر[3] و طیر همت کرده درکار | که در سیر اوج هم و در طیر طیار
همش سهمِ سعادت شست در شست | همش سرِّ ید الله چون کفِ دست
بدیده رازِ چرخ از چشمِ سینه | چو صورت در حجابِ آبگینه
غلط کردم کش از بینائی خویش | حجابِ آسماں هم نیست در پیش
پناهِ مقبلان و مدبراں هم | سرِ صاحبدلان و بیدلاں هم
مریدانے که پیشش دست بسته | بسیلی گردنِ شیطاں شکسته
بباید جوئے از دندانش باناک | ثریا را بداده سدره مسواک
بکنجِ خلوتش کز خلد راهی است | عروسانِ رضا را جلوه گاهی است
درآں حجره که تیرش بود در قوس | پیاپے بیضهٔ مرغانِ فردوس
بسقفش کرده جبریل آشیانه | ملک در صحنِ او کنجشکِ خانه

۱؎ نه کلاه صوفیانه۔ غالباً نه خانواده مشهور صوفیه ۲؎ ح۔ عیب ۳؎ سیر و طیر۔ رفتار و پرواز مقامِ عروجِ اہلِ سلوک که اہل الله در فضائے لاہوت سیر و طیر نمایند۔

بجایش کز بزرگی نکته رانند | بزرگانش مسیحِ خرد خوانند
گر مشته هر شبے چرخِ رواں را | پیش روشن نگشته انس و جاں را
قدمگاهش بوهم اندر نیاید | که پے بر روئے دریا بر نیاید
بهر چشمے که در راهِ امید ست | زخاکِ پائے او کحلِ سپید ست
دراں درگه که دولت راه دار ست | طریقت را طریقِ نا مدار ست
نه تنها خسرو ست از مدح سنجاں | که مردم تن به تن ناچار بر جاں
دل از نورِ حضورش باد معمور | جزیں نورِ حضور از همتش دور

مدحِ سلطانِ علاء الدین محمد شاه

چو در بخشاد بر من خازنِ راز | ز دل گشتم چو دریا گوهر انداز
همه دل[۱] چوں خرد شد مشتری هوش | همه تن چوں صدف گشت آسماں گوش
زعطر افشانیِ باکورهٔ[۲] غیب[۳] | معنبر شد جهاں را دامن و جیب
عطارد بر من آمد خاک بوساں | خطی بر دست چوں زلفِ عروساں
که گردوں دادت ایں فرخنده منشور | که اقطاعِ ولت شد بیت معمور
مسیحت خوانده روحِ اللهِ ثانی | نفس بستاں ز روح اللّٰه[۴] که دانی

---

[۱] ن ق - تن [۲] باکوره - میوه نو رسیده که پیشتر از همه انواع خود پخته شود و باکورهٔ غیب شاهد رعنائے سخن که از فیض مبدء فیاض بدل زبان اهلِ سخن جلوه کند [۳] ن ق - از غیب [۴] روح اللّٰه ثانی شاعر معجز بیان که با عجاز حسن بیان مضامین نو بنو را زنده گرداند و در مصرعه دوم مراد از ممدوح -

خضر کش داد آب از چشمۂ خویش | نخورد[۱] از چشمۂ خویش آب دیش
بدین خوبی زلال خوشگواراں | چہ میریزی بہر خاکے چو باراں
بجام شاہ ریز ایں شربت ناب | کہ اسکندر شناسد قدر آں آب
علاء دین و دنیا شاہ والا | بزیر چتر ظل حق تعالیٰ
ستارہ رایتش را خفتہ در زیر | فلک با حملۂ او کند شمشیر
بتیغ اسلام را پیرایہ کردہ | جہاں را ز آفتاب بے سایہ کردہ
دل خصمش نہ سنگ سست ریز ہیبت | کہ مقناطیس پیکانہاے تیر ہیبت
کسے کز جاں نباشد شکر گویش | زبان شمشیر گردد در گلویش
کسے کو جست جانش را خراشے | تنش را گشتہ ہر مو دور باشے
فلک لرزیدہ[۲] بر روے شام و شبگیر[۳] | چو بر فرزند زیرک مادر پیر
دل پاکش کہ ہست[۴] از کینہ معصوم | ہیجا آہن و در بزم چوں موم
گزشتہ ز انجم و اختر کلاہش | گرفتہ مشرق و مغرب سپاہش
فلک را گردہ کش ہفت جا جرح | جہت را دادہ میدانش و دوشش طرح[۵]
درش[۶] پیدا و درباں ناپدید است | درش بی قفل و قفلش بے کلید است

---

[۱] ح۔ بخورد آب زلال از چشمۂ خویش [۲] ق۔ گردیدہ [۳] شبگیر از لغات متضادہ بمعنی شب و سحرگاہ و در ینجا بمعنی آخر مراد است [۴] ق۔ گشت [۵] دوشش باصطلاح نرد بازان داؤ۔ و دوشش طرح دادن مات کردن و مغلوب نمودن [۶] ح۔ درش بے آہن و در بے کلید است۔

نهاده سر[1] بسر گنج و درم را / کلیدش داده گنجور کرم[2] را

به بخشش هر کفش معمار عالم / هر انگشتش کلید کار عالم

رضائے حق بہ تسلیمے خریده / دعائے را باقلیمے خریده

ره دین بس کز و بیخار مانده / سلاح غازیان بیکار مانده

زبانش[3] کز گزند آزاد زاده / فلک را توبه بیداد داده

ز خون خود بعهدش دیر[4] خونریز / دهان بسته چو بیماران به پرهیز

چو عدلش ذره ذره فاش گشته / دهان فتنه[5] پر خشخاش[6] گشته

ز عدلش جان مظلومان سحرگاه / فرامش کرده تیراندازی آه

ترازوئیست انصافش جهانگیر / که هم سنگست در وے چاکر و میر

زمین را دور او بس کز بدان رفت / همه جا دزد مرد و پاسبان خفت

جهان را خلعت[7] امن آنچنان داد / که تیغ از ننگ عریانی شد آزاد

همیشه حشمتش در چاره سازی / بظالم[8] سوزی و عاجز نوازی

سیاست را چو در دل راه کرده / تحمل را شفاعت خواه کرده

بر آرد آفتاب از خاکیان دود / لوایش گر نه بخشد ظل ممدود

فروغ لعل خورشید از نگینش / طلوع صبح اقبال از جبینش

ن۱ ح۔ سوبسو   ن۲ ق۔ بقلم   ن۳ ح۔ زبان دراز گزند   ن۴ ق۔ تیغ   ن۵ ح۔ فتنه را بر جاش

ن۶ اے دهان فتنه خاموش شد زیرا که اثر خشخاش ساکن نمودن ست   ن۷ ق۔ خلقش آیمنے   ن۸ ح۔ بقادر

زبهرِ سجدهٔ پیشش گاه و بے گاه | کلاه افگنده هم خورشید و هم ماه
مه و خورشید مغرور اند ازان نام | که نورِ رویش افتد صبح تا شام
بخاکِ پائے او چرخ آرزو سنج | چو درویشِ حریص از فکرتِ گنج
بدرگاهش بصفِ پیل زوران | سلیمانان کمر بسته چو موران
شده کج بر درش کیخسرو و جم | چو ابرو خم نگشته ابرویش خم
چو هنگامِ لبِ ساغر مزیدن ق | نسیمِ خُلقش آید در وزیدن
بصحرا نیشکر بے بند گردد | نباتِ زهر شاخِ قند گردد
چو در می خوردنش مستی حرام ست | حلالش باد هر مے کش بکام ست
جهان با نیست آن نے می پرستی | که پاسِ عالمے دارد بمستی
بشادی چون نخسپندش جهانی | که دارد همچو سلطان پاسبانی
رعیت را ز امن از خواب کم نیست | چو بیدار ست بختِ شاه غم نیست
بلادِ فتنه با هم خواب دارند | قضائے عهدِ ماضی می گزارند
چو غافل خسپد از پاسِ شبان میش | بخوابے هم نه بیند گرگ در پیش
نه شه بیدار تنهائی است بر تخت | که هم خر مست و هم رایست و هم بخت
دلش چون تختِ حکمت سگالد | فلاطون را بحکمت گوش مالد

۱؎ سرنگون ۲؎ ق. بزرگانش ۳؎ ق. هم ۴؎ ح. بصحرائے شکر ۵؎ بناتیکه تلخ باشد
۶؎ ح. هم کین ۷؎ ح. رعنائی

زموجِ خاطرش در قعرِ طوفاں — فرو رفتہ جہانِ فیلسوفاں

تو جرأت بیں کہ من زیں رشتۂ دُر — زنم دم پیشِ دریائے چنیں پر

ولیک ایں دُرِ ہم از دریائے شاہی ست — کہ لطفش آبِ خضر و گوشِ ماہی ست

چو بارانِ کرم دادِ صدف داد — قضا زاں نطفہ پاک ایں خلف زاد

کنوں ایں زادۂ گوہر تمام ست[1] — مرا فرزند و سلطاں را غلام ست

چو یابی پیشِ آں سلطانِ کونین[2] — محلِ خاکبوس اے قرۃ العین

درآندم کاسماں سویت کند گوش — مکن اندر زماں[3] مارا فراموش

چو دولتمند گردی در ہمہ چیز — درآں دولت مرا یاد آوری نیز

دریں دولت ز یزداں[4] یاریت باد — ز لطفِ شاہ برخورداریت باد

خدایا تامدار ست آسماں را — مکن زیں بادشا خالی جہاں را

فلک چوں خاتمش زیرِ نگیں باد — کلیدِ عالمش در آستیں باد

در خطابِ زمیں بوس

زہی در ملکِ دیں فیروزیِ تو — جہاں را طالع بہروزیِ تو

توئی آوازۂ آفاق سنجت — بہفتم چرخ نوبت کردہ پنجت

مرا دے کاں شاہاں دستکم داد — نشستہ منتظر کش[5] کے کنی یاد

---

[1] ح۔ کز   [2] ق۔ محراب   [3] ح۔ زمین   [4] ق۔ ز دولت   [5] ح۔ کس

چنین دولت بصد جان عاشق تست | که نگذارد عنانت یک زمان سست

نگویم کت ز بختست ارجمندی | که خود بخت از تو دارد سربلندی

نگویم زیر حکمت شام تا روم | که گویی دل بدستت مهرهٔ موم

کلید[1] تیغت از فتح عدو بند | گشاده عرصهٔ دوران و دربند[2]

سنانت کوه را سوراخ کرده | خدنگت موی را صد شاخ کرده

ترا هر چند بر عشرت و نوش | عروس ملک باشد اندر آغوش

ولی بکر مرا گر روی زیبا ق | ولی در سینه نگذارد شکیبا

تماشا کن که گر ارزد بچیزی | سر پیر شاه را باشد کنیزی

ز احسان خودش بخش ارجمندی | هم او را هم مرا ده سربلندی

که تا چون جلوه درگاه یابد | بشادروان عزت راه یابد

گرش بختست گردد گرد[3] درگاه | وگرنه خاک روبد بر گذرگاه

ز بخت[4] چون تو دوری گرچه سختست | درین در خاک رفتن نیز بختست

قبولی بخشدش گیتی خداوند | که یابد با دل پاک تو پیوند

که تا زان یک پذیرفتاری خاص | شود بر فرق هر داننده رقاص

فلک را ماجرائی کار گردد | زمین[5] را مخزن اسرار گردد

---

[1] ق - کلید فتحت از تیغ گلو بند [2] حصار و دروازه [3] ح - خاک [4] ح - تخت

[5] ح - بباز وی جهان طومار گردد.

بزرگان خازنِ کانہاش خوانند | حکیماں عیسئِ جانہاش خوانند
شہاں شانند بر چشمِ سیاہش | سراں سازند تعویذِ کلاہش
سخندانے کہ دارد ذوقِ جانی | ہمش جاں خواند وہم زندگانی
چو زیں گونہ در آمیزد بجانہا | چو جاں پایندہ ماند بر زبانہا
سخن باید کہ در جاں جائے گیرد | کہ چوں پیوند جاں یابد نمیرد
سخن ہائے بسے گویندہ زاں مرد | کہ نتوانست پی در ملکِ جاں برد
حدیثے کو نہ وردِ ہر زبانست | نشاید زندہ خواندن گرچہ جانست
سخن چوں کس نخواند مردہ خوانش | وگر ہست[1] آبِ حیواں در دہانش
تنِ مردم کہ یک جانش درون ست | قیاسِ زندگیش از حد برون ست
سخن گر صیدِ[2] جاں باشد ز حد بیش | حیاتش تا چہ حد باشد ببیند بیش
من ار لافے زنم در نامۂ خویش | شناسم دست[3] بافِ جامۂ خویش
کزاں سرمایہ کو باجاں زند کوس | ندارم ہیچ در دامن جز افسوس
چہل سال اندریں بستاں زدم گام | نخوردم میوۂ کش خویش کند کام
بریں فرزند دل بستن نہ راہ ست | کہ ایں چل سالہ طفلِ ہشت[4] ماہ ست
رہا کن تا شود آں زادہ ناچیز | کہ نابالغ بود بعد از چہل نیز

لہ[1] ح - کہ ہست آبِ حیات آب دہانش لہ[2] ح - کش لہ[3] ح - دست پخت خامہ

لہ[4] ح - ہفت

ولی خام ارچه[1] او پیر سیست هم[2] رفت | همان ناپخته باشد گر بشکم رفت

همه عمر ارچه در نظم سفتم | چو رفت از گوشها گویی نگفتم

دریغا آنچه کردم زین ورق یاد | قلم بر آب[3] راندم تیشه بر باد

ز آسیبی شود تصنیفِ بد پاک | چو نقشِ هندسی بر تختهٔ خاک

دگر لایق نمی باشد به تعظیم | زسالی بگذرد از حکمِ تقویم

چو محکم سکه باشد بفرهنگ | بماند جاودان چون نقش در[4] سنگ

من ار خود را کنم زین سکه نامی | نخته ور کی رسد ملکِ نظامی

چو اوّل تیز بود الماس گفتم | گهر بگذاشتم[5] خرمهره سفتم

کنون کز مهره کردم لعل را فرق | زسفتن باز ماند این طبع چون برق

بلی دل گر سخن بخشد ستم نیست | گهی دریا دهد گه قطره هم نیست

چو در دریا رود جوینده دُر | گهی مشتش تهی باشد گهی پُر

بدُر سفتن چو دستم نیست گستاخ | ضرورت می کنم خرمهره سوراخ

گر این مهره است ور درِ یتیمست | نه ترسم چون پذیرنده کریمست

گرفتم سر بسر خود عیب ناکست | چو تو پوشیدهٔ عیبی چه باکست

اگر کالا بصد عیب است در خورد | هنر بیند خردمند و جوانمرد

متاعی کان کسادِ جاودان یافت | خریدارش به از تو کی توان یافت

۱ح- اینچه ۲ح- خم ۳ قلم برآب راندن- کاری بی سود کردن ۴ح- بر ۵ح- نشناختم

باُمیدے کہ دیدم در خورِ تو | بضاعت باز کردم بر درِ تو
زتو بہتر نمی یابم خریدار | تو دانی خواہ بستاں خواہ بگذار
الا تا روز را با شب دو رنگیست | زمانہ گاہ رومی گاہ زنگیست
بر روم و زنگ بادت پادشاہی | بفرمانت سپیدی و سیاہی
مظفر بادت از دولت نشانہ[1] | مبادا یک زماں بے تو زمانہ
سپہرت رام در عالم کشائی | خدایت یار در کشور خدائی
دلت بر آرزو ہا کامراں باد | ہر انچت آرزو باشد ہماں باد

گفتار در پژوہشِ ایں داستاں

شبے کاقبال را طالع[2] قوی بود | ق | سعادت کارساز خسروی بود
در آمد خازنِ دولت بہ پیشم | قوی کرد از بشارت ہائے خویشم
بخواہش گفت کای نظمِ چو مویت | گرفتہ گوش جانِ[3] آوردہ سویت
مرا باید برو خاصِ بندگی کن | بفرخ روزِ من فرخندگی کن
ازیں ہیبت کہ یاری بودم از دور | چو خورشیدے کہ بر خاک افگند نور
نگر گز یاریِ من قاف تا قاف | چہ گنج افشاندی از فکرت در اطراف
کنوں گز بندگی می بو ہمت پائے | دو عالم بندہ گشتت حکم فرمائے

---

[1] اے نشانہ مراد تو   [2] ن ق ۔ دولت   [3] ن ج ۔ من

گرفتی این جهان را از معانی — گر آن عالم بگیری هم توانی

ز تو بر دُر فشانی دل[۱] نهادن — ز من بند از دلِ دریا گشادن

ز تو طالع شدن نیک اختری را — ز من بردن بشارت مشتری را

ز تو خوش خوش نشید[۲] آغاز کردن — ز من گوشِ عطارد باز کردن

ز تو گردن[۳] کشاده طبع راجیب — ز من دادن بتو نوبادهٔ غیب

ز تو بر مفلسان بخشنده بودن — ز من بر گنجِ عالم ره نمودن

بند از بیمِ تنگی محکم انگشت — که داری کیمیائے غیب در مشت

دهانے دادت این گردنده دولاب — چرا داری دریغ از تشنگان آب

درین چشمه محیطے[۴] یک دم آید — سبوئی نیست کز خوردن کم آید

زکاویدن چو چشمه ریش گردد — زلالش هر زمانے بیش گردد

برد لب زآبِ چه از خود بود شور — که چه چون چشمها بند شود کور

عروسے را برون آر از عماری — که خورشید آیدش در پرده داری

همش دیبا بسر باشد هم اکسون[۵] — گه افسانه سراید گاه افسون

برفق از چشم نیکانش نظر خواه — که چشمِ بد نیابد سوئے او راه

جوان ماند بعمرِ جاودانی — بعیش و عشرت و در کامرانی

---

[۱] ح - پا [۲] شعر خوانی و سرود [۳] ح - گردون [۴] آق - که فیض دم دم

[۵] بحرکات ثلثه قسمے از پارچه ریشمی که سیاه باشد۔

من این پیغام کز دولت شنیدم ‌ ‌ ‌ ‌ چو دولت سر بگردون برکشیدم
فگندم مرغِ همت را به پرواز ‌ ‌ ‌ ‌ دلِ گم گشته را در دادم آواز
درِ دُرجِ جواهر باز کردم ‌ ‌ ‌ ‌ ز دل بر لب نثار انداز کردم
اُمید از همتم بار[1] ے شگرفست ‌ ‌ ‌ ‌ که باز و[2] ئے مرا کارے شگرفست
گر آید گوهرے در خوردِ گوشے ‌ ‌ ‌ ‌ ستد از دامنِ گوهر فروشے
دگر نبود چناں شایسته چیزے ‌ ‌ ‌ ‌ هم ارزد نزدِ دانا کم پشیزے
خردمندار نخواند از ملالش ‌ ‌ ‌ ‌ چو فالی بیند از معنی خیالش
بوند آخر چو من نیز ابلہے چند ‌ ‌ ‌ ‌ که هم زافسانہ گردند خرسند
نداند چوں کسے افسونِ جانی ‌ ‌ ‌ ‌ بافسانہ گذارد زندگانی
شتر کو سوئے نخلستاں زند گام ‌ ‌ ‌ ‌ اگر خارے خورد هم خوش کند کام
نہ در عالم همہ خوش اختیارست ‌ ‌ ‌ ‌ کہ زشتی نیز چوں خوبی بکارست

حکایتِ کلاه دوز

کله دوزے زشغلِ خویش روزے ‌ ‌ ‌ ‌ همی زد خندهٔ بر کفش دوزے
بعذرش کفشگر گفت ای سرافراز ‌ ‌ ‌ ‌ بتقویمِ کہن چندیں مکن ناز
بپاسخ من توانم عذرِ تو خواست ‌ ‌ ‌ ‌ کہ پا افرازِ مرداں کرده ام راست

---

[1] ح۔ بادے ‌ ‌ ‌ ‌ [2] ح۔ کہ تا روزی مرا روزی چہ حرف است

گرفتم از تو خلقی شد کلہ پوش — نشاید پائے خود کردن فراموش

کلاہت نزد من نرزد پشیزی — کہ محتاجت نیم در ہیچ چیزی

تو محتاجِ منی از روئے تمیز — وگر پرسی کلہ دارانِ تو نیز

سرے را بے کلہ آزار نبود — برنجد پا اگر افزار نبود

مہیں را اگرچہ قیمت بیش باشد — برنجت سہل حاجت بیش باشد

اگرچہ قیمتِ ترکاں بود بیش — بروہند وہم آخر قیمتِ خویش

سخن فی الجملہ گر لعل است وگر سنگ — برون خواہم فشاندن زین دلِ تنگ

خردمندی کہ گفتارے شنیدست — فسونِ جادوئے پیشینہ دیدست

یقین دانم کہ چوں بیند درین حرف — بکم قدری کند قدرِ مرا صرف

بخندد کیں نہ با آں ہم عنانست — منش معذور دارم کاینچنانست

چو پیچد دو تننده در یکے پود — اگر زنجیر باشد بگسلد زود

بموئے بگسلد تا خصم تارم — اگر سختش کند پیچش[1] گذارم

برنجند ابلہاں از ہوشمنداں — کہ سگ را سنگ تواند خورد دنداں

چہ باک از ناوک اندازِ غرض گیر — چو من از جاں شدم پرخاشِ آں تیر

بمرغِ سنگ خواراں کو زند چنگ — فراخش کردہ باشد روزیِ تنگ

بجانم زین دلِ بے حاصلِ خویش — کہ پیشِ آں گل افشانم گلِ خویش

---

[1] بکسر اوّل پس و بعد

خرد بیخود شود زین نقش بینی | که زنگی غازه مالد پیش چینی

زند صد قهقهه کبک اندرین باغ | که با طاوس رقاصی کند زاغ

بخندیدن درآمد خر بآواز | چو بوقی پیش طنبوری کند ساز

کشد چون کوسه بر ریش آوران ریش[1] | دو موئے را در اندازد به تشویش

در انصاف ست خوبی و تباهی | چو رفت انصاف میگو هر چه خواهی

ولے چون جوش طبعم گرم خیزست | خرد را در رهوس بازار تیزست

درون صد رخنه شد زین آب خیزم[2] | خلاصم نیست تا بیرون بریزم

چو دیگ از گرمی خود گشت جوشان | کف از کامش برون ریزد خروشان

چو سیلے بر نگنجد در گذرگاه | ز زیر پل کند بالائے پل راه

چو در کهسار دارد چشمه جا تنگ | شگافد سنگ و بیرون آید از سنگ

دلا چون غنچه لب بستن نه کارست | برون ریز ار بخاطر خار خارست

مگر خارے بود کو گل برآرد | نشاطے در دل مرغان درآرد

گلے تا نشگفد زین خار خارم | چگونه بلبلان را چشم دارم

بکار آرم کنون طبع گهر ریز | بکان کندن کنم پولاد را تیز

عجب نبود گر از کاویدن سنگ | گرامی گوهرے[3] آید فرا چنگ

ورق در پیچم از بسیار گفتن | که در سفتن به از خاشاک رفتن

---

۱ ریش کشد - بیخ کند ۲ آب خیز - سیلاب - طغیانی آب ۳ ن ح - یم

نخواهم دل که بیش اندیش باشد	که از بیشی خصومت بیش باشد
چو باز آں شو بکم گوئی فسانه	مگو بسیار چوں گنجشکِ[1] خانه
نظامی چوں سخن ناگفته نگذاشت	ز خوبی گوهرے ناسفته نگذاشت
مرا بادِ هوس گر جنبشِ گرم	ربود از پیش بینش برقعهٔ شرم
چو نگذارد که بر خود گیرم آں جوش	صداع اندک دهم بارے هم آگوش
دماغ از گفتِ ناخوش گیرد آزار	دهل اندک توان زد چنگ بسیار
ز حلوا لقمه بر گیرد همه کس	ز شکر که در نواله قطرهٔ بس
دراں گنجے که بست از گنجه بنیاد	دگرگوں کرد گنجورِ دگر یاد
من از وے چیده ام پیرایه چند	دریں گنجینه خواهم کردنش بند
که ماند تا قیامت پیکر آرائے	عروسِ عالم از وے فرق تا پائے
خداوندا چو زیں فرزندِ چالاک	مبارک روئے گردد مادرِ خاک
چنانش ده فروغِ جاودانه	که باشد مردمِ چشمِ زمانه
نهد از ظلمتِ خاک از روائی	بهر خانه چراغِ روشنائی
دریں حرفم گرفتِ خلق پیش ست	گرفتاریم خود ز اندوه بیش ست
در آموزم به تلقین در همه چیز	جوابِ خویش زانِ دیگراں نیز
گواهی میدهد دل زاں سرایم	که در حضرت قبول ست ایں دعایم

[1] گنجشکه بجا نها ماند.

در بیانِ کواکب و افلاک فرماید

گر آگاہی خبر گوی اے خردمند　　کہ چون میگردد این گردندہ چند

چہ شکل ست این گہی بالا گہے زیر　　کہ سیرش[۱] زود بینی ماندنش دیر

چہ گونہ ہست این بساطِ ظلمت و نور　　کہ گاہی مشک بیز و گاہ کافور

اگر منزل زمین شد آسمان چیست　　دگر عالم ہمین خاک ست آن چیست

کجا سر دارد این گردندہ دولاب　　خیالست اینکہ مے بینیم یا خواب

درین چرخہ[۲] نظر کردند بسیار　　سر رشتہ نشد بر کس پدیدار

ہمہ جستند و گنجینہ نہان ماند　　ہمہ خوردند و دریا ہمچنان ماند

بسے اندیشہ را دادند پرواز　　ازین گنبد برون نگذاشت آواز

دگر بیہودہ فریادے کند کس　　صدائے باشد اندر گنبدی بس

زمینے کے شناسد کاسمان چیست　　کسے کاینجاست کے داند کہ آن کیست

قدم تا بر فلک نتوان نہادن　　فلک را چون[۳] توان مدخل کشادن

درین اندیشہائے پیچ در پیچ　　دروغ افسانہ بینی دگر ہیچ

نہ بینی[۴] راستی زین کژ حروفان　　کہ بر ناید کلوخ از قعرِ طوفان

کجا داند فلک را رمز و تقسیم　　دو نقشِ ہندسی بر لوحِ تقویم

---

[۱] ح. گشتش　[۲] چرخہ. آسمان　[۳] ح. کے　[۴] ح. نیابی

نہ بینی ہر زماں اُستادِ چالاک | کہ خود خاک افگند بر تختۂ خاک
دریں پردہ نشاید نقش بینی | کہ نابینا نہ بیند[۱] نقشِ چینی
مگر این تیز رو چرخِ[۲] کلال ست | کہ حاصل زین روش مشتِ سفال ست
ورق چوں بشکند عقل ازچنیں جا | کہ چرخ آنجا نماید کاسہ اینجا
کہ گرد ایں کاسہ گر زد نیست ایں ساز | دگر او ساخت چونش بشکند باز
بباید خاک را منزل بریدن | ازینجا بر فلک نتواں پریدن
ملک شو تا ستانی از فلک داد | کہ ایں تختہ نخواندست آدمی زاد
تو پنداری کہ عالم جز ہمیں نیست | زمین و آسمانے بیش ازیں نیست
ہمیں گرمی کہ در گندم نہان ست | زمین و آسماں در وے نہان ست
بر آں کنگر کہ قدرت را کمند ست | چنیں لشکر خدا داند کہ چند ست
چہ آگاہی کہ شب گردانِ ایں راہ | کجا دارند ہر شب نوبتی گاہ
ہماں بہ کیں ورق را در نوردیم | بگردِ فکر بیحاصل نگردیم
فرو بریم ایں خورشید سایہ | بسر بر عرش را[۳] بوسیم پایہ
دلا در دامنِ اسلام زن چنگ | کہ او دارد کلیدِ ہفت اورنگ
برافروزار توانی مشعلِ نور | کہ شب تیرہ است و مرکب لنگ و رہ دور
گرفتم خود بجدولہائے مرقوم | ق ہمہ احکامِ انجم گشت معلوم

چه سود این جمله چون در عالمِ پاک | نه انجم راه می داند نه افلاک
گزارش هائے این حرف و رق گیر | چه خواند باز با قانونِ تقدیر
بتانے کاندرین محراب گاهند | برین در چون من و تو خاکِ راهند
همان در زن[1] که این خوبانِ فرخار | فراوان سبحه راکردند زنّار
رواقے کین کهن بنیاد دارد | که داند چند چون ما یاد دارد
فلک بتخانهٔ بینی بلندے | نوشته بر سرِ بتخانه پندے
بعبرت چون دران بیند خردمند | فرو ریزد ز دیده قطرهٔ چند
تو نیز اے یکشبه مهمانِ این در | حروفے چند ازان برخوان و بگذر
زمانے یاد کن زین جانِ دمساز | ازان رفتن که نتوان آمدن باز
اگر بیدار یئے داری بیندیش | ازان خفتن که نتوان خاستن بیش
بخوابند ابلهانِ منکرِ هوش | بخفتن باز باشد چشمِ خرگوش
چو دهقان سر ز خفتن بر نیارد | همه خرمن بگنجشکان سپارد
جهان چاهیست دزدین[2] بر سرِ راه | نشاید مست خفتن بر سرِ چاه
یکے افسانهائے خفتگان گفت | چو وا بینی فسانه گوی هم خفت
سخن باقی و شب در گفت و گو رفت | سفیده بردمید و همه فرو رفت
نشاطِ زندگانی شد به پایان | جنیبت پیش راندند آشنایان

---

[1] فرض کن [2] نزح - پل

کجا یند آں جوانمردانِ چالاک | کہ پیش از ما فرو رفتند در خاک
ازاں منزل نیاید کار والے | گزاں گم گشتگاں گوید نشانے
چہ نازک بر دمید ایں لالہ در باغ | مگر گرز خوبرویان دارد ایں باغ
ازاں خوش رست ایں گلہای خود رو ے | کہ از خونِ جوانان دارد ایں بوے
بنال اے بلبلِ مہجور ماندہ | بیادِ دوستانِ دور ماندہ
دریں دوراں کہ سر تا سر خمار ست | کسی کو مست باشد ہوشیار ست
نہ آں مستی کہ چوں از سر زند جوش | ازاں خر در خروش آید بیک نوش
ازاں مستی کہ چوں نو گرد بنیاد | سروشِ غیب گرد و آدمی زاد
پس از جامے کہ یک قطرہ بہ ہشیاں | نہ بخشد تا نہ گرداند نگوں سار
برافروز از شرابِ شوق سینہ | کہ ہست آں آفتاب ایں آبگینہ
مباش افسردہ چوں کرمِ شب افروز | کہ آتش پارۂ بینند بے سوز
جز از پروانہ ناید عاشقی خوش | کہ پا کوباں رود بالائے آتش
خدایا ہر کرا بوسیت زیں باغ | زیادت کن دلش را آتشِ داغ

دعائے عاشقانہ و فضایلِ عشق و اہلِ عشق

جہاں بے عشق سامانے ندارد | فلک بے میل دورانے ندارد

لٰہ ۔ نازنیناں

نہ مردم شد کسے کز عشق پاک ست   کہ مردم عشق و باقی آب و خاک ست

چراغِ جملہ عالم عقل و دین ست   تو عاشق شو کہ بہ زین جملہ این ست

ولت بر گربہ[1] گر مہربان ست   نشانِ صحتِ ایمان ہمان ست

دگر گربہ[2] وگر شیرِ نبرد ست   برو پیشِ سگ اندازش کہ مرد ست

نداری گر ز عشق گربہ سوز   وفاداری ز سگ یارے بیاموز

اگرچہ عاشقی و خود پرستی ست   ہمہ مستی شمر چوں ترک ہستی ست

بعشق ار بت پرستی دینِ پاک ست   وگر طاعت کنی بے عشق خاک ست

نبی کم زاں زنِ ہندو دریں کوے   کہ خود را زندہ سوزد از پے شوے

بسا گبرے کہ پیشِ بت بہ تسلیم   بزیرِ ارّہ شد خوش خوش بدو نیم

تو کز عشقِ حقیقی لاف آید و ست   خراشِ سوزنے بنمائے در پوست

تو کز بانگِ سگے از دیں شوی فرد   نداری شرم ازیں ایمانِ بیدرد

چو قمری را دہی بے جفت پرواز   ز بستاں در قفس رغبت کند باز

کبوتر در ہوائے یارِ چالاک   فرو افتد ز ابرِ تیرہ بر خاک

ترا گر پائے در سنگے درآید   چو بید ردی ز درد ت جاں برآید

فدائے عشق شو گر خود مجاز ست   کہ دولت ادراں پوشیدہ راز ست

حقیقت در مجاز[3] اینک پدید ست   کہ فتحِ آں خزانہ زیں کلید ست

ن۱ ح۔ گریہ   ن۲ ح۔ ولت را گربہ بر دگربہ بر دست   ۳ تلمیح بقول مشہور المجاز قنطرۃ الحقیقۃ ۔

حکایتِ سُلطانِ محمود و اَیاز

شُنیدستم کہ محمودِ جواں بخت | چو وقت آمد کہ در صحرا[1] اندر رخت
دراں تلخی کہ شربت نوش میکرد | نویدِ آں جہانی گوش میکرد
یکے گفتش ز مقبولانِ درگاہ | کہ گر ہست آرزوئے در دلِ شاہ
بگو تا دل کنیمت زار زو پاک | نشاید بُرد حسرت در دلِ خاک
بگریہ گفت مردِ خانہ پرداز | کہ اے مہمانِ یکدم را نواساز[2]
چو پرسیدی کہ در جانِ حزین حیست[3] | بگویم کارزوئے واپسیں حیست
نظر تا می تواند بود بازم | بگردانید رُخ سوئے ایازم
کہ یکدم در رخش بینیم نہانی | برم با خود نصیب آں جہانی
طلب کردند یارِ نازنیں پیش | کہ تا ماتم کند بر گشتۂ خویش
ایاز آمد کرشمہ ساز کردہ | جہانے نیم کشتِ ناز کردہ
چو عاشق کامِ دل را دید حالی | بیک نظّارہ قالب کرد خالی
اگرچہ عشق خود آشوبِ جانست | سعادت نامۂ ہر دو جہانست
دریں کوئے ار دری بتواں کشادن | نگویم پائے سر باید نہادن

---

[1] اے سفر عالم آخرت کند [2] شاد کنندہ [3] ح۔غین
[4] اے بجائے پا سر باید نہاد

ازین درد ار چه زیر افتد بسر مرد | فدا بادا سرِ من بهرِ این درد
چو سر در دم دهد زین باده ساقی | بهائے دردِ سر شکرانه باقی
خدایا باز کن راهِ سم بکوئے | کزان گلزار بتوان یافت بوئے
ازان مے جرعهٔ در کام ریزم | که تا روزِ قیامت مست خیزم

در نصیحتِ فرزند

الا اے مردمِ چشمِ گرامی | که چون سعدِ فلک مسعود نامی
چه [1] نامے کز درِ امید داری | سعادت نامهٔ جاوید داری
امیدم هست کز جولانِ مقصود | ز مسعودی بمحمودی رسی زود
چو آید پایهٔ عمرت بده سال | ز تو ده گونه فرخ شدم احوال
چو زین بالا[2]تر شوی هم چشم دارم | که بالاتر شود هر روز کارم
همان شب یافت فرقم تاجِ شاهی | که لولوئے تو رست از گوشِ ماهی
کنون کت ده دهی شد سکهٔ پاک | زنم نه گانه بر [3] نه بامِ افلاک
چراغے چون تو اندر دودمانم | چرا روشن نباشد چشمِ جانم
چو از روئے تو شد چشمم منور | ز رویت باد یارب چشمِ بد دور
اگر بپذیری اے فرزانه فرزند | پدر وارت بگویم نکتهٔ چند

---

[1] ح ـ زنامے [2] پایه [3] اے هر چهار طبع و پنج حواس را بر نه افلاک رسانم

کنونت لوحِ دل پوشیده حرفست ‏ ‏ ‏ ‏ خرد خُرد است و نادانی شگرفست

کنم هر چندت آگه زین معانی ‏ ‏ ‏ ‏ ندانی[ن۱] قدرِ این را تا ندانی

چو شهد از سرکه بشناسی سرانجام ‏ ‏ ‏ ‏ شناسی قدرِ این لوزینهٔ خام

خدا آنروز هم روزی کنادت ‏ ‏ ‏ ‏ که پندِ من دل افروزی کنادت

کسے را گو درین گیتی خردمند ‏ ‏ ‏ ‏ که دل بر نکته دارد گوش بر پند

دل و گوشے که بے تمیز باشد ‏ ‏ ‏ ‏ ستوران و خراں را نیز باشد

چو در گوشے گراں گوید کسے راز ‏ ‏ ‏ ‏ کند گر دیگراں را نیز آواز

نخستیں پندم آں شد گر نیوشی ‏ ‏ ‏ ‏ که جز در طاعتِ یزداں نکوشی

همیشه ز اعتقادِ پاک پیوند ‏ ‏ ‏ ‏ خدا را بنده باشی نفس را بند

دراں کوش از نیازِ سینه پرور ‏ ‏ ‏ ‏ که دامن پاک داری آستیں تر

مکن یارانِ ناپرهیز پیشه ‏ ‏ ‏ ‏ درِ پرهیزگاری زن همیشه

بصفِ نیک مرداں[ن۲] شو کماں گیر ‏ ‏ ‏ ‏ ز بدناماں گریزاں باش چوں تیر

بمنعم دار همچوں مومناں گوش ‏ ‏ ‏ ‏ مکن چوں کافراں نعمت فراموش

در آب و گل مکار آں دانهٔ خام ‏ ‏ ‏ ‏ که بار آرد پشیمانی سرانجام

چو در مغز او فتد جوشِ جوانی ‏ ‏ ‏ ‏ عنانِ دل[ن۳] بگرداں تا توانی

چو شیراں در شکار انداز مستی ‏ ‏ ‏ ‏ چو خوک و سگ مکن شهوت پرستی

ن۱ ح. بدانی قدر آنرا گر بدانی ‏ ‏ ن۲ نیکناماں ‏ ‏ ن۳ گرد آر دل را

چو پیران پختگی کن گاهِ خامی — که نیک است از جوانان نیک‌نامی
ورت پیری کند روزی خداوند — خدائی شو چو پیرانِ خردمند
بطاعت کوش چون روشن ضمیران — مکن کاری که نه پسندند پیران
چو آن دیوانه باشد از همه روی — ز دیوانه بتر پیرِ جوان خوی
کمان را کوژ باید چون کمان بود — چو خواهد تیر گردد بشکند زود
اگر خواهی نکو باشی نکو باش — همیشه راستکار و راست گو باش
مترس از تهمتی گر راستگار است — که مرد از راستگاری رستگار است
گریزان باش از آن کژیارِ بدکیش — که باشد راست دیدار و کج اندیش
رقم زن را ببین کو خط کشد راست — که چندان نقشِ کج را راستی خاست
مزاجِ کژ رها کن تا توانی — که تا با کج مزاجان در نمانی
دو کج را باشد از پیچش بسی پیچ — نیفتد راست را با راست پیچ
دو حلقه گردد از پیچش فراهم — دو سوزن در نیاویزند باهم
بگیتی بایدت خورشید روئی — چو صبحِ دومین کن راست گوئی
نخستین صبح کاذب بی فروغ است — سیه روئیش پاداشِ دروغ است
کسی کو را هوس در جمعِ مال است — نشانِ راستی از وی محال است
بصدق آنکس تواند شاد بودن — که بتواند ز حرص آزاد بودن
امل را ره مده پیرامنِ دل — بنه نقدِ رضا در دامنِ دل

گرت خوردے[1] و پوششے ہست بر جاے — زیادت را منہ بیرون در پاے

گرت در خانہ نانے باشد از جو — میفت از بہرِ گندم در تگادو[2]

بنانے صبر کردن بادشائیست — دویدن در پئے گنجے گدائیست

امل در دل خردمندی[3] نباشد — ہنر پیرے بہ ز خورسندی نباشد

طمع را در ہمہ جا روئے زرد ست — خوی پیشانی آبِ روی مرد ست

چو با کم سازی و افزوں نخواہی — علم بر بامِ دولت زن کہ شاہی

مباش از بہرِ تخت و تاج محتاج — زمیں را تخت دان و چرخ را تاج

گرت دنداں ہم بندی بپرہیز — بمالِ مردماں دنداں مکن تیز

بکش پیش ہمہ بے مزد خوانے — مخواہ از خوانِ کس بے مزد نانے

مدار از جامِ کساں در کام کردن — لوندی[4] را حریفے نام کردن

مریز اندر گل آں سیلِ شرابی — کہ در بنیادِ عقل آرد خرابی

بجامِ مردماں سلبت[5] مکن سست — شرابِ لعل گوں[6] خونابہ تست

دگر گردِ بزرگی نعمت اندوز — بخدمت[7] دامِ آں نعمت ہمی دوز

کرم را شکر گوئے زندگی باش — نمک را حق گذارِ بندگی باش

---

[1] سامان خورش و پوشش — [2] ن ح - دوادو — [3] ن خداوندی — [4] کوں دہی و نامردی

[5] عاجزی مکن و اظہار فرومایگی مساز — [6] ن ح - تو — [7] غالباً دام دوختن بمعنی دام تیار کردن باشد مراد آں کہ آں نعمت را از دام رہا کن

نه کمتر زاں سگے کز مهربانی   بود بر منعمِ خود پاسبانی

گرت باشد ز سلطانان فتوحی   به بنگاهِ گدایاں کن صبوحی

درت را قفل[1] بر درویش کن سست   توانگر خود نه محتاجِ درِ تست

دهانِ مفلساں شیریں کن از قند   که بر حلوا کند منعم شکر خند

شکم هاے تهی را پر کن از قوت   که مرغِ سیر را حنظل[2] بود قوت

صلاے منعماں گفتن بخانه   فریبِ طوطیاں باشد بدانه

چو ناں دادی بباید شکر کردن   که بارے نانت می ارزد بخوردن

بمنت چشمِ مهماں را مکن ریش   بنه منت ولے بر دیدهٔ خویش

چو پیلاں باش پیشانی گشاده   نه چوں موراں گره بر سینه داده

چو نتواں زفتی[3] را داشت در بند   گره بستن چو موراں بر شکم چند

مشو بارے ترش رو تا توانی   اگر شیرینی ندهد[4] تو دانی

بدهر از دوست روے نام باشد   که دشمن روے دشمن کام باشد

چناں هم خویش را اکرم مکن نام   که از سرمایه داری دست بر وام

کسے کز وام شیریں شد شمارش   همیشه تلخ باشد روزگارش

نمی گویم که گر ندهی فرح نیست   اگر باشد بده- ورنه حرج نیست

---

[1] قفل سست کردن قفل دا نمودن   [2] غالباً این لفظ درینجا بمثناة فوقانی باشد و آں درختیست شیریں ثمر که بارش را هم توت گویند ورنه قافیه درست نه گردد- اسیر   [3] ق- زفتی   [4] ن ندهی

زحاجت پیش در دنیا مجو چیز | وگر ناجسته یابی رد مکن نیز
چو گردد ابر دولت بر تو دُربار | فروتن باش ہمچوں شاخِ گلنار
بہستی بہ کہ خدمتگار باشی | کہ خود در نیستی ناچار باشی
تواضع کن ولیکن باکم از خویش | کہ با بیش از خودی لابد کنی بیش
چو دنیا باشدار[1] خواہی سعادت | بخویشاوند پرسی گیر عادت
چہ خوش گفت آں برادر با برادر | کہ کن تعظیم خال از بہر مادر
گر از دنیا بسوئے دین پناہی | نیت خوش[2] دار و میکن ہر چہ خواہی
نیت را گر زحق باشد فراغے | گیاہی را بود پاداش باغے
بخواہی آخر اندر کارہا جوش | توکّل را مکن اول فراموش
بہر کارے کہ باشی تا توانی | خدا را یاد کن باقی تو دانی

آغازِ داستانِ خسرو و شیریں

بتاریخ عجم دانندۂ راز | چنیں کرد ایں حکایت[1] اسمر آغاز
کہ چوں خورشید ہرمز رفت[2] در خاک | کشید اکلیل[3] خسرو سر بر افلاک
جہاں را[1] خسرو از سر کارِ نو کرد | کرم را در جہاں[4] بازارِ نو کرد

---

[1] غالباً درینجا بجائے چو دُنیا بدنیا باشد ورنہ معنی صحیح نگردد [2] اگرچہ در اصل بفتح اوّل و تشدید یائے تحتانیست مگر فارسیاں بتخفیف استعمال کنند [3] ج۔ افلاک [4] ح۔ بر

به ترتیب جهان بودی شب و روز / گهی لشکرکش و گه مجلس افروز

چو بیداران بپاس ملک و اسباب / ز بیداریش عالم رفته در خواب

سران از تیغ او اندیشه کردند / همه گرگان شبانی پیشه کردند

چنان آراست ملک از دانش و داد / که شهر آسوده گشت و کشور آباد

مقیمان زمین زان مهربانی / همه مشغول عیش و کامرانی

باشک و ناله کس ننمودی آهنگ / مگر چشم صراحی و رگ چنگ

چو شه را با رعیت دل بود راست / ز خواب خوش نیارد فتنه برخاست

هم از غارت رهد کالای محتاج / هم از تاراج خصم ایمن شود تاج

زمینی کز خزان میرد نباتش / هوای معتدل باشد حیاتش

بظلم شاه خلق از جان شود سیر / بود اشک گوزن از خندهٔ شیر

چراغ از روشنائی ارجمندست / چو در کالا زیان آرد گزندست

گیا را پرورش بخش آفتاب ست / چو از گرمی کند خشکش عذاب ست

کند آب از لطافت سبزه را مست / چو سیل آید درختان را کند پست

دهد باران بخوشه دانه چون دُر / چو بارد ژاله ریزد خوشهٔ پُر

ز انصافی که دور خسروی یافت / بگیتی عهد نوشیروان نوی یافت

ولایت ضبط[۱] کرد از قاف تا قاف / ستمگاران فرو مردند ز اطراف

---

۱ ضبط سلطنت

نماند اندر جهان صاحب کلاهی / که در پیشش نرفت از دیده راهی

کله دارے که سرکش بود و بیباک / سرش را با کله افگند بر خاک

خسان را پاک رفت از هر دیارے / بگلزار زمین نگذاشت خارے

بجز چوبین که در ره خار بودش / وزان پاے مراد افگار بودش

بنود از کین دران فرخنده ایام / کس آهن دل تر از چوبینه بهرام

دلیرے بود چون شیران مستی / چو بهرام فلک در چیره دستی

بعهد هرمز از تیغ و خزاین / مسلط گشته بر ملک مداین

از و او رنگ هرمز را نوی بود / که هرمز را سپهداری قوی بود

بگرگان[1] طنز کرده آن[2] دلیرے / گهے شیرے و گاهی شیر گیرے

چو هرمز سوے خاقانش فرستاد / بکوشش ملک خاقان داد بر باد

رسید اندر مداین با ده[5] و گیر[6] / کشیده پور خاقان را بزنجیر

گلو بسته بسے میر ولایت / غنیمت های چینی بے نهایت

چو آن فیروزمندی دید از شاه / تغیر یافت اندر خاطرش[3] راه

زخجلت کرد طعن پیکرانش / نوید پنبه[4] داد و دوکدانش

ازین وحشت که در بهرام ره یافت / چو وحشی جست و روی از مردمی تافت

---

[1] نام شهرے و هم جمع گرگ می آید [2] ن ح - از امیری [3] ن ح - حالتش [4] محاوره خاص است گویا ترا پنبه و دوک مبارک باد [5] چرخه که بر آن ریسمان ریسند [6] دار و گیر

برون آمد چشم از نیروے خویش | حصارِ خویش کرد از بازوے خویش
ز طاعت گہ بعصیاں دور می بود | گہے پیدا گہے مستور می بود
چو بر ہرمز سر آمد بادشاہی | ز خسرو تازہ گشت آں کینہ خواہی

رفتنِ خسرو از مداین جہت استیلای بہرام

بران شد کاتشِ دل بر فروزد | وزاں بہرام[1] چوبیں را بسوزد
بنودش بر عدو فیروزمندی | فراواں داد رایت را بلندی
اگرچہ پایۂ کسریٰ نگہداشت | فرازِ تختِ ہرمز خوابگہ داشت
نخفت آں اخسک در بسترش بود | مگس در توئے پیراہن درش بود
دگر بارہ بکوشش گشت کیں توز | کہ دشمن چیرہ میشد روز با روز
مصافے کرد چوں فیروزمنداں | ولے یاری نکرد ش بخت چنداں
مظفر گشت خصمِ سر در مہرش | علم بشکست زآسیبِ سپہرش
رواں شد با دلیرے چند سرکش | دلش از شعلۂ چوبیں در آتش
مداین را در رودِ بیکراں داد | پس ادہم را بہ پریدن عناں داد
ہمی رفت از طلبگاراں نہانی | غبار آلودہ چوں بادِ خزانی
بسے روز از کشش در خاک و در سنگ | ز نعلِ رخش می برید فرسنگ

---

[1] نام امیر لشکر ہرمز چوں کہ او بغایت لاغر و ضعیف بود او را چوبیں لقب کردند ۔ [2] نسخ - پوئیدن

برفتن همرکاب شاه شاپور ‏ همی کرد از سخن کوته[۱] ره دور

ز هر در[۲] نکته و افسانه و پند ‏ عبارت را بجان میداد پیوند

عجائب ها که دید از هر ولایت ‏ همه میکرد[۳] پیش شه حکایت

که در چین دیدم از استاد[۴] پرکار ‏ که کرد دایره بی دور پرکار

دگر دیدم ز روم از پیشه ورزان ‏ که از بلور کردند آب[۵] لرزان

ز نجاری بدیدم تیز[۶] در کرخ ‏ که گوئی گرد گرد از تیشه چرخ

دگر دیدم در اقصای ختا هم ‏ که ده نقاش سنگ آمد فراهم

ز بس دعوی که بی سنگ اوفتادند ‏ بدعوی در میان سنگی نهادند

قرار آن شد که از یک ضربه هرکس ‏ دویم زد باشد از هم پیشگان پس

بنوعی هر یکی یک تیشه زد راست ‏ که از ده زخم کامل پیکری خاست

ز سر تا پای او از هیچ روئی ‏ بجز جان در نمی بایست موئی

ز چندین نکته‌ها[۷] گم گشت لب تر ‏ ندیدم هیچ نقشی زان عجب تر

که در چین بود یارم نقشبندی ‏ کشیده[۸] نقش شیرین بر پرندی

چو من جادو و گرم در صنعت چین ‏ گرفتم نسخه‌ای زان نقش شیرین

نمایم گر خسرو را پا مداری ‏ دل اندر دیدنش بر جای داری

---

۱ ای از لطیفه گوئی راه دور را بخسرو آسان میکرد ‏ ۲ ح - ز در مزد ‏ ۳ ح - یکایک کرد

۴ ح - زنگی ‏ ۵ ای آب موجزن ‏ ۶ ح - تیز ‏ ۷ ح - گفتهای ‏ ۸ ح - بشته

ازاں دعوی تعجب کرد پرویز — کہ نقشے کے بود زینساں دل آویز

بگفتش چند لافی از نگارے — وگر ارزد بداں بنمائے بارے

بفرمانِ ملک گویندہ در حال — نوردِ فتنہ را بکشاد تمثال

تماشا کرد شاہ آں پیکرِ چست — کہ شیریں جانے از نقشِ[١] قلم رُست

درونِ جانش تا پاکے در افتاد — بہر بندِ دلش چاکے در افتاد

ہمی دید آں خیالِ بوالعجب را — بدنداں می گزید انگشت و لب را

بکہبد[٢] گفت کیں از وے نمونہ است — تعالی اللہ کہ آں صورت چگونہ است

ازیں صورت مرا شد کار دشوار — بگو تا چوں بود تدبیرِ ایں کار

بپاسخ گفت رنگ آمیز شاپور — کہ اے در سیرت و صورت ہمہ نور

شنیدم کز رہِ فرمانروائی — زنے دارد بارمن بادشاہی

امورش از رقم ہائے مسلسل — بتوقیعِ مہیں بانو مسجل

بتی کیں نسخت[٣] از وے در پرندست — نیابت دار او بختِ بلندست

مہیں بانو نمودار یست بر بخت — بدو دارد نظر بینائی بخت

برسمِ بندگاں پیشش کمر بند — ہمش بندہ است و ہم فرزانہ فرزند

بدیدہ خدمتش را برگزیدہ است — ہمش خاکِ رہ و ہم نورِ دیدہ است

---

[١] ح - نوک [٢] بضم کاف و فتح بای موحدہ زاہد کوہ نشیں و بکسر اوّل صراف و گنجور - دریجا معنی آخر مراد است [٣] ح - آں

خلافش در دلِ بانو نیاید — اگر بندد جهان را در گشاید

کله داریست چون شاهان سرافراز — نه بر رسمِ عروسان مقنع انداز

بشکل آهو بدل شیرِ دلیرست — نگیرند آهو وَش زیرا که شیرست

سوارِ چیره کز رخشِ تک خیز — فرو آید در آید در تگِ تیز

خود آموزد هنر ناوک زنان را — ریاضت خود نماید توسنان را

بناوک موئے را صد شاخ کرده — به نیزه کوه را سوراخ کرده

بتاریکی زند از تیرِ قتّال — مگس را با سلیق[1] از پشه قیفال[2]

برش کز لطف چون درِّ یتیم است — درونش آهن و بیرونش سیم است

کشیده چون بچوگان آرزویش — شکسته دیدهٔ گردون زگویش

چو گویش خاکبوسی ساز دارد — بچوگانش از تواضع باز دارد

زهر حرفے که مردان را است در خور — همه هست[3] نکورویش برسر

جمالش خود صفت کردن نه راه است — که این صورت بدین معنی گواه است

نه تنها آفتاب از حسن و تاب است — که در ضبطِ جهان نیز آفتاب است

براقِ دولتش کز کین پے افشرد — سران را در زمین یکسر فرو برد

بعهدش هر که در سر کرد بادے — سرِ او بر پرِ دبے ایستادے[2]

سران در راهِ او خاکے مثالند — که چون خاشاکِ شارع پایمالند

---

۱ نام رگے که از دل و جگر تعلق دارد ۲ نام رگے که بسر و رو و گلو تعلق دارد ۳ روک

نماند ستش بگلشن هیچ خارے — که در دامانش آویزد بکارے
همه هموار گشته عرصهٔ سخت — چو گشتِ پر کلوخ از مالشِ سخت
چو نیزه سخت باشد داوران را — تهوّر بشکند زور آوران را
اگر سوهان نه دندان دار گردد — درشتیها کجا هموار گردد
درون چون بسته باشد آسیا سنگ — به پیکان چون کند با آسیا جنگ
سپه کش باخس و خارِ جفا جوئے — چو آتش روئے باشد از همه روئے
ملک چون پشت داد اهلِ وغا را — ز پشت کاردک نتوان خطا را
اگر خاک از هوا آبے نه بیند — غبارِ هر زمینے کے نشیند
چنانست ایمن آن ملک از چنان شاه — که کس خارے نه بیند رسته از راه
ز شب تا روزگارِ آن جهانگیر — نشاط و مجلس ست و گشت و نخچیر
سرش هشیار و لعلش در شراب ست — دلش بیدار و چشمش مستِ خواب ست
خود اندر خواب ناز و عهدهٔ تخت — حوالت کرده بر بیداریِ بخت
به بسته با چنین عشرت پرستی — درِ شهوت به بیداری و مستی
از آهن کرده گنجِ خویش مسمار — کلید کس نیابد بر درش بار
اگر چه از خوبروئی هست بے جفت — حدیثِ جفت نتوان پیشِ او گفت
چنان نخلے که گر بتوانش برخورد — نباشد جز بباغِ شاه درخورد
جهان خسرو که مثلش در جهان نیست — حدیثش در همه عالم نهان نیست

چو خورشید ار بداں سو تابد از دور | مہِ نو را کمالے بخشد از نور

سلیماں چوں بہ بلقیس افگند شست | چہ زیبا باشد ایں خاتم براں دست

رسیدنِ خسرو و شیریں در شکارگاہ و نظارہ باہمد گر

چو صورت گر نمود آں صورتِ حال | بدام افتاد مرغِ فارغ البال

ملک را در گرفت آں حالِ شیریں | کہ شیریں آمدش تمثالِ شیریں

سوئے ارمن شتاباں شد بیک خیز | چو عنصر کو سوئے مرکز دواں تیز

چو سایہ در سوادِ ارمن انداخت | بہرِ روزنے مہے در خرمن انداخت

بصحرا داشت شیریں گشت نخچیر | گہے از غمزہ آہو زد گہ از تیر

ز تیرش گر ز روش درخورِ زہ بود | پلنگاں را بہ پیشانی گرہ بود

قضارا از اتفاقِ بخت قابل | مہ و خورشید شد باہم مقابل

بگرمی لبکہ دلہا مایل افتاد | نظر شد گرم و آتش در دل افتاد

برابر چشم بر چشم ایستادند | نظر دزدیدہ رو بر رو نہادند

شدند از تیرِ یکدیگر نشانہ | کہ بود آماج داری درمیانہ

بسے کردند تدبیرِ سخن ساز | ز حیرت ہر دو را بر نامد آواز

---

۱ بقبضہ آرد ۲ اثر کرد ۳ ح۔ مرکب ۴ ق۔ شود ۵ دریجا خرمن بمعنی ہالہ ماہ است ۶ ہمایوں ۷ ح۔ رود در رد

نگه می کرد شه از گوشهٔ چشم | دلش پر می نگشت از توشهٔ چشم
بسی میخواست دل برجائے دارد | بطوفاں برزمیں چوں پائے دارد
اگر دل راعناں میداد جانش | کرشمہ بازپس می زد عنانش
چونتوانست از و دل را جدا کرد | جنیبت راند و دل برجا رہا کرد
زبے صبری جفا میدید و می رفت | زحیرت در قفا میدید و می رفت
رونده سرکش و جوینده بیحال | کبوتر می شد و شاہیں بدنبال
چنیں باشد گزر بر مرغزارے | سمن خیمہ زده زیر چنارے
اشارت کرد خوباں را که پویند | غریباں را خبرہا باز جویند
دوید آزاد سروے شد خبر جوی | ازاں بیگانگان آشنا روی
ملک فرمود تا شاپور فرخ | بگوید درخور پرسنده پاسخ
جوابش داد شاپور از سر هوش | که نبود راز ما درخورد هر گوش
اگر خود پرسد از ما بانوے دهر | بگویم آنچه داریم از جهاں بهر
پرستار آنچه بشنید آمد و گفت | سهی سرو از خوشی چوں لاله بشگفت
بخدمت خواند شاپور گزیں را | نشاند و از جبیں بکشاد چیں را
بدو گفت اے دلم مایل بسویت ق | نمودار خرد پیدا بروئیت
کجا و کیستند ایں ره نورداں | چساں دارد همی زینگونه گرداں

ن۱ح-بر ن۲ق-گرفته ن۳ق-اگرچه دل ۴ همراهیان خسرو ن۵ح-شاور ن۶ق-زرویت ن۷ق چناں

تواضع کرد شاپورِ خردمند — دعا را با تواضع داد پیوند

که اے نورِ سعادت در جبینت — سعودِ[1] چرخ[2] بادا همنشینت

خدا اندر سرافرازی و شاهی — بقا زان بیش بخشادت که خواهی

حدیثے را که پرسیدی دراز ست — صداعِ رایگان[3] دادن نه ساز ست

ولے چون ناگزیر ست از نمودن — بگویم آن قدر کارزد شنودن

دران فوج آن سواری کارجمندست — فرس گلگونِ آن سروِ بلندست

مگر تا سهل نه شماری شمارش — که نیکو می شناسد روزگارش

باورنگِ عجم پوشیده چهرست — که شمعِ آفتابِ آن سپهرست

سعادت بین که دادآن[4] سلطنت روے — که آمد نورِ آن دولت بدین سوے

بزرگان دولتش را نیز دانند — خطابش خسروِ پرویز خوانند

چو شیرین نامِ خسرو کرد در گوش — نماند از ناشکیبی در سرش هوش

که بود از رهروان بشنیده نو نو — ز حد بیرون حکایتهائے خسرو

گرفته در نهان با خویشتن راست — که او را خواهد ار ممکن بود خواست

نثارِ شاه را ره رفته میداشت — که مروارید خود ناسفته میداشت

بکارِ خویشتن هنجار مے جست — تمنا را کلیدِ کار مے جست

موافق شد چو با اندیشه تقدیر — دران اندیشه حاجت نیست تدبیر

ن[1] ح - قعود [2] ستارگان سعد همچو زهره و ماه وغیره ن[3] ح - نازکان ن[4] ق - که دارد چا گرائے

چو وقت آید که اقبال اندر آید | باستقبال حاجتها بر آید
چو خواهد کشته[1] را از خوشه پربار | همه در وقت بارد ابرِ دُر بار
نباید در پیٔ دولت زدن گام | که خود نا خوانده پیش آید سرانجام
ز بختے کامدش ناخوانده در پیش | مبارک دید شیریں طالع خویش
خراماں رفت با جانِ پر امید | زمیں را سایه شد در پیشِ خورشید
بصد تعظیم خاکِ راه بوسید | فراتر شد رکابِ شاه بوسید
شه از شیریں چو دید آں تازه روئی | شدش تازه ز سر دیوانه خوئی
سرش میداد دستوری خرد را | بصد حیله فراهم داشت خود را
فرود آمد ز پشتِ اسپ چوں باد | چو سبزه بوسه زد بر پائے شمشاد
چو سر بر کرد در نظّارهٔ نور | بنا میزد چه بیند چشمِ بد دور
جهانے دید از عشق آفریده | جهانے پردهٔ عاشق دریده
ازیں سو ایں ز دیدن گشت مدهوش | وزانسو آں[2] ز گفتن گشت خاموش
دو عاشق روئے در روستِ دیدار | نظر برکار مانده عقل بیکار
چو شیریں یاد کرد از خود زمانے | ق کشید از راهِ شیرینی زبانے
که یارب ایں چه دولت بود مارا | که ابرے چوں تو مهماں شد گیارا
مگس جلّاب شیریں را بود قید | چه شیرینم که عنقا کرده ام صید

---

[1] ق - کشته   [2] ح - او ز حسرت ماند

بقطرہ کے رسد دریائے پُرشور | سلیماں کے خزد درخانۂ مور
کجا در ذرّہ گنجد مہرِ روشن | کہ از تابے برقص آید ز روزن
چو آمد آفتاب از بیتِ معمور | سزد گر کلبۂ ما را دہد نور
سخن را کرد خسرو باز بستے | کز آسیبِ فلک دارم شکستے
ہر آں مردم کہ او را مردمی خوست | نخواہد بارِ خود بر گردنِ دوست
مرا خود ہست بر دل بیکراں بار | شما را ہم چہ گردانم گرانبار
مرا کاریست اینجا یوم بر بوم | ہمائے خویش خواہم راند تا روم
چو زانجا باز گردم شاد و خنداں | شوم مہمانِ لطف ارجمنداں
بزاری گفت شیریں کای دغاباز | چو دل بردی ز من چندیں مکن ناز
اگر خورشید بر پایم زند بوس | ز پشتِ پائے خویشم آید افسوس
چو خود می بوسم اکنوں پشتِ پایت | تو پشتِ پا زنی شاید ز رایت
ملک از رخصتِ آں لعل چوں قند | زد اندر پائے شیریں بوسۂ چند
پس آنگہ گفت با صد گونہ زاری | ق کہ اے در دل نشاندہ تیرِ کاری
من از عطفِ عنانِ مطلقِ خویش | ترا می آزموم در حقِ خویش
وگرنہ من کجا آں پائے دارم | کہ از کویت برفتن رائے آرم
بود زنجیر اسیراں را گلوگیر | مرا در گردنِ جانست زنجیر

ن۱ ح - خیزد - افسوس   ن۲ ح - ازمایم

چو در شستِ خود دم بستی[۱] چو ماهی | کشان می بر بهر جانب که خواهی

نوائے نو در آغازِ جوانی | بهم چون آتش و باد تند دانی

چو رازِ عاشقان زینگونه شد فاش | عنایت گفت حیرت را که خوش باش

شکر لب گفت با خسرو که هان خیز | چو دولت سایه بر فرقِ ما ریز

برآمد بر صبا آزاد سروے | چو بازِ[۲] جرّه بر پشتِ تدروے

روان گشتند در ایوانِ شیرین | که تا خسرو شود مهمانِ شیرین

فرستاد آگهی شیرین سوے تخت | که سوئے دولت آمد میهمان بخت

همیں بانوازان دولت خبر یافت | که مه در منزلِ پروین گذر یافت

باستقبال پیش آمد چو شاهان | بجاے آورد شرطِ نیک خواهان

طریقِ خدمت از غایت برون برد | نثار افشان بایوانش درون برد

بزرگانرا فرود آورد هر جاے | ملک را بر سریرِ دولت آراے

برسمِ خسروان مجلس بیاراست | خردمندان نشستند از چپ و راست

نسیمِ می شد اندر جان نوازی | در آمد ساغر اندر بوسه بازی

پیاله بر دبر رسمِ ظریفان | زمین بوسِ صراحی با حریفان

خرامان گشت ساقی باده در دست | وے از می مست و میخواران از و مست

ز هر سازے که در آواز می شد | سرِ قرّابه[۳] مے باز[۴] می شد

---

[۱] ق - بروی [۲] بازنر [۳] صراحی و شیشه باده [۴] ج - ساز

شده در دل شگافے زخمۂ راز | بدل دوزی روان ابریشمِ ساز
بطانِ باده و مرغانِ آتش | بشادی گریه می کردند خوش خوش
چناں درّاج و مرغ از سوز بگریست | که آتش زاشک شاں می مرد و مے زیست
سپندے گشته هر سو آتش افروز | سرودِ گرم و رقصش از پے سوز
بخور انگیز ئے عودِ قماری[۱] | معطر کرده گردوں[۲] را عماری
ز بوئے خوش که جاں از دست میرفت | فرشته میرسید و مست میرفت
چو ماهِ چارده بنشسته خسرو | پری وش در تواضع چوں مهِ نو
لبش میخواست مهماں را دهد نوش | کرشمه بانگ برمیزد که خاموش
زخاطر رخصتِ دوری نمی یافت | ولیک از ناز دستوری نمی یافت
گه ایں جاں پاره کرد آں پرده می دوخت | گه آں دم داد و ایں در پرده می سوخت
بنود اندر میاں گستاخ روئی | که در گنجد هوس را کامجوئی
تمنا کو بدل قاروره می سود | برشوت خونِ دل میخورد و می بود
نظر مستغرقِ دیدار مانده | وکیلاں را خرد بیکار مانده
بروں می جست هر دم جانِ بیتاب | زباں میداد امیدش که مشتاب
دو مستِ شوق رازاں هم شرابی | بظاهر مستی و باطن خرابی
بدینساں تا بشام از اوّلِ چاشت | مے خوردند کز جاں چاشنی داشت

---

۱ عود یکه منسوب به قریه قمار است و آں شهریست از هند　　۲ اوج گردوں

چو آمد در غنودن چشمِ خورشید ——— بمرقد رفت چوں ضحاک و جمشید

ملک را خوابگاهی راست کردند ——— که از چرخ اطلسے در خواست کردند

شراب و عشرت و نقلے مہیّا ——— کنیزاں پنج و شش ہمچوں ثریّا

ملک در خوابگہ شد بادہ در سر ——— ہوائے سوسنِ آزادہ در سر

ہمہ شب ماندہ بودش چشم بر راہ ——— کہ طالع از کدامیں سو شود ماہ

رطبہا دید رغبت کم فزودش ——— کہ تلخش بود چوں شیریں نبودش

ببوئے گل ہمی خورد از دروں خار ——— ببادِ گنج مے پیچید چوں مار

صنم در خوابگاہِ خویشتن نیز ——— مبرّا ماندہ بود از ہوش و تمیز

زنگِ نام خوں در پردہ می خورد ——— ولیک از پردہ داراں پردہ می کرد

دو مشتاق از غمِ دوری مشوش ——— فراقے در میاں چوں کوہِ آتش

اظہارِ عشقِ خسرو بہ شیریں

چو صبح از پردہ آہِ عاشقاں کرد ——— بروں زد شعلۂ گرم و دمِ سرد

دگر رہ باز شیریں مجلس آراست ——— حریفاں جمع گشتند از چپ و راست

دو بیدل باز در زاری در آمد ——— جگرہا در جگرخواری در آمد

---

۱ پنج و شش - چند در چند ۲ ثریّا - نام شش ستارہائے خرد ۳ ق - کہ تلخی چوں بود

۴ اے بغضب و غصہ می پیچید

زنوشِ ساقیان و نغمهٔ ساز   می از دلہائے صافی گشته غمّاز

ز آہی کز دو غم پرورده میخاست   حیا را اندک اندک پرده میخاست

دران صحبت که شوق از حد برون بود   ز روزِ اوّل آمیزش فزون بود

بدین گونه ز جانِ نابرومند   ہمی بودند صابر روزکے چند

نم اندر گل اثر میکرد نو نو   ز سیلِ[۱] تند میرفتند جو جو

چو طوفان موج سر بر زد زپستی   خلل ره یافت در بنیادِ ہستی

چنان شد دیگہائے پخته[۲] در جوش   که از سرہا فرو افتاد سرپوش

شبے ز اندوه دل باہم نشستند   سخن[۳] را قفل و دل را بر شکستند

نخست از دیده خسرو خون تراوید   پس آزارِ جگر بر دل تراوید

بشیرین گفت کاے چشمِ مرا نور   مشو زینگونه نیز از مردمی دور

که مہمانِ خودم خوانی ببازی   پس استوه آئی از مہمان نوازی

نه مہمانِ شکم گشتم بکویت   که جان از دیده شد مہمانِ رویت

وگرنه تا بقا را خم نیاید   شکم داری کسے را کم نیاید

مرا حلوائے شیرین کے کند سود   کزان حلوا نمی بینم بجز دود

نه لب شیرین ز نامِ قند باشد   ز بوئے باده مستی چند باشد

چه سود از اطلس و زیبا زر بر پوشش   بماه دے چو نتوان کرد بر دوش

۱؎ ح- که سیل تند بر میرفت   ۲؎ ق- تفته   ۳؎ ق- سخن را قفل دل برهم شکستند

بخیلاں را ازاں کسوت چہ خیزد	کہ اندر طبلہ ناپوشید ریزد
غریبے را چو خواندی بر درِ خویش	بمحرومی نشاید راندن از پیش
وُلے آنکس کہ زاد از بختِ محروم	نیابد بہرہ بیش از رزقِ مقسوم
چو نبود لقمۂ روزی نہ کردہ[1]	بروں اندازی از لب نیم خوردہ
چرا نبود مرا دلسوزی از تو	کہ تا اکنوں ندارم روزی از تو
دلم خوں شد ز دورت[2] چند بینم	جُدائی در حضورت چند بینم
بروزم چوں رسد شبہائے دیجور	کہ باشی روز با من شب ز من دور
چو سُرخاباں[3] ز تقدیرِ خدائی	بروز آمیزش و شبہا جُدائی[4]
چو پیش آوردی از لوزینہ خوانے	رہا کن تا کنم شیریں دہانے
چو خوانی تشنہ را بر چشمہ سارے	بتر گردن لبے بگذار بارے
شکر پاسخ شد از پاسخ شکر ریز	کہ شیریں با داز من عشقِ پرویز
ہمہ آتش لبوئے خود مکن ساز	کہ داری در یکے سودا دو انباز
وگر تو ناصبوری کز تو دورم	چہ پنداری کہ من یعنی صبورم

---

[1] ن ح - بہ پردہ [2] ن ح - دولت [3] بضم اوّل نام طائر معروف کہ باب نشیند و چوں مادہ اش بخلاف تمام طیور بوقت معہود خون حیض آرد او را سرخاب گویند [4] اظہار قدرت عجیبہ صانع عالم ہی کہ سرخاب تمام روز متصل و یکجا اور شب کو مہجور اور ایک دوسرے سے دُور رہتے ہیں اور یہ نئی تشبیہ ہی استاد سخن ناسخ نے بھی اُردو میں اس مضمون کو بطرز خاص لکھا ہی ؎

فاصل سرخیٔ لب ہو گئی تحریر مسی — شام کی ہوتے ہی سرخاب کا جوڑا ٹوٹا

بجانِ تو کہ درجانِ وفا دوست | تو جانم گشتۂ و جانِ منِ پوست
شب و روزم دل آنجا و تن اینجا | تو آنجا زار می باشی من اینجا
چرا خوش نایدم با چوں تو یارے | گرفتن کامے از بوس و کنارے
ولے ناموس و ننگِ بادشاہی | فتد ز آسیبِ فسق اندر تباہی
بنامیزد میانِ خاصہ و عام | نکو ناید[1] حرام[2] و حرمت[3] نام
مرا زینگونہ می باید ہمی سوخت | کہ عصمت چوں بدرّد[4] کم تواں دوخت
ملک گفتا کہ با ایں رغبتِ گرم | توقّف از پئے عار ست یا شرم
سرت گر شد کلہ در در ہمہ چیز | کلاہی و سرے داریم ما نیز
بتابستاں مبیں بے آبیِ جوے | کہ گردد باز دریائے بہر سوے
بہ بے برگی مبیں در دے[6] چمن را | کہ برگے ہم دہد سرو و سمن را
گر اکنوں ما نہ عیشِ تازہ داریم | امید از بخت بے اندازہ داریم
ور اختر خواست کردن دشمنی فاش | تو اندر دوستی با ما یکے باش
ہمہ یارند بہرِ قسمتِ گنج | کسے یار ست کو قسمت کند رنج
دگر بارہ شکر لب گفت بارے[5] | کشیم از دیدہ رنج چوں تو یارے
ہر آنچہ از دستِ ما خیزد زیاری | بفرما تا کنیمت جاں سپاری
نیاریم ار بسر بارے کشیدن | توانیم از قدم خارے کشیدن

ن۱ ح۔ بہم ۲ ناروا ۳ ارجمندی۔ یہ اہلِ ہند کا محاورہ ہے ن۴ ح۔ بید ن۵ ق۔ کارے ۶ مادہ موسم خزاں

ورت گردے ز دل شستن ندانیم — غبارے ز آتشیں رفتن توانیم

ورت در جنگ نتوانیم یاری — توانیمت دعا خواندن بزاری

بپوشید است زیرِ آبگوں رود[1] — ہم کنجشک آتشگاہِ نمرود[2]

نہ من زاں میکشم دامن ز رایت — کہ روزے چند تنگ آید قبایت

ازاں بالاتر آمد نورِ خورشید — کہ گردد از کسوفِ ذرہ نومید

ولے من دارم ایں لوزینہ تا دیر — کز اندک لقمۂ چشمت[3] شود سیر

چو باز از طعمہ ترگشت سرمست — بخواندن باز کے گردد سوی دست

دلم زاں کرد[4] سنگِ خویش پیدا — کہ معیارِ زرت گردد ہویدا

چو خالص بینمت سازم گلوبند — وگرنہ در گداز آرم دمے چند

زرت چوں پختہ شد سازم بناکام[5] — بزرِ پختہ بہ نرخِ نقرۂ خام

فراواں کرد خسرو کوششِ گرم — نشد پولاد یارِ سیمبر نرم

ضرورت خواست از شیریں بزاری — وثیقت[6] را طریقِ استواری

کہ جز خسرو نخواہد جفتِ دلگیر — وزیں گفتہ نباشد گفتِ دیگر

شکر لب گفت ایں خود گفتنی نیست — چنیں دُرے بہ بازی سفتنی نیست

چہ پنداری کہ گر من رام گشتم — بگفتِ نفس بے آرام گشتم

---

[1] آسمان [2] غالباً مراد از گریہ ابراہیم کہ بتا ہر ہیچو ہم کنجشک کم قدری نمود مگر آتشگاہ نمرود را پوشیدہ کرد

[3] ن ق چشم [4] ایہام بقدر خویش [5] ن ق ۔ سرانجام [6] استواری عہد

نہ من آں آہوم کز زادِ مستی — چو خوک و سگ کنم شہوت پرستی

مرا بر خویشتن ہست آں قدر زور — کہ بنشانم تنے شوریدہ از شور

حریف ار آبِ خضر آرد نگیرم — وگر خود مردنی[1] باشم نمیرم

بسویت زاں عناں دادم ہوس را — کہ از یک جفت[2] نبود چارہ کس را

وگر بر تو کسے دیگر گزینم — بہ از تو[3] کیست کو را بر گزینم

مہِ نو گر دگر جا دیدے اُمید — نگشتے کفچہ دستش پیشِ خورشید

کنوں سوگند خوردے[4] میکنم یاد — کہ گیتی جفت جفت افگند بنیاد

کہ تا ورزے کہ خواہم در زمیں جفت — بجز خسرو نخواہم در جہاں جفت

وگر جانِ مرا غارت کند نقد — زمن نکشایدش یک عقدۂ بے عقد

بآساں ہم بعقد اندر نیایم — دلش را تا فراواں نازمایم

چو شہ دید آنچناں سوگند و عہدے — دگر در کام دل نبود جہدے

بزلف و عارضش قانع شد از دور — ببوئے[5] دل نہاد از مشک و کافور

قصدِ سفرِ خسرو بجانبِ قیصرِ روم و اظہار بہ شیریں

حلاوت سنجِ شیرینِ شکر خند — چنیں بر داشت مہر از حقۂ قند

---

[1] قابلِ مرگ [2] معمول طریقہ اربابِ ننگ و نام [3] ق - بہ از تو نیست گر شوہر گزینم

[4] ق - خوردی [5] عادت کرد و راضی شد

که با خسرو چو شیریں بست پیماں | که ایں بلقیس گردد آں سُلیماں
ملک[1] بر رسم اوّل چند گاہے | بمہر از دو میکردش نگاہے
ہمے میکرد دل را آتشیں دود | زلب دریاکش از دل تشنہ می بود
بشیریں گفت میدانی کہ کارم | پریشانست ہمچوں روزگارم
مرا در ملکِ خود کارے در اُفتاد | رسیدم با تو کارے[2] دیگر اُفتاد
کنوں کامیدم از تو یافت یاری | بملکم نیز ہست امیدواری
گرفتم از رخت فالِ مُبارک | کہ تاجم باز گردد سوئے تارک
گرم دستوریِ باشد زرایت | برآرم سر بروم از زیرِ پایت
سپہ بستانم ورانم بہ تعجیل | بمالم بیذقِ[3] چوبیں تہِ پیل
بہ نیزہ بر درم ہفت آسماں را | لباسِ تنگ پوشم دشمناں را
بدیں تیزی کہ گردم[4] خصم را سلخ[5] | من و لبہائے شیریں و مے تلخ
چو خار از راہِ خود یک یک بچینم | بفارغ خاطری با گل نشینم
صنم گفت ارچہ ما طاقت نداریم | کہ دامانت ز دست آساں گذاریم
ولے چوں ہمّتِ بیدار داری | بہ آں باشد کہ با ایں[6] کار داری
چو مرد از پاسِ دشمن شد سناں گیر | نباشد دوست کش گردد عناں گیر

---

[1] ح - مگر [2] ق - تا بہ کارے [3] پیادہ - پیادہ کو پیل سے پامال کرنا شطرنج کا ایک خاص ایہام ہے
[4] ق - چو پوشم [5] پوست کندیدن [6] ق - تو روتق دہ

تو رونق[ن۱] نو کن اساسِ بادشاہی — کہ من خود با تو ام ہر جا کہ خواہی

چو کشتی آتشِ دشمن کہ تفتہ است — نشاطِ دوستاں جائے نرفتہ است

اشارت کن با بروئے چو چوگاں — کہ من از سر دوم چوں گوئے غلطاں

قرارِ کارِ شاں چوں محکمی یافت — دلِ خسرو ز شیریں بے غمی یافت

ہمیں بانو دو ہم جولاں بہم داشت — کہ ہر یک دویمی[ن۲] در دہر کم داشت

یکے شبگوں کہ نامش[۳] کردہ شبدیز — گرو بردہ ز صرصر در تگِ تیز

سیاہی خنگ[۴] گردوں را عناں گیر — بدو داز آتشِ خویش آسماں گیر

دویم گلگوں[۵] ہمائے در ہوا بود — کہ گرم و نرم چوں بادِ صبا بود

ز آتش پایش نعل[۶] اندر آتش — گہے[۷] رفتن چو آبِ تیز رو خوش

تو گوئی مہرہ را ہر یک با فسوں — کشیدند از دہانِ مارِ بیروں

صنم فرمود کاوردند در حال — برسمِ خدمتی[۸] پیش آں دو ہمسال[۹]

ولیکن در زمانہ نیست پنہاں — متاعِ مور و درگاہِ سلیماں

متاعِ من کہ سر تا پا[ن۱] کساد است — سلیماں وار بپذیر ارچہ باد است

[ن۱] ق۔ تو رونق دہ [ن۲] ق۔ زاں دوم [۳] شبدیز کو شبگوں کہنا اظہارِ واقع کے علاوہ دلچسپ تقریر ہے۔ [۴] اسپ سفید رنگ [۵] شبدیز خنگ گردوں کا عناں گیر ہے اور گلگوں صبا رفتار۔ تناسب لفظی معنوی قابلِ داد ہے [۶] بیقرار [۷] آتش پا ہونے پر آب تیز رو کی طرح سبک خرام ہونا کس درجہ لطیف خیال ہے اور پاکیزہ استعارہ ہے [۸] ہدیہ [۹] ہم عمر [ن۱] ح۔ سر تا سر

بخواہش گفت مارا برگ آں نیست | کہ آید خدمتے در خور نہاں نیست
چو مورم[1] من کہ از بس ہوشمندی | کنم پیشِ سلیماں با دبندی[2]
چو شہ دید آں دو بادِ تنگ بستہ[3] | صبا[4] را ابر دو گونہ رنگ بستہ
دراں نظّارہ حیراں ماند تا دیر | نمیشد چشمش[5] از دیدارِ شاں سیر
نظر سوئے سوادش بیشتر بود | کہ نورے زاں سیاہی در بصر بود
بگفتش بود بر من بیکراں بار | کنوں[6] خود بیشتر گشتم گرانبار
چو آرد گرد شبدیزت بمن باد | بساں سرمہ در چشمش کشیم شاد
چو خاکے بر کند شبدیزت از پائے | بساں[7] سرمہ در چشم کند جائے
خدا بخشم دہد تا بے کم و کاست | توانم عذر چندیں مردمی خواست
بگفت این و جبیں بکشادہ چوں بدر | پذیرفت از مہِ خویش آں شبِ قدر
برآمد ہمچو مہ از شامِ دیجور | سوادِ سایہ شد خورشید پر نور
بروں راند آں شبِ فرخندہ زاں بوم | مبارک روئے شد بر قیصرِ روم
زریشِ دل بمژگاں جوئی خوں داد | پس از دل ناوکِ چوبیں بروں داد

---

[1] ن ق۔ چو مورم منگر از من ہوشمندی [2] بیقدر بنہائے دور از کار [3] دو بادِ تنگ بستہ شبدیز دو گرنگ

[4] یہ ایک مصرعہ ہزار اشعار کا جواب ہی اور اس کی خوبی بیان سے باہر ہی۔

[5] ن ق۔ نمیشد چشم او از دیدنش سیر [6] ن ق۔ کنونم بیشتر کردی گرانبار

[7] ن ق۔ بساں روح در جسمم کند جائے

پیوستنِ خسرو بقیصرِ روم و لشکر کشیدن و آیین و شکست دادنِ بہرامِ چوبیں

چو قیصر دید زاوجِ پایۂ خویش | چناں خورشیدی اندر سایۂ خویش
بتاج و تخت دادش سرفرازی | کمر بربست در مہماں نوازی
پس از چندے بخویشی مژدہ دادش | بدامادی کلہ برسر نہادش
زقدِ مریمش[1] چوں نخل[2] برداد | وزاں نخلِ ترش خرمائے تر داد
چو دریا لشکرے دادش فراپیش | کہ بنشاند غبارِ دشمنِ خویش[3]
غبارِ قلب دریا خیز بودش | کہ دریائے غبار انگیز بودش
رواں شد شاہ با قلب[4] و خزاین | زقسطنطنیہ شد سوئے مداین
خبر بردند بر بہرامِ سرکش | کہ خسرو میرسد چوں کوہِ آتش
نکرد از خیرگی[5] در دل ہراسے | مقابل گشت چوں ناحق شناسے
دو لشکر روئے در روساز کردند | بکوشش بازوے کیں باز کردند
بخونریزی رواں شد تیرِ دلدوز | برآورد از دل و جاں ہائے شاں سوز

---

[1] ق - خویش [2] مریم کے ساتھ نخل کا ذکر ایک خاص ایہام رکھتا ہے اور پھر اُس کے سلسلہ میں خرمائے ترنے اور زیادہ لطف پیدا کر دیا ہے [3] ق - لشکر [4] فوج میانہ کہ خاص تر باشد [5] ق - خیرگی

دہن[1] در گوشِ مرداں کرد سوفار — سخن می گفت کاینک نوبتِ کار

سناں جاسوسیِ[2] دلہا نمودہ — زبانے دادہ و جانے ربودہ

زتیر[3] اندازیِ زنبورک از دور — مشبک سینہا چوں خانۂ زنبور

نئے ناوک نوائے زار میکرد — نوائے او بدلہا کار میکرد

خدنگ از سینہ دل میکرد غارت — کماں میکرد از ابرو اشارت

مبارز تشنہ و شمشیر می گشت — بخوں آشامی از خوں[4] سیر می گشت

باستقبال مرگ از تیغ خوردن — ہمی شد پائے کوباں سر زگردن

جگرہا کز پلارک[5] چاک می شد — بگردوں بانگِ چاکا چاک[6] می شد

ہمی خندید[7] زخم از گردنِ مرد — بگریہ خندۂ[8] خونیں ہمی کرد

بگرمی بوستاں چوں برق گشتہ — میانِ آب و آتش غرق گشتہ

زخشتِ[9] آہنیں ہر سو حصارے — زسنگیں برزۂ[10] ہر سو کوہسارے

اجل دامن بکشتن چست کردہ — زمیں نیفہ[11] بخوردن سست کردہ

---

[1] ایک خاص واقعہ کی کیفیتِ واقعی تصویر ہی کہ تیر اندازوں نے جو تیروں کی سوفاروں کو زہ کماں تک کھینچا ہی تو گویا تیر اپنا منہ اُن کے کانوں سے لگا کر کہہ رہے ہیں کہ جنگ کا وقت آگیا ہی [2] تیروں کی نوکیں دلوں کو تلاش کر رہی ہیں اور وہ زبان دے کر جان لیجاتی ہیں [3] زنبورک دراصل بندوق کی ایک قسم ہی اور غالباً اِس جگہ مراد تفنگ سے ہی جو ایجاد اہلِ ہند ہی اور اُس سے تیر اندازی کرتے ہیں ورنہ معنی میں اشکال ہوتا ہی [4] ق - از خود [5] تیغ و ہم جوہرِ تیغ [6] چکاچک آواز زخمہائے تیغ [7] ح ہیکل [8] ح بخندہ گریۂ خوں تیز کرد [9] نیزۂ کوچک [10] ق - آہن
[11] نیفہ سست کردن بمعنی کمر سست کردن است

جنیبت بس کہ آتش پائے گشتہ[1] | ہلالِ نعلِ پرویں زائے گشتہ
زبانِ تیغہا از چپا کرو میر | شدہ در کاسِ سرہا چاشنی گیر
تنِ اُفتادگاں[2] میداو درگل | صلائے[3] کرگساں از دیدہ و دل
شکم ہائے کہ میگشت ازسناں سیر | چو برگِ گندنا[4] میخورد شمشیر
شدہ خسرو بکیں جوشاں تر از نیل | چو کوہِ آہنیں بر کوہہ پیل[5]
بہ پیرامن بزرگانِ سپاہش | زچشمِ بدٔ[6] با آہن بستہ راہش
بزرگ اُمید بارائے فلک تاب | نہادہ چشم بر چشمِ صطرلاب
نظر سوئے فلک[7] پر تاب[8] کردہ | فلک در چشمِ اصطرلاب[9] کردہ
چو طالع راز مانے دید فرخ | بہ پیلِ شاہ کرد از فرخی رُخ
بشہ گفتا[10] کہ دولت را ثبات ست | براں پیلت کہ دشمن شاہ[11] ماتست
رواں شد[12] پیلِ شہ باسر فرازی | بیک شہ پیل بر داز خصم بازی
بدانسو تعبیہ[13] زاں گونہ بشکست | کہ مہرِ رائگاں[14] شد دست بر دست

---

۱ گھوڑے کے آتش پا ہونے پر اُس کے ہلال نعل کا پرویں زار ہونا واقعی واقعہ کے ساتھ کس درجہ بلیغ مضمون ہی۔
۲ خاک و خون میں پڑے ہوئے مقتولوں کے جسم بسر و چشم کرگسوں کو آوازہ مہمانی دیتے تھے۔ جدت کی کوئی حد نہیں ہی۔
۳ ن ق ۔ صدائے ۴ گندنا گیاہی است ہمچو سیر کہ برگش بہ تیغ کشیدہ می نماید ۵ کوہہ پیل ہمچو کوہہ شتر
۶ راچشم بد با آہن بستہ مبالغہ زیادتی اسلحہ است ۷ مراد از فاصلہ دور و دراز ۸ ن ق ۔ بیتاب ۹ ترازوئ آفتاب کہ آلہ نجوم است ۱۰ پیل مات کا لطف اہلِ شطرنج سے پوچھیے ۱۱ ن ح ۔ پیل ماتست
۱۲ شہ و پیل و برد و بازی کا ایہام فصاحت کے ساتھ کس درجہ خاص بات ہی۔
۱۳ آراستہ و ساختہ ۱۴ مفت و بیقدر

ازینجانب حریف از بر گرانه	همیراند اسپ[1] خود خانه بخانه
مبارز بسر نگوں از زیں ہمی گشت	بدیناں[2] بیذ[3] قش فرزیں ہمی گشت
بخوں در چهرهٔ گردوں زمیں سنج	چو رنگیں مہرہ از یکسوی شطرنج
بساتن پیش شه کاندر گل آمیخت	حریفش گوییا[4] مہرہ فرو ریخت
شد از خونِ حریفانِ خطرناک	بساطِ[5] روئیں از شطرنجیِ خاک
دو رویه کاسه بیذ[6] قها نهاده	دو نیمه رُخ شده سرها فتاده
شه از منصوبهٔ رنداں سپه را	کزاں منصوبه[7] بر د اُفتاد شه را
چو خود را در تنزل دید بہرام	به بر د آں زلزله از جانش آرام
فرو گشته پشیماں[9] راه بر داشت	خرد را حمله کرد[10] و آه بر داشت
گریزاں می شود خسرو بدنبال	رونده سرکش و جوینده قتّال
بسے چوں باد پے در پے دویدش	بصحرا در زمیں گردے ندیدش
شکسته لشکرِ او فوج در فوج	زخوں[11] آمد بدریا موج در موج
شه آں سرگشتگاں را بار میداد	بجان و مال شاں زنهار میداد
چو زیناں از شکوهِ بختِ فیروز ق	مظفر گشت بر خصمِ سیه روز

---

[1] وہی شطرنج کا سلسلہ جاری ہی [2] پیادہ کا فرزین ہوجانا بازی شطرنج کا کمال ہی [3] ن ح - بدیناں بیذق از فرزیں ہمی گشت [4] گویا از بازی فرو ماند [5] ن ح - بساطِ روی ازاں شطرنج چوں تاک [6] پیادہا - [7] بصنعت ایہام تخیل اہلِ شطرنج [8] مات گردید - اہلِ شطرنج کے تلازم و تناسب کو کلیتاً ختم کردیا -
[9] ن ق - خرد گشتش رفیق در راه بر داشت [10] اے بر خرد حمله نمود [11] ن ح - زجوی

بدار الملک شه با صد[1] روائی — ز سر نو کرد اساسِ پادشائی
بر آمد بر سریرِ ملک شادان — چو خورشیدے که تابد بامدادان
خرد را مایه دا داز کارسازی — بدشمن سوزی و مخلص نوازی
سپه را شاد کرد از نعمت و جود — رعیت را براحت کرد خشنود
چناں کرد از جہاں گردِ ستم دور — که شد خاکِ درش در دیدها نور
ز دولت گرچه فرخ بود روزش — ز چوبیں خار خارے بد هنوزش
نگیرد سهل هرگز صاحبِ تخت — غمِ دشمن خصوصاً دشمنِ سخت
غمِ دشمن ز دشمن بیش کینه[2] — که بیرونست دشمن او بسینه[3]
خله[4] چوں چوب[5] از بیروں تراشد[6] — خله در دل نگر تا چوں خراشد
بترس از کینه دار نیم کشته — که بدگیتی[7] زند مارِ نیم کشته
چو بهرام از سیاست گاهِ خسرو — عناں را در هزیمت داد بیرو[8]
نه بد زاں ترکتازی هیچ بادش — بجز در حد ترکستاں ستادش[9]
رها کرد از میانه کشورے چند — دراں کشور در آمد با سرے چند
برسمِ چاکراں چوں سخت ساقاں[10] — کمر بربست بر درگاهِ خاقاں

---

[1] رواج و رونق [2] ن ق. گشته [3] ن ق. غم سرشته [4] آله سر تیز نوکدار مثل سیخ و نیزه [5] ن ح. پوست [6] ن ح. خراشد [7] اے بد فرض می کنند [8] عناں را میرو دادن غالباً بمعنی عناں گزاشتن است فافهم [9] قرار [10] (سخت ساق هردم قیام دار)

چو لشکر کش سوے بد کار فرماے　　ز خاقاں نامزد می شد بہر جاے

فراواں داد در کوشش عناں را　　ہم آخر در سرِ آں کرد جاں را

زمانہ بازیِ کاں باکساں باخت　　چو آمد وقتِ او با او ہماں ساخت

شب و روز از بریدانِ سبک خیز　　خبر می شد زحالش سوے پرویز

چو در دل مردنِ چوبیں یقیں دید　　بناۓ دولتِ خویش آہنیں دید

در اُفتادنِ خزینۂ رُوم بدست خسرو پرویز

چناں خواندم دریں ۷زینہ منثور　　کہ چوں خسرو سراں را کرد مقہور

بشاہی با دلِ آزاد ۱بنشست　　غم از خاطر بشست و شاد بنشست

چناں از تیغ گرد آفاق آرام　　کہ گشت از نیمروزش ۲ عرصہ تا شام ۳

چو از کیں شستہ شد ہر مرز و بومش ۴　　رواں شد حکم تا دریاے رومش

چو آں نیرو جہاں را گشت معلوم　　بلرزید از نہیبش قیصرِ روم

ز نزدیکانِ خسرو نیز چندے　　کہ در دل داشتند از وے گزندے

یکے گشتند ۵ با خسرو نہانی　　کہ با قیصر کنندش بدگمانی

ازاں گردندگی ۶ قیصر خبر یافت　　بہ بیشی کار خود در او قت دریافت

---

۱ شادی　　۲ ہماں ولایت سیستان　　۳ نام ولایت　　۴ منزل و مقام
۵ متفق شدند　　۶ گردش زمانہ

زدیگر خسروان بودش باخلاص — طرفدارِ حبش در دوستی خاص

پس از چند آزمونِ[1] شہریاری — یکے گشتہ درو ہنازِ استواری

چو دید آں بستگی مردِ خردمند — کشاد[2] از گنج زریں آہنیں بند

بکشتی کرد گنجِ بیکراں بار — زرے کز وے شدی دریا[3] گرانبار

چو مالامال شد بحر از خزانہ — ز روم اندر حبش کردش روانہ

پر از دیبا و زر ہفتاد کشتی — چو گلہائے تر از باغِ بہشتی

زگوہر شصت کشتی چوں ثریا — تو گوئی مایہ بیروں داد دریا

دگر بر نقرہ صد کشتی سراسر — کہ ہر یک بود با دریا برابر

بخازن گفت کیں سرمایۂ ملک — ق — کہ ہم ملک است و ہم پیرایۂ ملک

بجنباند جہازِ بارکش را — رساند زود سلطانِ حبش را

بگوید کاعتمادِ آں دلِ پاک — مرا دل داد کیں گنجِ خطرناک

کنی[4] اندر امانت زینہاری — کاماں و زینہارِ روزگاری

امانت دادمت در پردۂ راز — برم ہنگامِ حاجتمندیش باز

رواں شد خازن آزاد میرفت — کہ اسپ[5] چوبیش از باد میرفت

مخالف گشت روزے قوتِ باد — ہمہ کشتی زرہ یک جانب افتاد

---

۱ آزمایش و امتحان ۲ بست و کشاد و گنج و زر کا تقابل قابلِ دید ہے ۳ ن ج ۔ کشتی

۴ ن ق ۔ کنم اندر زمانت زینہارے ۵ اسپ چوبی کشتی

همی شد هر یکے پرنده چون طیر | چو ماهِ نو فلک خیز[1] و تُنک سیر
بدینسان تا رسید از جنبشِ تیز | بانطاکیه[2] در بهر حد پر دیز
خبر بر شاه رفت از معبرِ آب[3] | که روزی بر در آمد زود بشتاب
اشارت کرد شه کانجا شتابند | خدا آورد[4] ها را باز یابند
طلبگاران روان گشتند دلشاد | بسوئے گنجِ باد آورد[5] چون باد
ز دریا بر کشیدند آن خزینه | چو لولو ز آب و باده ز آبگینه
رسانیدند از ایشان باده[6] در بیر | بقصرِ خسرو از گنجور قیصر
چو کالا را بعرض آورد گنجور | زمین تا آسمان روشن شد از نور
ز دُر دیدند دریائے نهاده[7] | ز زر کانے بهر جائے نهاده
گهرهائے چنین دیدند انبوه | نه در دریا شود حاصل نه در کوه
دران[8] نظاره بینش خیره می شد | نظرگه روشن و گه تیره می شد
فرستاد از پئے نظاره خسرو | سوئے گنجِ کهن گنجینهٔ نو
خزینه با خزینه شد بهم خاص | دو دریا را بیک جا کرد غواص
ازان مایه که در دولت نوی یافت | دلِ پرویز نیروئے قوی یافت
چراغِ ملک را روغن زمال ست | بقائے مملکت بے زر محال ست

---

[1] اسم ظرف ترکیبی [2] نام شهرے از شام [3] ساحل بندرگاه [4] بجائے خداداد [5] گنجیکه بار آورده بود [6] ح۔ مهر بر بهر [7] کثرت در و زر [8] ح۔ دران بینش که اختر خیره می شد

گدا باشد ملک بے زر خدائی[1]	نیاید از گدایان بادشاہی
سپاہ آراستن لشکر کشاں را[2]	زر البفنجی[3] است یکسر زر کشاں را
نہ بے زر لشکرے گردد فراہم	نہ بے لشکر زر آید نیز باہم
بزرگاں گر بسر افسر نہادند	اساسِ مملکت بر زر نہادند
ولیکن نے زر از بہرِ خزان[4] ست	کہ بہرِ نام و ننگِ جاودان ست
ز بہرِ آنکہ گر صلحست و[6] گر جنگ	کفافے را ندارد[5] بر چشم تنگ
چو ماند لشکری بے توشہ ناچار	بناکامی شود با دشمنے یار
ز شہ واجب چو بر قدر کفافست	زیادت گرد ہد ور نہ معافست
تصرف کرد گنج قیصری شاہ	ندا و اندیشۂ خویشی[7] بخود راہ
بتاج و تخت خویشی[8] در نگیرد	بخیلِ گرگ میشی در نگیرد
کند غارت دلیرے را دلیری	برد شیرے شکار از چنگِ شیرے
ملک را رسم شاہی خود ہمین ست	کہ باہم بازوئے[8] خود در کمین ست
بباید پُر دلی کز بازوے[9] خویش	زند سر سینہ باہم پہلوی خویش
چو شہ ترساں بود در ہر شمارے	ز ترسندہ نیاید ہیچ کارے

---

[1] قبضۂ زر [2] ن ح ۔ زرہ بفخست یکسر سر کشاں را [3] البفج ۔ لغت غیر متعارف مشابہ ترکیب الفاظ عربیہ معرف بالام ۔ مصدر البفنجیدن کا امر یا حاصل مصدر یا اسم مفعول جس کے معنی مصدری جمع کردن و اندوختن و برہم چیدن ہیں ۔ یہاں معنی اوّل مراد ہیں [4] ن ح ۔ خزانست [5] ن ق ۔ کفافی را نباشد چشم بر تنگ [6] خیال دامادی [7] اثر نکند [8] حریف ہم پایہ [9] ن ح ۔ نیروی

پسندیدست ترسِ بادشاهان	ولیکن از نفیرِ دادخواهان
خسر[۱] بوداره چه خسرو راشهِ روم	ولیکن نخلِ مریم[۲] بودش از موم
چو او خرمائے نخل را ستین داشت	بنقلِ این وآن در آستین داشت
همه کس نخلِ شیرین را گزیدست	نه نخلِ موم کز شیرین بریدست

نغمه سرائی باربد به بزمِ خسرو و گنجِ بادآورد با و بخشیدنِ خسرو

ملک بنشست روزے خرّم و شاد	ببخشش گنجِ بادآورد بکشاد
ز نزهت هر تله را ساخت گلشن	ز موجِ زرّ زمین را کرد روشن
درافشاند[۳] اندراں باغِ بهشتی	کفِ دریا وشش کشتی بکشتی
همه روز آں خزانه شاد میداد	ز آتش[۴] بستد و بر باد میداد (دستِ پرویز)
همی گفت آنکه ندهد خود زرِ خویش	چنین تاراج بیند گوهرِ خویش
دهم به یاربِ بزم درمغاکش	که از بادش برم بدهم بخاکش
ببانگِ کوس میداد از در و بام	صلائے عام بر هر خاصه و عام
چناں شد خانه و کو پر خزاین	که کس مفلس نماند اندر مداین

---

[۱] بنو دی ترس خسرو از شهِ روم — بالضم هر دو پدر شوهرِ زن

[۲] همان نخل خرما که مریم هنگام دروزه باو پناه گرفت و از برکتش سر سبز گردید - و نخل مریم از موم زیبا و آراسته یا ببقدر

[۳] ق- زر افشاندے دراں

[۴] بست زبادش

ازاں بخشش که داد آفاق را بهر　　مثل شد گنج باد آورد در دهر

سخن گویاں سخن را تازه کردند　　ثناها[۱] را بلند آوازه کردند

فراواں ریخت از لولوئے منثور　　بدامان بزرگ[۲] امید و شاپور[۳]

نواسازے که بودش باربد[۴] نام　　نوائے[۵] ساخت آں روز انگبین[۶] وام

نهاد از زخمه[۷] چوں بر زر تمامش　　نوائے گنج باد آورد نامش

چو در مجلس فزایش کرد از عود[۸]　　برآورد از دماغ عاشقاں دود

دل شه را که بد رشیں اندروں[۹] تر　　بهر زخمه خراشے یافت برسر

هر آتش کاں نوا در جانش افروخت　　زیاده روغنش میداد و میسوخت

چو کار عاشق از غم زار باشد　　شود دیوانه گر هشیار باشد

دو چیز افزوں کند در عشق آتش　　شراب جاں نواز و نغمه خوش

بسے کز وے کشاید دل فقاعے　　بمی باز آید او یا در سماعے

سماع و عاشقی و مے پرستی　　سبب شد هر سه چیز از بهر مستی

چو ایں هر سه مستی جز یکے نیست　　مدار با ما در آمیزد شکے نیست

در آمیزند باهم شیر و جلاب　　نیامیزد بیک جا روغن و آب

دو همپستاں ثمر انگور و انجیر　　کزاں شکر تواں خوردن ازیں شیر

ن۱- ق- بناہائے　۲ نام ندیم　۳ نام مصور　۴ نام مغنی　ش۵ نوائے انگبین دام نوائیکه انگبین از و شیرینی بوام میگرفت و انگبین خام بنظر نیامده　ن۶- ق- انگبین خام　۷ مضراب　ش۸ نام خوشبو و ساز　ن۹- ق- ازدروں

چو در خسرو نوائے نو اثر کرد ‌ ‌ ‌ ‌ هوائے دلبرش زیر و زبر کرد

چناں بر باربد خوش گشت جانش ‌ ‌ ‌ ‌ کہ یکدم خواست بخشیدن جہانش

معلق پیش ایواں بود یک سر ‌ ‌ ‌ ‌ زمرواریدشادروان قیصر

بہ تری هر دُری چوں قطرہ آب ‌ ‌ ‌ ‌ کہ در دریا بود آں قطرہ نایاب

بچرخ از لولوء پرتاب می شد ‌ ‌ ‌ ‌ دہانِ ابر ازو پر آب می شد

اشارت کرد کیں ابرِ گہر بند ‌ ‌ ‌ ‌ ازآنِ تست ہاں بکشا و در بند [1]

بگفتش کز دہاں چوں ریختی دُر ‌ ‌ ‌ ‌ بدیں دُر کن دہاں بارِ دگر پُر

زمیں بوسید مردِ گوہریں ساز ‌ ‌ ‌ ‌ زایواں کرد شادروانِ در باز

بنود اندازہ دیدن خرد را ‌ ‌ ‌ ‌ کہ حالے یافت آں گم کردہ خود را

بحیرت گفت کاے ابرِ گہر بار ‌ ‌ ‌ ‌ نسنجد کفہ [2] من [3] ایں قدر بار

تو خود پُر خواہی از گوہر دہانم ‌ ‌ ‌ ‌ ولے کے گنجد ایں دُر در دہانم

چنیں گنجے بجیبِ ما نہادن ‌ ‌ ‌ ‌ بود در قطرہ دریا نہادن

شہش گفتا کز ینہا چند گوئی ‌ ‌ ‌ ‌ مکن چوں تنگ چشماں تنگ خوئی

کسے کز قسمتش روزی فراخ ست ‌ ‌ ‌ ‌ برش زیں باغِ رنگیں شاخ شاخ ست

دہندہ می شناسد کو چرا داد ‌ ‌ ‌ ‌ کہ ہر کس را چہ می باید عطا داد

برو خوش خور کہ افزوں می دہد چیز ‌ ‌ ‌ ‌ کہ افزوں تر تواند دادنت نیز

---

[1] ح - بر بند ‌ ‌ [2] پلہ ترازو ‌ ‌ [3] ع - کفہ یزداں

زهی بخشش[1] پیدا گنج هستی است | مرا صورت مکن کاین بت پرستی است

طرب در مطرب آورد آن دم راست | گرانبار از عطائے شاه برخاست

نوا را نام شادروان بره بود | که آن پرده ز شادروانِ شه بود

نوائے ساخت از می طبع کش تر | بسے از گنج باد آورد خوشتر

بشادی برد شادروان بخانه | زبان تر کرد در دیگر ترانه

چو مرواریدها بر سر فشاندش | که شادروانِ مروارید خواندش

بآرایش چو آن ذیلِ گهر یافت | که شادروانِ مروارید تر یافت

بدرگاهِ ملک شد خاک بوسید | چو زهره دامنِ افلاک بوسید

بشه گفت ای زهی زین حضرت پُر | بخشش برد[2] شادروانی از دُر

در ایوان آورید[3] از شانِ دیگر | ز مروارید شادروانِ دیگر

به تری هر دُری چون آبِ باران | سزائے[4] گوشوارِ[5] تاجداران

بگوشِ شه کنم گوهر فشانی | به بخشش[6] ار گوش را باشد گرانی

شهنشه بیش ازاں کو باده[7] در گشت | هم از آواز ساقی بے خبر گشت

نوا برداشت مرغِ ارغنون ساز | بصد جادو زبانی شد فسون ساز

دلِ شه کز کشش مطلق عنان بود | کشان شد هم بدان جائے که جان بود

---

[1] ق - زهی بخشش باشد انچه مستی است [2] ق - باد [3] ق - اورندان شان [4] ح - گوشهائے

[5] نام زیوریکه بگوش اویزند [6] ق - به بخشش [7] بمعنی باده نوش

بیارا ارچه کشش بسیار بودش | ولیکن نخلِ مریم[1] خار بودش
نهالے با ہوائے یار می ساخت | بامیدِ رطب با خاری ساخت

وفات یافتنِ مریم

ثناسائے معانی موبدِ[2] پیر | چنیں کرد ایں سخن[3] در نامہ تحریر
کہ چوں خسرو ستد گنجینۂ روم | خلافش رومیاں را گشت معلوم
چو غالب گشتہ بود از تیغِ کیں خواہ | ندا د اندیشہ را با خویشتن راہ
زمانے پور[4] شے کاندر حرم کرد | ز مریم چند گاہ او نیز کم کرد
ز شیریں عیش مریم بود چوں تلخ | ازیں کاہش فتاد آں ماہ در سلخ
بہ تن عیسیِ جانش ماند[5] بے دم | تنش چوں رشتۂ مریم[6] شد از غم
ز بیماری بہ بستر خفت ماہی | وزاں پس جست دیگر خوابگاہی
ملک بایست و نا بایست بر خاست | بصد شادی بساطِ ماتم آراست
دل از سودائے شیریں در غم افگند | بہانہ بر فراقِ مریم افگند
بگریہ کش خر و شش دمبدم بود | خروشش از یاد مریم بر حرم بود
بماتم کرد پیراہن بسے چاک | ولیکن در ہوائے یار چالاک

---

[1] نخلِ مریم ہماں نخلِ خرما کہ در زمانِ ولادت حضرت عیسیٰ ببرکت عفت مریم سرسبز و بارآور گردید و دریں جا باضافت بیانی مراد از مریم دختر قیصر روم کہ در عقد خسرو پرویز بود۔ اسیر [2] حکیم و دانشمند مجوس۔ دریں جا مراد مؤرخ [3] ح۔ ایں خبر [4] غدر [5] ق۔ بود بے غم [6] ہماں رشتۂ مریم کہ از باریکی خود تابہ تہ نداشت

بشیرین کاری اندر پرده[1] چندے || ترش[2] می بود همچون دردمندے

بهر خاش شکر[3] در شام و شبگیر || شتابان گشته پیکان نیز[4] چون تیر

چو شیرین دید کز خس رفته شد راه || به بے صبری شتابان گشت چون ماه

رسید آں دُرِّ بے قیمت[5] بدریا || چو خور در پرده و مه در ثریا

درون آمد به خلوت گاهِ مقصود || چمن بے خار دیده شمع بی دود

گلش نو شد خزان[6] را باد بنشست || بآزادی چو سرو آزاد بنشست

جهاندارا ز نسیمِ گیسوئے دوست || چو غنچه خواست بیرون افتد از پوست

ز هر جانب که دولت رخنه[7] داشت || خود از پولاد و زر یک یک بنا[8] هشت

بفارغ خاطرے شد مجلس افروز || قدح میخورد و خوش می بود هر روز

کمر بسته بتانِ نازنینش || شکر خندی چو شیرین همنشینش

یکے گشته دو شمع روشن از نور || بگرد اگرد شان پروانه شاپور

اگرچه خوشدلی کردند تا دیر || نگشتند از جمالِ یکدگر سیر

دران عشرت کز آلایش برون بود || نشاطِ عاشقی هر دم فزون بود

نجوید شهوت آں کو عشق بازد || که هرگز عشق با شهوت نسازد

غرض باشد محبت را چو در پوست || محبت با غرض باشد نه با دوست

---

[1] ق - بزم [2] هم بهر دو حرکت ضمه صحیح [3] ق - غرض [4] ق - چو پیکاں پے تیر
[5] بجائے در بے بها [6] اے بادِ خزاں دُور شد - و ایں تعقید سخت مکروه است
[7] ق - رخنه گرداشت [8] ق - خبر داشت

ملک بود از مزاجِ دلبر آگاہ | کہ نتواں خوشہ چید از خرمنِ ماہ
نبرد[1] دست بر خرما و انگور | بہ بیداری قناعت کرد ازدور
دو سلطاں کرد در یک کشور آرام | بدل گشتہ بگیتی[2] تیغ با جام
مداین گرچہ زارمن دور تر بود | دو صاحب[3] چوں یکی شد در بدر بود
میانِ ہر دو کشور زاں دو معمار | ازینجا تا بدانجا گشت بازار
ہمہ معمور شد ز آرایشِ دہر | ولایت با ولایت شہر با شہر
طرب کردند آں ہر دو جہانگیر | گہے در بزم و گہ در دشت نخچیر

عشرت خسرو و شیریں بر لبِ شہرود و افسانہ گوئی

شبے ہمچوں سوادِ دیدہ پر نور | ہوا عنبر فشاں چوں طرۂ حور
زمانہ برگ عشرت ساز کردہ | فلک درہای دولت باز کردہ
فرو مردہ چراغ صبحگاہی | نشاطِ خواب کردہ مرغ و ماہی
مقیمانِ زمیں در پردۂ راز | عروسانِ فلک در جلوۂ ناز
کواکب در میان سرمۂ ناب | درست افگندہ مرواریدِ شب تاب[4]
کشادہ شب دریں طاؤس گوں باغ | دمِ طاؤس را بر سینۂ زاغ[5]

---

[1] بلب دہاں یا بکنار و آغوش [2] ق ۔ شمع [3] مقابل [4] یعنی کواکب [5] یعنی سیاہی شب

فرو برده زمانه جامِ جمشید[1] — شده مه در زمین مهمانِ خورشید
ز زلفِ شب که دامن بر زمین سود — بساطِ خاک گشته عنبرآلود
ببازی در هوائے عنبرانگیز — معلّق زن شده مرغانِ شب خیز
شده زهره بصد دستان غنون ساز — ثوابت را برقص آورده ز آواز
زقصرِ آهنگِ صحرا کرده خسرو — کشیده بارگه در سبزهٔ نو
لبِ شهرود[2] و مطرب زخمه[3] در رود — غبارِ غم جهان را کرده پدرود
بروئے لاله و گل خرگه[4] شاه — چو بر نطع[5] کواکب خرمنِ ماه
بساطِ سبزه و تر بر سبزهٔ پاک — فلک را ساخته همخوابهٔ خاک
معنبر شمعهائے مجلس افروز — کشاده در دلِ شب روزنِ روز
بخورِ مجمر از عودِ قماری[6] — زده ره بر نسیمِ نوبهاری
صبا کانجا عبیر انداز میگشت — بپائے پس[7] هم از ره باز میگشت
سپند[8] از سوزِ خود پر شور میشد — ز دودش دیدهٔ بد کور میشد
نهانی مجلسے کز هیچ سوئے — بجز محرم نمی گنجید موئے
ملک را داده گردونِ و تماشت — بشارت نامهٔ مقصود در مشت
صنم با او بر سمِ دل نوازی — نشسته بر سریرِ سرفرازی

[1] آفتاب [2] نام رودیست از عراق [3] مضراب [4] خیمهٔ بزرگ [5] فرش حرمین
[6] قسمے از عود [7] پائے پس آن که بزمین پس خیزد و پس ماند [8] دانه که برائے دفع نظر بد سوزند

بگردِ تختِ خوبانِ سرائی[1] / زچهره داده شب را روشنائی
ازین سوده غلامِ نازک اندام / زجعد از بهرِ دلها بافته دام
نسیم و لاله و گلرنگ و شمشاد / گلاب و انور و میمون و نوشاد
دگر طاؤس کز خوبان گرو برد / دگر جوزا که پروین پیش او مرد
وزانسوده عروسِ نازپرورد / زچشمِ بد ندیده روی شان گرد
بهار و سوسن و گلنارِ گلبوی / زلال و کوثر و پروین مه روی
همای و فرخ و مینوی دلکش / نشاطِ تازه و سیارهٔ خوش
به پیشِ تختِ شاپورِ هنرسنج / مهیا چون کلیدی بر درِ گنج
کنیزی بود دیگر مشتری نام / که خوردی مشتری بر یادِ او جام
زطفلی تا جوانی یارِ شیرین / به شیرینی نیابت دارِ شیرین
نشسته شاد و خندان پیشِ شاپور / چو شمعی کو دهد پروانه را نور
چو اسبابِ غرض باشد مهیا / بود خانه ز مردم چون ثریا
مبادا هیچکس را تنگیِ حال[3] / که سایه نیز بگریزد ز دنبال
بها چندان[2] بود گل را بگلزار / که باشد بر سوادش برگ بسیار
چو خالی شد ز سیم و زر کنارش / بروی خاک بگذارند خوارش
چو بی برگ از خزان شد گلبنِ باغ / نه بلبل بر سرش بینی و نی زاغ

---

[1] محاوره طبع زاد هند است   [2] علم کلام کے ساتھ اظہار واقعات   [3] ن ح - گرد گردش

بریشم[1] زن رهِ عشّاق میزد — سرودش بر دلِ مشتاق میزد

کرشمه ساز کرده ساقیِ مست — زغمزه ناوک[2] افگن شست در دست

خراماں جام برکف چوں تذروے — شگفته لاله بر شاخِ سروے

زمے مغزِ بتاں را جوش میداد — رطب را چاشنیِ نوش میداد

ازاں سیمیں براں ہر خوش خرامے — خیالے داشت پنہاں با غلامے

سخن گویاں بغمزه دوست با دوست — ہوائے دل نمی گنجید در پوست

بسے گشتند دل را برقع انداز ق — که پوشند آرزو در پردهٔ راز

نشد ممکن که در ہر لابه[3] و بوس — مژه غمّاز بود و چشم جاسوس

زابرو گشته ہر موئے زبانے — زہر لب خنده شرحِ داستانے

ازاں دلہا که صیدِ یکدگر بود — دو صیدانداز بیدل را خبر بود

اگرچه شہریار و شاه بودند — ولیک از دردِ عشق آگاه بودند

غمِ ہر یک یکے را صد گرفتند — قیاسِ کارِ عشق از خود گرفتند

چو گشت از جامِ نوشیں وقتها خوش — فتاد اندیشه را نعل اندر آتش

بخواہش گفت شه با مہربانان — زجاں بیروں دہید اندوهِ[4] جاناں

پس آنگاه بتعظیمِ خداوند — وثیقت یاد کرد و خورد سوگند

بنازِ نرگسِ رعنائے شیریں — بچشمِ خویش و خاکِ پائے شیریں

---

[1] مطرب [2] گرفت سوفار [3] چاپلوسی و خوشامد

[4] ح - آشوب

که نارم سر بگردی هیچ راهے　　　که من هم زین نمد دارم کلاهے[1]

کسے کز راستی بینم شمارش　　　مرادِ او رسانم در کنارش

صنم کش نیشِ هجراں ناوکے بود　　　دریں اندیشه با خسرو[2] یکے بود

چو خوباں یافتند ایں استواری　　　زبانها باز رست از پرده داری

زمستی و خوشی با دلبرِ[3] خویش　　　بروں میداد هریک گوهرِ خویش

نسیم اوّل بطیبت غنچه بشگافت　　　که دے[4] بادِ بهار آنسو گزر یافت

مرا از خود ربوده طرفه کارے　　　که بر باید نسیمے را بهارے[5]

بهار از سوئے دیگر گفت خنداں　　　که بستاں بی نسیمے هست زنداں

اگر بر بوئے اویم نیست بیمے　　　که باشد هر بهارے را نسیمے

درآمد لاله[6] رنگیں بگفتار　　　که می گشتم سحر گاهاں بگلزار

دلم را سوسنی[7] بگرفت در زیر　　　زبانم داد و برمن راند شمشیر

بآزادی زباں بکشاد سوسن　　　که در باغے شدم با بختِ روشن

بجامِ لاله عشرت ساز گشتم　　　قدح ناخورده بیخود باز گشتم

سخن را رنگ و بوئے داد گلرنگ[8]　　　که در مستی بگلنارے[9] زدم چنگ

چو شد در مغز ازاں گلنار بویم　　　رواں شد اشکِ گلناری برویم

---

[1] کلاه نمد کلاه درویشانه و در اینجا مراد آں که من ازیں حالت خبرے دارم۔ ایسر　[2] موافق لنح۔ همسر　[3] ق۔ که وے　[4] نام کنیز　[5] نام غلام　[6] نام کنیز
[7] نام غلام　[8] نام کنیز

[9] نام کنیز

بخندہ گفت گلنارِ شکر خند ... کہ بر جاں بارِ جرمِ عشق تا چند
نہ دل آنکس بسینہ سنگ دارد ... کہ صبر از عاشقِ گلرنگ دارد
چو شانہ صد زباں بکشاد شمشاد[1] ... کہ آمد ساقی و دولت بمن شاد
زلالے[2] ریخت اندر کامِ من دوش ... کہ کردم چشمۂ حیواں فراموش
زلالِ خوش زباں بکشاد کامروز ... گذشتم بر یکے جوئے دل افروز
رسیدم زیر شمشادے کہ جُستم ... چو نُشستم پایش از خود[3] دست شُستم
چو دورِ کوثر[4] آمد گفت کامشب ... بشادی جام را کردہ لبالب
گلابے[5] یافت بامن آشنائی ... کہ ناممکن بود از وے جُدائی
گلابِ صاف گفت آں آشنا را ... کہ در شیشہ مکن زینگونہ ما را
گلابے[6] را رسد نیکو بیندیش ... کہ در کوثر چکاند قطرۂ خویش
بروں داد انور[7] از دل چشمۂ نور ... کہ خواہم نیست در شبہائے دیجور
چناں شد دیدہ در پروین[8] اسیرم ... کہ گر پروین نہاں گردد بمیرم
بخندہ گفت پروین گرنہ تنگ و تاخت ... چو دولت چشم انور بر من انداخت
جمالِ من از و نورے بکف کرد ... کہ مہ با نورِ خویش از وی شرف کرد
سخن برداشت میمونِ[9] خجستہ ... کہ بودم شادماں روزے نشستہ

---

[1] نام غلام [2] نام کنیز [3] بیخود گردیدم [4] نام کنیز [5] نام غلام
[6] ق۔ گلابے کے بود نیکو بیندیش [9] نام غلام [10] نام کنیز [11] نام غلام

همائے[1] سایہ کرد از اوج بر خاک — کہ من میموں شدم زاں سایۂ پاک

ہمائے بخت فرخ[2] گفت کاری — فسوں در خور بود با سایہ داری

چو میمونے تواند بود جائے — کہ ماند استخوانے از ہمائے

لبِ نوشاد[3] نیز از شادی نو — ز سروِ تازہ کرد آزادیِ نو

کہ جانم را ز شادی ناگزیر است — کہ از بختم نشاطی[4] در ضمیر است

نشاط از عشق پنہاں پردہ بگشاد — کہ غم ہائے کہن دارم ز نوشاد

دلش از من نشاط آباد خوانند — مرا از روے بتِ نوشاد خوانند

بزاری خندہ زد طاؤس[5] کافسوس — کہ بے مینو بماند زندہ طاؤس

نہ چوں طاؤس گشتم گم دریں باد — بجز مینو رسد شخصے بفریاد

درآمد حور مینو نام در گفت — کہ مینو کے شود طاؤس را جفت

رقیبِ من کہ مینو را ہمند خار — مگر رضواں کہ ہم دیو است و ہم مار

سخن بر داشت جوزا[6] کاندریں دل — مرا سیّارہ[7] کردہ است منزل

سعادت بیں کہ چوں در ماہ درآید — ہماں سیّارہ در جوزا درآید

بجوزا کرد رو سیّارہ و گفت — کہ جوزا بہ بود سیّارہ را جفت

من آں سیّارہ ام کاندر روائی — ز جوزا دارم اوجِ روشنائی

---

[1] نام کنیز [2] ن ح۔ اوج اختر [3] نام غلام [4] نام کنیز [5] نام غلام
[6] نام غلام [7] نام کنیز

چو دور آمد به شاپور سخن گوی — روان کرد از لطافت آب در جوی

که در خوابم نمود است آسمان دوش — که گوی مشتری[1] دارم در آغوش

مرا زین یار خوش نیک اختری باد — عطارد را قران مشتری باد

به پاسخ گفت ماه مشتری نام — کزین افسون نگردد مشتری رام

که یارد[2] کرد سوی مشتری راه — مگر بر آسمان خورشید یا ماه

به زیبائی منم آن نقش جماش[3] — که سویم ره نیابد هیچ نقاش

همه را نقش بر ایوان نگارند — ولی نقش مرا بر جان نگارند

چو آمد نوبت پرویز در گفت — صدف بگشاد و مروارید بسفت

که بود اندر کمین فتنه جائی — نشسته در ره[4] صید اژدهائی

ز ره[5] شیرین نگاری باز خورد[6] — به شیرینی شکار خویش کردش

منم آن اژدهای آهنین چنگ — که شیرین کرد نخچیرم به نیرنگ

دگر خود اژدها گیرد اسیرم — چو شیرین جان من باشد نفیرم

ز شیرین نام آن شیرین زبان است — از آن[7] شیرینش میخوانم که جان است

مگر شیرین از آن خوانند جان را — که چیزی ماند آن شیرین[8] بیان را

لب شیرین چو پاسخ را عنان داد — زبان را در سخن پیوند جان داد

---

[1] نام کنیز [2] میتوان کرد [3] کسیکه در بازی غالب بود و هم بمعنی شوخ و دلیر

[4] ق - بر سر [5] ق - بره شیر شکاری [6] ح - دلے [7] ق - تا مهربان

کسے کاندیشد از غوغائے زنبور | بہ بیند انگبیں را لیکن از دُور
چو گل چیند کسے از مرغزارے | گریزش کے بود ز آسیبِ خارے
شہنشہ کز طریقِ مہربانی | ز شیریں یافت ایں شیریں زبانی
بسجدہ پائے شیریں تاجِ سر کرد | کفِ پایش بہ بوسہ پُر شکر کرد
بزاری گفت جائے بوسہ دانم | ولے آنجا دلیری کے توانم
کجا بختِ من آں سر پنجہ دارد | کہ لعلت را ببوسہ رنجہ دارد
اگر اندیشہ گر دد[1] دہم عنانت | ببوسم جز بدستوری دہانت
شکر لب زاں نوازشہای چوں نوش | نہادہ گوش و می شد حلقہ در گوش
دل از مہرش چو شد یکبارگی گرم | می از طبعش نشست آلایشِ شرم
ستد جامِ شراب از دستِ ساقی | دو[2] مے خورد و بخسرو داد باقی
کہ من چوں چاشنی گیرم ازیں جام | ازاں کن چاشنیِ لعلِ من دام
دو بوسے زاں بنوش و باز بستاں | یکے وامم دہ و صد باز بستاں
دہاں زاں جام در جلاب تر گیر | ازاں می و ز لبِ من نقل بر گیر
نشاط انگیزیِ آں جامِ پُر نوش | ملک را برد بیش از چاشنی ہوش
بصد ذوق آں نہالِ رُوح پرورد | ستد زاں شوخ و ہم بر روئے او خورد
ز دریا گرچہ نشکستے خمارش | بداں یک جرعہ رفت از دستِ کارش

---

[1] ن ق - می گیرد   [2] یک جرعہ

چو بادہ بر رخِ خوباں خورد کس — بود دریاکشی را اجر عزبس

نشاید عاشقاں را مے پرستی — کزاں دیوانگی خیزد نہ مستی

شراب و عاشقی چوں شد بہم یار — معاذ اللہ برسوائی کشد کار

بجائے کاتش اندر خرمن افتد — کجا میرد چو در وے روغن افتد

چو خورداں بادہ را مستِ جگر خوار — بدستوری شد از شیریں شکر خوار

دہاں را بر دہانش ہم نفس کرد — لبش بوسید و ہم بر بوسہ بس کرد

لبش خوش بود ہم زالایشِ جام — اگرچہ تر نگشت از شربتش کام

چناں وقت خوش و عیشِ دل افروز — بزیبائی شبے خوشتر ز نوروز

دو یارِ نازنیں و بادہ ہم دست — جوان و عاشق و دیوانہ و مست

ز مقصود آنچہ باید در نظرگاہ — غم و اندیشہ زحمت بردہ از راہ

گہے جستند از می جاں نوازی — گہے کردند باہم بوسہ بازی

گہے سر پیشِ یکدیگر نہادند — گہے در پائے یکدیگر فتادند

گہ از جاروبِ مژگاں خاک رفتند — گہے زالماسِ دنداں لعل سفتند

گہ آں در زلفِ ایں شبگیر کردے — بگردن زلف را زنجیر کردے

گہے ایں جعد او بکشادے از ناز — دلِ درماندہ را کردے گرہ باز

گہ ایں جستے ازاں خونِ دلِ تنگ — بدیں دعوی زدی در دامنش چنگ

گہ آں با ایں عتاب اندیش گشتے — شفاعت خواہ جرمِ خویش گشتے

گہ ایں افسانہائے ناز گفتے | ز ہجراں سرگزشتے باز گفتے
گہ آں از دل بروں دادے ہوائے | بگریہ باز راندے ماجرائے
دراں مجلس کہ بود از عشق بازار | خرد در خواب بود و فتنہ بیدار
ز بس عشرت ہمہ شب تا سحرگاہ | بہشتِ ایں جہانے بود خرگاہ

عقد خواستنِ خسرو دختران را برائے مشتاقانِ خود

چو خنداں گشت صبحِ عالم افروز | زمانہ داد شب را مژدۂ روز
نماند اندر فلک زانجم نشانے | بہ نیلوفر بدل شد گلستانے
ملک بر وعدۂ دوشینہ برخاست | حریفاں پیش خواند و مجلس آراست
درآمد باربد بر نسبتِ دوش | نوائے ارغنون و نغمۂ نوش
خمارِ عشق بازی در سر افتاد | دل از جوشِ شراب از پا[1] در افتاد
اشارت کرد خواندن موبداں را | ہمہ کار آگہاں[2] و بخرداں را
چو مجلس[3] ساز شد خسرو چنیں گفت | کہ گرد دہر دُرے با گوہری جفت
کسے کز عشقِ کس باشد خیالش | شود ہمسر بکابینِ جلالش
بفرمانِ دو صاحب چارہ سازاں | ہمی جستند رازِ عشق بازاں
ہمیکردند یک یک را فراہم | دوگانرا عقد می بستند باہم

---

[1] بیکار شدہ [2] ح - دانندگاں [3] ح - خردمندان چو گشتند انجمن

چو گشت آسوده خاطر باز پیوند | ببوی وصل دلها گشت خورسند
ملک در پیش شیرین زار بگریست | که چند از یکدگر فارغ توان زیست
نه پاینده است بر مردم جوانی | نه کس را اعتماد زندگانی
چو اسباب جوانی رخت بر بست | سَبَل[1] گردد بچشم نرگس مست
گل از بو گرچه باشد نامهٔ مشک | چو شد پژمرده خاشاکے بود خشک
بمحرومی مکش یار چنیں را | غنیمت دار بازار چنیں را
چه بخت ست اینکه چوں من بادشاہے | بود محتاج رویت چوں گدائے
کنونم ده زکوٰة خوبیِ خویش | که فردا من غنی[2] گردم تو درویش
روا باشد که رویت قبلهٔ خود | منت می بینم[3] و مے میرم از دُور
مگس گر جاں[4] کند در جام جلّاب | به از گریه است در دکان قصّاب
زلال آں به بود کز لب رود[5] زیر | که از دیدن نگردد آدمی سیر
ازاں جوئے که نتواں خوردن آبے | هلاکِ تشنه[6] را باشد سرابے
درین دولت که گردوں پایهٔ ماست | زمین تا آسماں در سایهٔ ماست
سر ِ ما که دارد بر جهاں دست | درو جز نیستی دیگر همه هست
چرا نقدِ رضا در بند داریم | به نسیهٔ خویش را خورسند داریم
بیا تا با هم از بختِ جهانگیر | درآمیزیم همچوں شکّر و شیر

---

[1] نام مرض چشم [2] ن ح - بیک نیرزد [3] ن ح - می میرم و مے بینم [4] ن ح - کو [5] ن ح - شود [6] ن ح - شوق

زسودا بہ کہ مردم سود گیرد — کہ سود اندیش در اندیشہ میرد
متاعت را کہ قیمت ہست بسیار — زمن پرمایہ تر بنود خریدار
تبرمفگن کہ بس میموں درختم — بہ پشتِ پا مکن دُورم کہ بختم

پاسخِ شیریں بخسرو

شکر پاسخ زشکّر بند بکشاد — بپاسخ لعل شکر خند بکشاد
کہ بخت آں روز ما را داد مایہ — کہ اقبالِ تو ما را کرد سایہ
کہ باشم من بخدمت زیر دستے — کنیزانِ ترا آئیں[1] پرستے
نہ چنداں قیمتے دارد متاعم — کہ رنجد گوشِ دِلال از صداعم
وگر نزدِ تو قدرے دارد ایں خاک — بمژگاں روبم از راہِ تو خاشاک
گرم در حجلہ خدمت دہی راہ — کنیزے را کنی مقبولِ درگاہ
ور از تو خویش را مہجور بینم — ہمت چوں آفتاب از دور بینم
گر از تو دور بودن رائے دارم — چہ پنداری کہ دل بر جائے دارم
بجانِ تو کہ جاں پشت بصد داغ — ازاں بہتر کہ بے روی تو در باغ
غمت من دانم و ایں جانِ خونی — تو ہم دانی[2] کہ در جانم درونی
گر از من میروی چوں گل بہ بستاں — تو از دل دور می مانی نہ از جاں

---

[1] خدمتگار [2] شرکت کے ساتھ وحدت سبحان اللہ

ولیک اینست خود سودای شیریں | کہ شربت آرد از حلوای شیریں
بزرگاں گفتہ اند ایں نکتہ درست | کہ ہر کو سیر باشد زود سیر ست
کسے کو را بود صد کاسہ در پیش | بیک سکبا کجا بندد دل خویش
کسے کو شربتی ہر دم کند نوش | تو اند سرکہ را کردن فراموش
چو مرغے خرمنے بیند بہر گام | بیک دانہ دلش کے گیرد آرام
چرا گل دامن از بلبل نچیند | کہ ہر دم بر گلِ دیگر نشیند
من آں سرچشمہ شیریں گوارم | کہ آبِ زندگانی نام دارم
تو میخواہی بجوئم راہ جوئی | بنوشی شربتے و دست شوئی
بگوتا در کشم دست از عنایت | غبارِ خود برو بم زآستانت
کنم در خاکِ خواری منزلِ خویش | نہم سنگِ صبوری بر دلِ ریش
کشم در دامنِ اندیشہ پائے | ز دور بینم و خوانم دعائے
وگر بر من زند بے طاقتی راہ | کنم نظارہ در خورشید و در ماہ
کیم من مقنع اندازِ قصب پوش | کہ خونم با کلہ داراں زند جوش

نؔ ق۔ کہ سیری دارد ۲ بکسر سین و سکون کاف و بائے موحدہ قسمی از طعام کہ بہ بلغور گندم و سرکہ و نبات و گوشت و کشمش تیار سازند نؔ ح۔ در نؔ ح۔ خرمن ۵ توارد بمصرعہ شیخ سعدی است کہ ہر دم بر گل دیگر سراید۔ و ہم ازینجا فرق زبان ظاہر میگردد نؔ ح۔ بچشمہ نؔ ح۔ بنوشی نؔ ق۔ کیم من مقنع اندازی ۹ جامہ ایست ابریشمی و درینجا مراد از قصب پوش کسیکہ جامہ از پوست نے دارد کہ پوشش گدایانست

بآتش در مزن جوشیدهٔ[ن۱] را ۔۔۔ مکن بے پردہ روپوشیدۂ را

کہ من گرچہ زہم کار آزمایم ۔۔۔ رہا کن تا ت بسیار آزمایم

تو ہم دانی کہ من چوں در تو دیدم ۔۔۔ دو عالم دادم و مہرت خریدم

ندانم[ن۲] یاد روزے در خیالت ۔۔۔ کہ بودم خالی از یادِ جمالت

اگر جز من کسی بودے دریں سوز ۔۔۔ نماندے زندہ زیں دردِ جگر سوز

تو عصمت بیں کہ با ایں بیقراری ۔۔۔ چہ ساں کردم ز تو پرہیزگاری

گلے از باغِ وصلم بر نچیدی[ن۳] ۔۔۔ بجز نظارۂ گز دور دیدی

مرادے کت بروے من خجل کرد ۔۔۔ گناہی بود نتوانم بحل[۴] کرد

دو بوس[ن۵] از لعلِ من کام دو بالت[۶] ۔۔۔ حرامم باد گر دارم حلالت

حلال آن شد کہ با من چند گاہے ۔۔۔ بحرمت[۷] باشد از دورت نگاہے

گرت زحمت بود ز اندیشۂ خام ۔۔۔ چو کام خود بگیری[ن۸] گیری آرام

درت بخت است سودائے کہ داری ۔۔۔ بیابی خود تمنائے کہ داری

مرا نیز اعتمادے باشد از بخت ۔۔۔ کہ آساں نگسلد پیچے کہ شد سخت

بنائے دوستی چوں محکم افتد ۔۔۔ خلل ز آسیبِ دوراں کم افتد

چناں پیوند کن[ن۹] مہرِ ابد را ۔۔۔ کہ در وے رہ نماند چشم بد را

ن۱ ح۔ خوشیده ن۲ ح۔ ندارم ن۳ ح۔ کم ۴ے بکسر تین عفو و معاف ن۵ ح۔ دو بوسے کاشتلم آمد ۶ے گراں و دشوار ۷ے عزت و ارجمندی ن۸ ح۔ بیابی گیرم ن۹ ح۔ شد

ملک گفتا کہ بر یارانِ جانی | بدین غایت نشاید بدگمانی

مرا کاندیشہ آں روئے چوں ماہ | رساند بر فلک ہر شب علی اللہ [۱]

ازاں گوشہ ز سودائے جمالت | یکے شد ہستیٔ من با خیالت

کہ چوں در خاک گم گردد نشانم | دہد بوئے تو خاکِ استخوانم

ہم اوّل بر سرِ من بود تقدیر | کہ در جانم چکد مہرِ تو با شیر

چو با شیر ایں ہوس رفتست در کام | زتن با جانِ من آید بنا کام

دو جاں را گر ازل با ہم وصالست | کنوں از ہم جدا کردن محالست

نہ مرغے را بود صبر از گل و بید | کہ نیلوفر [ن۲] نتابد روز خورشید۔

نہ گم گردد مگس را ذوقِ جلاب | نہ ماہی زندہ ماند بود بی آب

نہ ہیزم تازہ ماند سبزۂ نو | نہ بے شیریں تواند بود خسرو

چرا باید کہ آخر [۳] چوں تو یارے | زمن جز دوستی گیرد شمارے

نکو گفتند [ن۴] دانایانِ [۵] پر خواہت | کہ دل را دل بود آئینہ راست

دو آئینہ چو روبرو بخندند | زیکدیگر خیالِ راست بندند

خیالِ راست بایستے کہ در تن | من از موم آئینہ دارم نہ زآہن

میفگن بر دل از دوری خراشم | مکش ہر دم بر زخمِ [۶] دورباشم

---

[۱] فریاد و فغاں [ن۲] ح۔ نہ نیلوفر بتابد [۳] نتیجہ اشکال سابقہ [ن۴] ح۔ مگر کاں گفت دانایان بجاست [۵] غالباً بمعنی دانایان پر وداد و اہلِ محبت باشد۔ مگر بنظر نیامدہ۔ اسیر [۶] اے دور شو

من از بهرِ هلاکِ خویشتن فرد | تو پنداری که گردد خاطرم سرد

دلِ من کاتشش هرگز نمیرد | ندانم[1] خود که سردی چون پذیرد

چو عزت[2] داری از خواری بیندیش | نگر کانروز[3] خواری نایدت پیش

غمِ روزی که در وے سوز باشد | همان روزی خوری کانروز باشد

چو پیش از غم دل از غم خاک باشد | همه عمر آدمی غمناک باشد

بشادی غم مخور چندین بیکبار | ز بهرِ روزِ غم چیزے نگهدار

کسے کز آفرینش بے گزندست[4] | همه وقت و همه جا سربلندست[5]

گر آرد[6] کس که یاقوتِ[7] خطرناک | ز درجِ زر فتد بر دامنِ خاک

درے کان تاج سلطان را فروزد | کسے در بند نعلینش ندوزد

زرے کاین عزت[8] شد شمارش | کسے هرگز تواند کرد خوارش

بسے زینگونه نقل افشاند پرویز | حریفِ[9] گرم دل نشکست پرهیز

خجالت در دلِ خسرو اثر کرد | بزانو سر نهاد و دیده تر کرد

دل از شیرین شده یکبار نومید | برفت از تاب چون مه پیش خورشید

نخستم از پهلوے دلدار برخاست | جنیبت جست و[10] ساز رفتن آراست

سوے مشکوے مشک آلود شد تند | ز شیرین کرد دندانِ هوس کند

ن[1] ح - بگویم خود که چون سردی   ن[2] ح - چو عشرت   ن[3] ح - مگر کانروز خواری آیدت پیش
ن[4] ح - سربلند است   ن[5] ج - ارجمند است   ن[6] ق - گز   [7] معنی یاقوت بیش بها نظر نیامده
ن[8] ح - عشرت   ن[9] ق - حریفِ گرم را بشکست پرهیز   ن[10] ق - راه

ززلف او گرہ ہا داشت با خویش ۔ یکے درا برو وده در دل خویش
غزالاں خاکبوساں پیش رفتند ۔ سوئے فرمانروائے خویش رفتند
نہ کس را دید و نہ با کس سخن گفت ۔ زمرکب جست بر بستر فرو خفت
اگر از خوشدلی خسپد ہمہ چیز ۔ بسے باشد کہ خواب آید زغم نیز
بخفتن گرچہ راحت یار باشد ۔ ولیکن خواب غم دشوار باشد
چو عاشق می نخسپد یک زماں ہم ۔ دمے گر خفت بیدار است آنہم
درست اندوہ بیماراں نداند ۔ کہ خفتہ حال بیداراں نداند
چو سر برکرد ازاں خواب سحرگاہ ۔ بنومیدی برآورد از جگر آہ
بباده گرچہ لب مشغول بودش ۔ دل از عیش و طرب معزول بودش
زمژگاں سیل آتشناک میریخت ۔ جگر میخورد و خوں بر خاک میریخت
مے اندیشہ را پرواز میداد ۔ لبش میخورد و چشمش باز میداد

نصیحت کردنِ شاپور خسرو را بجہت شیریں ودلالت کردنِ شکر

سخن پرداز گویائی خردمند ۔ چنیں برداشت از دُرج گہر بند
کہ چوں خسرو زیارِ عصمت اندیش ۔ بمشکوئے خود آمد با دلِ ریش

ن۱ق۔ گرد ن۲ح۔ نہ در کس ن۳ق۔ در بالیں ن۴ شب ن۵ق۔ گو ن۶ق۔ جگرگاہ

زسوزِ سینہ ماند افتادہ رنجور | چو تشنہ کز لبِ کوثر شود دُور
بشکو چند گاہے بود غمناک | دلش چوں دامن و دامن چو دل چاک
زغم خوردن چو رفت از کف عنانش | زمشکو میل صحرا کرد جانش
با ہنگ شکار از خانہ برخاست | بدولت خانۂ زیں منزل آراست
رواں شد با غلامِ چند دلخواہ | کہ بودندے بخدمت گاہ و بیگاہ
ندیم خاص شاپورِ خردمند | بہمراہی سخن را نکتہ[۱] پیوند
فرو گفتے بچستی ہر زمانے | برآئینِ ندیماں داستانے
بافسوں بر کشادے مشکلش را | تہی کردے زغم لختے دلش را
کہ تا گردونِ گرداں را روائی[۲] است | بنائے کار او بر بیوفائی[۳] است
نیارد ہیچکس را شاد دیدن | نہ یک دل را از رنج آزاد دیدن
ازاں بہتر ندانند کوششِ کار[۴] | کہ یارے را جدا گرداند از یار
جوابش باز گفتے خسرو از درد | کہ با تقدیر نتواں داوری کرد
اگر شیرین زراہِ بیوفائی | بُرید از آشنایاں آشنائی
مگوگیں تلخ از شیرین نکو نیست | کہ عیب از خوئے بدخو نیست از وست
بہر نیک و بدے کاندر میانست | گنہ بر بخت و تہمت بر زمانست
چو تلخی میکند بختِ نژندم[۵] | گنہ بر گیسوئے شیریں چہ بندم

---

[۱] رابدل اضافت [۲] رواج و رونق [۳] نسخہ ح۔ بینوائی ست [۴] نسخہ ح۔ ندارد [۵] خوار و دواژگوں

چو در قرابه[۱] بنود باده باقی | شکایت چون توان کردن زساقی
چو باران قطره نفشاند از غیب | اگر بستان نخندد چون کنم عیب
چو شب نبود چراغ خانه را نور | اگر دیده نه بیند هست معذور
بسے زین فتنه میگردم گرانگیر[۲] | چو بادل بس نمی آیم چه تدبیر
میان شاه و شاپور از شکایت | فراوان زین نمط بودے حکایت
هر آتش کز دل شه برزدے تاب | روان[۳] شاپور بروے ریختے آب
بسے سودا چو زینسان در سر افتاد | سخن در خوبی خوبان در افتاد
ملک گفتا که دارد کس زعشاق | بتے شیرین تر از شیرین در آفاق
کزان گاهی که من هستی گزیدم | بتے[۴] چون او به شیرینی ندیدم
بپاسخ گفت شاپور سخن سنج | که اے در هفت[۵] کشور نوبتت پنج
بلذت گرچه شیرین هست چون نوش | ترا شیرین ترست از جان پرجوش
چو طبع از عشق باشد ناشکیبا | نماید نقش مفرش[۶] نقش دیبا
ز آتش گاه سرما خوش بود تاب | بقدر تشنگی شیرین بود آب
گرسنه کش نباشد صبر چندان | خوشش چلقوزه[۷] باشد زیر دندان
نه من زان میکنم این نکته برکار | که شیرین را کم است از حسن بازار

---

۱ شیشه و صراحی باده ۲ غالباً بمعنی کناره گیر ست که بمعنی جدا باشد ۳ زود
۴ ج. یکے ۵ سیاقة الاعداد ۶ جامه خواب ۷ نام میوه

چناں سرِّ وے کہ در عالم نگنجد — بدش گویم زبانم چوں نریزد

ترا یکرؤے او گر صد نگار ست — بچشمِ من یکے زاں صد ہزار ست

تو ہم دانی کہ از دانا ؤ او باش — نداند نقش را کس بہ ز نقّاش

بمعبودے کنم سوگند را یاد ق — کہ نیکی را ازو بود ست بنیاد

کہ در نیکوئی و شیریں زبانی[1] ۲ — بشیریں کاری و شکر دہانی

زمین و آسماں گر باہم آیند ۳ — چو شیریں مثلِ فرزندے نزایند

ولے چوں زد دلِ شہ دردمند ست[2] — وزاں یک درد[3] عالم در گزند ست

صلاحِ دولتِ شاہ انچہ دانم — ضرورت گفتنی شد تا توانم

عناں گرداں نہ آخر تاجداری — مکن چندیں بتاج و تخت خواری

خللہا[4] یابد اندر کارِ ماراہ — کہ دارد طاقتِ رنجِ دل شاہ

مزاجت رہست بہر آں بتِ سیم — عیاذاً باللہ[5] از دیوانگی بیم

نیاید جوششِ سودا بیش گردد — خرد زاں چشم بینش ریش گردد

تبہ باشد ازاں در زیرِ نہ طاق — نہ حالِ شہ کہ حالِ جملہ آفاق

بداں دل کو زبوں آورد تن را — زبوں کردن نشاید خویشتن را

ولے گر میل با دشمن شود یار — نہ دل بل دشمنے باشد ستمگار

ن۱ ح۔ شیریں زبانی — ن۲ ق۔ مستمند ست — ن۳ ق۔ ازاں یکدل دو عالم

ن۴۔ خلل می باید — ۵ کلمۂ اجتناب و پرہیز

به است آں دشمنی کو دوست خوبست | حذر زاں دشمنی کو دوست رویست
چو نتواں عشرتے با یار کردن | نشاید خویشتن را خوار کردن
چو او را نیست بر پیوند تو رائے | تو نیز از دامن عزّت مکش پائے
کسے کو عزّت یاری نداند | ز عزّت فرق[1] تا خواری نداند
براں باشد که بازآری دل ریش | بخوبان دگر داری[2] دل خویش
کنی سنگیں دل اندر سینۂ تنگ | کشی دستے بهنجار از ته سنگ
چو رفت آں گلبن نوخیزت از یاد | همه عالم پرست از سرو آزاد
چو جان بر جاست جاناں چند خواهی | چو دولت هست خوباں چند خواهی
دو چیز است اتفاق هوشمنداں | ق گزاں باشد هلاک[3] مستمنداں
یکے چوں بیوفا باشد نگارے | ۲ بدل کردن بدیگر گلعذارے
دگر زانجا که عشق آتش کند تیز | ۳ باهنگ سفر گشتن سبک خیز
کسے کز عاشقی بگسست زنجیر | یکے بس باشدش زیں هر دو تدبیر
مرا خود هست در خاطر همه چیز | بگویم گر[4] بدل باشد سفر نیز
شنیدم در سپاهاں[5] هست ماهی | بتان روم و چیں را قبله گاهی
شکر نامے و شور انگیز عشّاق | بشیرینی چو شیریں در جهاں طاق
یگانه دلبرے[6] در نیک خوئی | نداراد دادو ویم در خوبروئی

---

[1] ح - چو یارے زار شد [2] ح - بندی [3] ح - خلاص
[4] ح - کان [5] اصفهان [6] دلربائی در نکوئی

دو نارنج ترش در حلهٔ نور — بدل نزدیک لیک از دستگه[ل۱] دور

درش ز آشوبِ مشتاقان چو محشر — بسے سرگشته سرگردانِ آن در

بزرگانِ جهان در آرزویش — گدایان خود کجا بینند رویش

رسند از هر طرف صاحب کلاهان — خریدار شکر سوے سپاهان

خیالش دیده را سازند محراب — خزینه بر درش ریزند چون آب

چو خان[ل۲] و مانِ شان را کرد تاراج — پس از عمرے نماید رو بمحتاج

همه روز از طریقِ عشق بازی — بنقل وے کند عاشق نوازی

شبانگه سوئے مهمانِ پر امید — فرستد سایهٔ بر جاے خورشید

چنان از جامِ[ل۳] نوشینش کند غرق — که سکبا[۴] (کهیا) را ندانند انگبیں فرق

فریبد همچو طفلِ نازنینش — بانجیرے[۵] برد انگشترینش

دهد زینگونه شبها چون ظریفان — کنیزان را در آغوشِ حریفان

خود اندر عهدِ عزت شاد ماند — سمن در بند و سرو آزاد ماند

بسے دادند شاهان قیمتِ[۶] پُر — نشد خاریده زالماس کس آن دُر

عجائب گوهرے باشد که در کار — بود پوشیده رو با صد خریدار

فراوانش رسید اندر زمانه — ز عشقِ خسرو و شیرین فسانه

ل۱ ح - از دوست تر دور ل۲ ح - در جام جوشانش ل۳ - جان و مال ۴ همان سکبا بکاف عربی قسمے از طعام که تحقیقش گذشت ۵ اے بیک انجیر انگشتری از دست طفل برد مثل هندست ۶ اے قیمتِ بسیار

وفائے شاہ بس کافزون شنیدست | بصد جان مہرِ شہ را برگزیدست

زہر آئینۂ باجانِ پر سوز | خبر ہائے ملک پرسد شب و روز

بجز تو دل بکس مائل ندارد | بجز پیوندِ تو در دل ندارد

رکابِ دولت ار جنبد[1] درین راہ | تواند شب کہ خورشیدی کند ماہ

نہ با شیرین ست شیرینی ہمہ جفت | شکر را نیز شیرین می توان گفت

گرت جلاب شیرین ست در جام | شکر ہم خوش تواند کرد نت کام

ہمہ مستی نہ با انگور یارست | کہ آبِ نیشکر ہم مست کارست

چو گل نبود در منہ[2] مشک نابست | چراغ اندر دلِ شب آفتابست

شکر نامے کہ از بہرِ ہوس را | بخشتست از شکر بسیار کس را

چو در جانہائے شیرین جائگہ داشت | تواند جائے شیرین را نگہ داشت

شہنشہ زان فسونِ رغبت انگیز | شد از بہرِ شدن یکبارگی تیز

ہمہ روز آہو افگن بود در دشت | شبانگہ سوئے مشکو آمد از گشت

دران سودا کہ بودش فتنہ دلدوز | ہمہ شب پاسِ دل میداشت تا روز

رفتنِ خسرو باصفہان و دلالت کردن با شکر اصفہان

چو شد تاریخِ مشرق صبحگاہان | سفید و سُرخ چون سیبِ سپاہان

---

[1] ق - ار رانی

[2] بفتحتین گیاہی کہ گلش ہمچو درم باشد

زمانه گشت ازان تاریخ سازی | مشعبد وار در نارنج بازی

برآمد شمع شادروان خورشید[۱] | فراز کرسی زر همچو جمشید[۲]

بخدمت[۳] خواند دستور گزین را | ز لعل افشاند لولوی ثمین را

که تنگ آمد دلم زین منظر تنگ | دو ماهی سوی صحرا آرم[۴] آهنگ

چنان باید که با نیکوترین رای | شوی در ملک و دولت کارفرمای

نگهداری طریق نیک خواهی | ندانی غایبم زاورنگ شاهی

چو کرد این رهنمونی باخردمند | برآمد بر کمیت باد پیوند

همان خاصان دولت هم رکیبش | گزینشان طبع بودی ناشکیبش

بهمراهی بزرگ امید و شاپور | وز آنسو باربد با نای و طنبور[۵]

دو اشتر پر ز گوهرهای شهوار[۶] | گران در نرخ و در بردن سبکبار

که تا هرجا که خرجش سهل ماند | بذرهٔ دخل اقلیمی ستاند

هوای دلبر نوکرده در دل | همیشد ده بده منزل بمنزل

رها کرده همه ترتیب شاهان | درآمد بی سپاه اندر سپاهان

طلب کرد از گذر پوشیده جائی | ز موکب ساختش دولت سرائی

بزرگ امید را در حال فرمود | ق | که ره گیرد بدکان شکر[۷] زود

ن۱ ح جمشید — ن۲ ح - خورشید — ن۳ ح - بخلوت جست — ن۴ ح - دارم

ن۵ - سه تا زن باربد با رود طنبور — ن۶ ق - دو اشتر پر ز گوهرهای غلطان + که کس قیمت نداند هر یکی زان

۷ بصنعت ایهام مراد از دولت خانهٔ شکر

برو سلکی زمرد وارید شب تاب | بیک رشته درون صد قطرهٔ آب

رساند تحفهٔ شه بر دلارام | پس آنگاهش دهد پوشیده پیغام

که آمد بهترین پادشاهان | خریدار شکر سوئے سپاهان

سزد گر برگ مهمان را بسازی | ترا رسم ست خود مهمان نوازی

رسول کاردان پیغام را برد | بآئینے[۱] که در خور بود بسپرد

شکرلب چون پیام شاه بشنید | بگوش خویش نام شاه بشنید

بران دل[۲] شد که بیرون افتد از کوی | برهنه پا و سر پوید[۳] در آن سوی

ازان شوخی که در چشم سیه داشت | بطنازی عنان دل نگهداشت

ز جا برخاست با صد بیقراری | چو مه بنشست در شبگون عماری

ز سودای کهن با رغبت نو | روان شد تا[۴] بمنزل گاه خسرو

ملک را خود دو دیده سوئے ره بود | که شیرین نوش در خوابگه بود

در آمد نازنین و دید شه را | بمژگان رُفت خاک بارگه را

چو جان را از جمال شاه خوش کرد | متاع قیمتی[۵] را پیشکش کرد

پذیرفت آن همه خسرو کم و بیش | نشاندش ز ارجمندی[۶] پهلوی خویش

تماشا کرد حسن با کمالش | موافق دید با شیرین جمالش

ن۱ ح - بر آئینے ن۲ ق - جازم ن۳ ق - پرّد ن۴ ح - سوئے منزل گاه

ن۵ ح - خدمتی ن۶ ق - از عزیزی

دمے یاد آمد از پیشینہ پیوند ز شیریں ہم بشکر گشت خورسند

صراحی جست و جام بادہ برداشت بزود و مے دل افتادہ برداشت

بآہنگ طرب مے نوش میکرد ازاں می خورد وزیں در گوش میکرد

نوائے باربد بر ماہ می شد دل زہرہ زرہ بیراہ می شد

برود از ہر ترانہ آب می رفت بہر سو آدمی در خواب می رفت

ظرافتہائے شاپور از سر حال عطارد را ورق میکرد پامال

بزرگ امید ہم در خوردہ کاری زلب میکرد ہر دم شہد باری

شہنشہ گاہ بودے از ظرافت سخن را آب میداد از لطافت

شکر چوں نیشکر جانے دگر بود کہ سر تا پا ز شیرینی شکر بود

بجانہا می فتاد از چشمش آشوب مژہ می رُفت دلہا را بجاروب

دہانش دادہ چشمش را ولایت زباں خاموش مژگاں در حکایت

چو معجون شفا دادے زباں را بہ پیوستے جراحتہائے جاں را

قدح بر کف گرفتہ عاشقانہ خویش میریخت از رُخ دانہ دانہ

ولے کو آب برد از دانۂ خویش ہمانجا دست شست از خانۂ خویش

میش چوں در مزاج طبع رہ یافت ہنر جولان خود را جائگہ یافت

ن۱ح - بزور   ن۲ح - بر   ن۳ح - خورد   ۴ دقیقہ سنجی   ن۵ح - شہریاری

ن۶ح - کاشتے بود   ن۷ح - خود   ۸ ولایت دادن حاکم نمودن وقایم مقام خود ساختن

ن۹ح - کان

زرامشگر ستد چنگِ خوش آواز — روان دستے فرود آورد در ساز

نوا را بر طریقے ساز میکرد — کہ گوشِ یار بر در باز میکرد

چو شد پرداختہ ترتیبِ سازش — نوازش یافت لحنِ جاں نوازش

بلند و خوش نوائے کرد پرکار — کزاں شد فتنہائے خفتہ بیدار

بنوکِ غمزہ مروارید می سفت — کہ شادِ روان مروارید می گفت

نوا چوں گفتہ شد بکشاد[1] نو نو — زراہِ خسروانی عشقِ خسرو

بروں برد از دلِ جوشاں خلل را — زجوشِ دل برآورد این غزل[2] را

غزل سرائے شکر در مجلسِ خسرو

چہ فرّخ روزگارے باشد آں روز[3] — کہ گردد ہمنشیں یارِ دل افروز[4]

ہمہ سرمایۂ عشرت مہیّا — زموجِ شادمانی دل چو دریا

مرادِ خوشدلی و کامرانی — نشاط و عیش و آغازِ جوانی

کسے را کیں ہمہ یکجا دہد دست — گر از دولت بنازد جائے آں ہست

مرا کیں دولت امروز است در چنگ — بدولت چوں ننوشم جامِ گلرنگ

ز ما چوں بر دد دولت روزِ بد را — غنیمت داشت باید روزِ خود را

ن۱ح - جو جو   ۵۲ درینجا غزل مطلقاً مراد از نظم عاشقانہ است

ن۳ح - ساعتے باشد دراں روز   ن۴ح - دو یارِ دلسوز

کسے را زنده گیر اندر دلِ خویش   که بردارد نصیب از حاصلِ خویش

کسے کز مدبری بدحال باشد   نباشد زنده گر صد سال باشد

مُرادِ زندگانی کامرانی ست   چو آن نبود چه جائے زندگانی[1] ست

بشادی کوش گر سرمایه داری   بقا چندست کاندر غم گزاری

زمان چون رفت دیگر یافت نتوان   عنانِ زندگانی تافت نتوان

ز سالِ رفته نتوان یافتن روز   نه دے را باز گردانیدن امروز

درین شیشه که زهرش در شراب ست   جهانے زان[2] بهر دورے خراب ست

کسے را باشد آن شربت گوارا[3]   که داند خوردنش بر روئے یاران

تو چون عقل و دلِ چالاک داری   بخور کین زهروان[4] تریاک داری

تهی دل کو بمحرومی زبونست   چه داند لذتِ عالم که چونست

نه هر لذت سزائے هر زبانیست   نه هر میوه برائے هر دهانیست

سزائے کامِ هرکس نیست هر چیز   نه سگ خرما خورد نه گربه کشنیز

شکارِ صیدِ کنجشک آمد انجیر   بگیرد چون ز سگ پستان[5] خورد شیر

خرے کو روزی اندر خاک جوید   گرش ریحان دهی خاشاک جوید

تو گرم دم مزاجی لقمه خور پاک   رها کن گرمزاجان[6] را بخاشاک

---

[1] ن ح- کش درغمگساری   [2] ن ح- زد   [3] نون زاید   [4] ن ق- جهره وان   [5] سگِ پستان ثمریست لعاب دار دبشکلِ پستان سگ که به سپستان شهرت دارد و از شیر او کنجشک را گرفتار کنند   [6] ن ح- خرمزاجان را

چو نگذارد جہاں در کام[1] راندن | بزعمِ او بباید کام راندن
چو خوئے روزگار آمد حرونی[2] | نشاید کرد با دشمن زبونی
کسے را کو فتد با مشت زن جنگ | قدم بے سنگ[3] باید دست بر سنگ
چو سگ در کوچہ دنداں خائے[4] باشد | بروزن[5] بانگ تا برجائے[6] باشد
نہ پا بر سنگ باید سنگ[7] در دست | چو پا بر سنگ[8] آمد او فتی پست
حریفے کو زبوں آید ز تقدیر | ز بوناں نیز گردندش زبوں گیر
مگس چنداں کہ جست از کنج دیوار | نرست از عنکبوتاں آخر[9] کار
چو خواہی کاسماں را گوش مالی | مباش از کیمیائے ہوش خالی
چو باشی از خودی گردن فرازی | بہنجارش توانی[10] داد بازی
چو باقی نیست کس در گردشِ دہر | خوش آں کز شادمانی باشدش بہر
خوریم امروز آبِ با صفا را | کہ فردا خاک خواہد خورد ما را
گرت نقدیست امروزش بخور خوش | مشو بر نسیہ[11] فردا مشوش
ترا کامروز عیش آسودہ باشد | غمِ فردا خوری بیہودہ باشد
بسا کس کاندہ فردا کشیدند | کہ دے مردند و فردا ندیدند
پس آں بہتر دریں دیرینہ بنیاد | کہ داری دل بروئے دوستاں شاد

---

[1] ق- آرام [2] سرکشی [3] ق- قدم بر سنگ [4] غضبناک [5] امراز زدن
[6] ح- بر تا جائے [7] ق- بگاہ جنگ بر سنگ آیدت دست [8] پا بر سنگ آمدن اُفتادن
[9] ح- مگس خوار [10] ح- تواند [11] ح- ز اندیشہ

بود عالم بروئے دوستان خوش | کہ باشد از ریاحین بوستان خوش
خبر گویند[1] ز آب و سبزہ ہر کس | جمالِ دوستان نزدیک من بس
چو مہمانِ نو[2] آمد خسرو امروز | مبارک باد اقبالِ نو امروز
شکر چوں زیں ترانہ باز پرداخت | حریفاں را غلام خویشتن ساخت
ملک را زاں سرودِ[3] شکریں ساز | شکر در عشق با شیریں شد انباز
بعشق اندر دوئی ہر چند خوش نیست | کہ در مے چاشنی از قند خوش نیست
ولے چوں شہ بجاں بود از غم دوست | خلاصِ جانِ خود مے جست[4] در پوست
بدل میکرد یارے را بیارے | بسوزن میکشید از پائے خارے

بردنِ شکر خسرو را بخانۂ خویش جہتِ مہمانی

چو گیتی کرد صافِ خویش را درد | سپہر بو العجب خنجر فرو خورد[5]
بصد خواہش گری شہ را پری روئے | بعشرت گاہ خود شد میہماں جوئے
شہنشہ نیز نگذشت از رضایش | بمہماں رفت در مہماں سرایش
کنیزاں سوئے او از ہر کرانہ | نثارے ریختندش خسروانہ
شکر فرمود تا ہر ماہ روئے | حریفے را برد مہماں بسوئے

---

[1] ح- بصر جویند [2] ق- تو [3] ح- درود [4] ح- میداشت
[5] ح- برد

چو هر گل[1] ساخت با هر بلبل خویش | ملک بس ماند و آرام دل خویش

بران دل شد که آرد تنگ در بر | خورد زان شاخ نازک میوهٔ تر

شکر گفتا که چون من هم[2] برانم | که باقی عمر دولت با تو رانم

تو هم بهر دل من گر تو دانی | حدیثم[3] گوش کن دیگر تو دانی

شهنشه زان حدیث آمد بخود باز | صنم بر داشت مهر از حقهٔ راز

که گر خسرو نداند داند آفاق | که من چون رستم از غوغای عشاق

چه شیر از راه افگندم اینجا | چه شاهان را کلاه افگندم اینجا

چه زرها پاک[4] شد بر آستانم | چه سرها خاک شد بر آستانم

که با چندین حریفان در بر[5] من | نیالود از لب کس ساغر من

نه مقصود من این بود اندرین کار | که رو در پرده دارم پارسا وار

ولیکن بس که نامت می شنیدم | هوایت را بصد جان می خریدم

خیالت گرم گرم از جنبش درد | مرا میکرد میل دیگران سرد

غمت ز آسیب خلقم دور میداشت | همه خلقم بدین معذور میداشت

درین فکرت چه همت ها که بستم | که یکدم نیست[6] کز همت نشستم

چه خوش گفت آن که سنگ از همتش سود | که همت هست مقناطیس مقصود

نہ۱ ح - چو هر گل کرد خوش با بلبلے جائے * ملک ماند و بہار عالم آرائے　　نہ۲ ح - خود

نہ۳ ح - حدیثے گوش کن زان پس تو دانی　　نہ۴ ح - چه زرها خاک شد در آستانم

نہ۵ ح - بردر　　نہ۶ ح - پشت از

چو مرغے بیضہ را زیر پر آورد | بہمت مردہ را جاں در بر آورد
کنوں اقبال کرد آں کارسازی | کہ از وصلت کنم گردن فرازی
روا باشد کہ چندیں کردہ پرہیز | سر انجام از فساد آتش کنم تیز
چو بینی زیر دامن عقدِ من سست | بعقد من کجا دامن کنی چست
ہمی خواہم کہ نفتند ز اشتیاقت[1] | بجز تزویج با من اتفاقت
ملک گفتا کہ ہست ایں سہل کارے | بکابینے خوش ارزد[2] چوں تو یارے
ہمیں دم موبد ارز اشو طلب گار | کہ تا فردا ندارم صبر ایں کار
صنم گفت ارچہ جانم ناصبور است | بیا امشب کہ فردا ہم نہ دور است
ملک ناکام ازاں شیریں شکر خند | بآغوشے و بوسے گشت خورسند

عقدِ خسرو با شکر و تزویجِ ایشاں

عروسِ صبحدم چوں پردہ بر داشت | جہاں را جلوۂ خود در نظر داشت
سپہر اندر نثارِ جلوہ حالی | طبق ہا را ز گوہر کرد خالی
دو کار افتادہ با چند امید[3] | شد[4] اندر پئے پیوند جاوید
طلب کردند موبد را نہانی | کہ عقدی بست بر رسمِ معانی

ن[1] ح - مرا خواہی تو کش خواہ اشتیاقت + کہ بے تزویج دو رم زاتفاقت ــ ن[2] ح - بیرزد
ن[3] ح - دو کار افتادہ کمتر با صد امید ن[4] - شدہ

چو شد شرطِ زناشوئی ہمہ راست | مُراد آمادہ گشت و داوری خاست
ملک در پردہ با دلدار بنشست | بتاراجِ شکر شد طوطیِ مست
درو پیچید چوں گل در گیاہی | غلط کردم کہ در گنج اژدہائی
پر از صد گونہ نعمت دید خوانے | درو پالودہ و حلوا جہانے[1]
نخست اندر نمک شد چاشنی گیر | نشاند[2] آنگہ نوالہ غرق در شیر
شکر خائیدہ شد در زیرِ گازش[3] | بحلوا در شد انگشتِ درازش
بگنج اندر خت مارش بہرۂ خویش | صدف بستد ز باراں بہرۂ خویش
چو شیریں دید شربت را خردمند | فشاند از آب در وے قطرہ چند
دمے با دلبر اندر کام دل ماند | دلش آسودہ شد چوں کام دل راند
شبا روز نے[4] کشیدہ در برش تنگ | ہمی پیمود رہ فرسنگ فرسنگ
بد انساں کرد حلوائے[5] شکر نوش | کہ شد حلوائے شیریں نیش فراموش

خبر یافتن شیریں از عقد خسرو با شکر و بصحرا رفتن و بفرہاد در آمیختن

خبر شد چوں بشیریں مشوش[6] | کہ خسرو شد بشیرینِ دگر خوش

---

[1] اے بمقدار یک جہاں پالودہ و حلوا مہیا بود [2] ن ح - اندر [3] بکاف فارسی
گلگیر شمع کہ نوعے از مقراض ست درینجا آلہ خسرو پرویز را باں استعارہ نمودہ
[4] ن ح - جلاب گلاب بشکر آمیختہ [5] پریشان حال

گہ از جورِ فلک دلتنگ می بود | گہے با بختِ بد در جنگ می بود
نہ دلداری ز کس نہ یاری از یار | ہم از دل[1] دور ماندہ ہم ز دلدار
دلے و صد ہزار اندوہ بر دل | ز بے سنگی غمے چون کوہ بر دل
بہ تنہائی نشستے در شبِ تار | ہمہ شب تا سحر بگریستے زار
ز بیخوابی شدے چوں ماہ بر بام | فرستادے بدستِ باد پیغام
کشیدے ہر دم از دل دور باشے[2] | فگندے چشمِ انجم را خراشے
شبش تا صبحگاہ ایں کار بودے | بروزش کار خود دشوار بودے
جنیبت راندی اندوہ | گہے در دشت بودی گاہ در کوہ
فراواں صید کردے دام و ددرا | بدبہناد اشتے مشغول خودرا
شبانگہ باز گشتے سوئے خانہ | نشستے ہم بر آئین شبانہ
چو لختے کوہ از میناں پے سپر[3] کرد | بکوہِ بے ستوں روزی گذر کرد
فرس میراند در وی یا دل تنگ | ز نعلِ رخش مے برّید فرسنگ
ز خارا دید جوئے ساز کردہ | رہے در مغزِ خارا باز کردہ
دریں[4] سنگے تراشیدہ چو سنداں | سپید و نغز چوں گلبرگ خنداں
بہمواری و صفوت[5] چوں بلورے | کہ بر رفتن نمی یارست مورے

---

[1] بیدل کہ اصل وصف عشاق ست [2] آہ و نالہ [3] پے سپر کرد۔ طے نمود
[4] نہج۔ درد [5] صفائی و برگزیدگی

بحیرت گفت کاحسنت[1] آن جوانمرد[2] | که زآهن سنگ را اواند چنین کرد[3]

همی شد در نظاره بر لب جوئے | نظر میکرد در وی موئے با موئے[4]

عنان میداد رخش کوه تن را | که دید از دور ناگه کوه کن را

شتابان شد بصد رغبت بسویش | وزاں پس کرد[5] لختی جست و جویش

جوانے دید[6] خوب و سرو قامت | بکوه انداختن کرده قیامت

از و هر بازوئے آهن[7] ستونے | زتیشه بے ستون پیشش زبونے

بپرسش گفت کاے مرد سخن سنج[8] ق | بکوه از تیشه آهن زرافسنج

چه نامے و چه سان نیرنگ سازیست | که پیش صنعت ارژنگ[9] بازیست

بگوش مردکاں آواز در شد | چو آن بشنید[10] از خود بے خبر شد

نگارے[11] دید در زیر نقابے | نهفته زیر ابرے آفتابے

بزاری گفت فرهاد ست نامم | درین حرفت که می بینی تمامم

بسختی چوں کنم پولاد را تیز | بهر زخمے بود کوهے سبک خیز[12]

دگر تیشه بهنجار آزمایم | بصنعت پوست از مو بر گشایم

چو روشن کردمت کیں کوهکن کیست | تو نیزم باز گو تا نام تو چیست

---

1 کلمه تحسین و تعجب - بمقابل ندا همیشه فعل غائب آید نه حاضر ایسر   ن۲ ح - هنرمند   ن۳ ح - کند
ن۴ ح - در موئے   ن۵ ح - فن   ن۶ ح - جوان خوبروئے   ن۷ ح - زآهن
ن۸ ح - هنرسنج   ۹ نام مصور چین حریف مانی   ن۱۰ ح - چو آواز شنیدن
ن۱۱ ح - بهارے   ۱۲ زودخیز

که تا گفت تو در گوشم رسیدست | ز بیهوشی همه هوشم رمیدست
صنم گفتا که این پرسش نه سازست | رها کن سرگذشت من درازست
ولیکن خواهشت فرمود کاری | کشیدن جوی اندر کوهساری
بعزم کار چون زانوی رانی | ضرورت کار فرما را بدانی
بکوهستان ازمن از بنزو بیش | گله دارم بهر سو از عدد بیش
ز شیر آرندگان جمعی انبوه | در آمد شد بر بخند از سر کوه
بباید ساختن جوی بتدبیر | کز آنجا تا بما آسان رسد شیر
چنین کاری جز از تو بر نیاید | تو کن کین از کسی دیگر نیاید
فنت را کو گوا با خویش دارد | شناسد آن که دانش بیش دارد
در آن منگر که من خود شیرخوارم | که گرچه شیرخوارم هوشیارم
چو بینش را بود آیینه بی رنگ | نه بیند صورت آیینه بی سنگ
جوابش داد مرد سخت بازو | که مزد دست من نه در ترازو
دگر نه کی گذارد عقل چالاک | که بهر نسیه نقدی را کنم خاک
شکرلب گفت اینجا چیست با من | که مزد چون توی ریزم بدامن
برآری برزمین غلطید فرهاد | زمین بوسید و راز سینه بکشاد

ن ۱ ح - ز بیخویشی — ن ۲ ح - گفت از من — ن ۳ ح - برآوردن — ن ۴ ق - بریدن
ن ۵ ح - دمه — ن ۶ ح - بینش — ن ۷ ح - شیرمستم — ن ۸ ح - بخواری

بگریہ گفت مقصودم نہ مالست | کہ مزدِ کارِ من دیدِ جمالست
ہر آں صنعت کہ بر سنجی بمالے | بہائے گوہرے باشد سفالے
مرا مزد از چناں رخسار دلدوز | تماشائے کہ باشد دیدنش مزد
ز ابروئے ہلالی پردہ برکن | منِ دیوانہ را دیوانہ تر کن
چو شیریں دید کو دلریش دارد | ق تمنّائے بجائے خویش دارد
گراں پنداشتش کز خوبیِ خویش | زکوتے را نگہدارد ز درویش
بدستِ ناز برقع کرد بالا | کہ چوں پوشد کسے زنگو نہ کالا
دلِ فرہاد ازاں نظارہ چست | ز سر تا پائے گشت از بیخودی سست
ز حیرانی زمانے بے خبر ماند | دلش در خون و خونش در جگر ماند
چو حالش دید شیریں داد آواز | گراں آواز جانش آمد بہ تن باز
میاں بربست و ساز کار برداشت | رہِ مشکوئے آں دلدار برداشت
شکرلب در پس و لدادہ در پیش | شدند از کوہ سوئے مقصدِ خویش

اظہارِ عاشقیِ فرہاد با شیریں

چو پنہاں کرد روے خورشید رخشاں | درونِ کوہ چوں لعلِ بدخشاں

ن ۱ ق - بزرنج ہنر گردن دبالست   ن ۲ ق - تماشائے بود داں باشدم مزد   ن ۳ ق - صنم چوں
ن ۴ - بجاں   ن ۵ ح - گرم نگند اشتش   ۵ ۶ چہلم حصّہ سیم کہ بمساکینان وہند
ن ۷ ح - تن   ن ۸ ح - عیار   ن ۹ ح - فرہاد

طلب فرمود شیریں کوهکن را | که تا مشغول دارد خویشتن را

ز بیرونِ سرایش پیش خود خواند | به تعظیمے که واجب بود بنشاند

درآمد چاشنی گیرِ شکر خند | درختے از نبات و سروی از قند

فرود آورد بهرِ قوت و قوت | نه فرقِ مطبخی خوانے زیاقوت

درو آرایشے بر رسمِ شاهاں | سزاوارِ دهانِ نیک خواهاں

چو نعمت خورده شد ساقی پیاپے | نشاط انگیز شد از میوه و مے

فرو مے برد خوش فرهاد مسکیں | شرابِ تلخ را بر روئے شیریں

شراب و خلوت و زاں گونه یارے | کجا باشد ازیں به روزگارے

چو سرخوش دید شیریں میهماں را | طلب کرد از دلش رازِ نهاں را

که در سیمائے تو از فرق تا پائے | فراست را چو گشتم کار فرمائے

گواهی داد دل[1] کز خسروانی | کز ایناں با فرودستاں نمانی

جوانِ کارداں گفت ایں خیالیست | گدا را تهمتِ شاهی محالیست

کجا با خسرواں هم سنگ باشد | کسے کز سنگ روزی می تراشد

گدائے کو ز دوراں تنگ روزیست | به از من کو نه چوں من سنگ روزیست

بکاں کندن رود هر کس بکهسار | مرا با کوهِ جاں کندن بود کار

رود هر مورے اندر گوشهٔ خویش | من اندر کاو[2] و کاو[3] توشهٔ خویش

---

[1] ق. که دلداده تو [2] حاصل مصدر کاویدن یعنی کاوش [3] - کارگاه

همه کس باده کش در جایگاهی   من اندر خاک خواری[1] زیر چاهی

تننده در عمل بهتر ز جولاه[2]   ازین معنی که این راه است و آن چاه

چو زد بخت این گره در کار من سخت   ستیزه چون توانم کرد با بخت

هر آن مرغی که روزی سنگ دارد   نه بازوی دِه خود جنگ دارد

نه بس زیبا بود گر راست خواهی   گدائی را نهادن نام شاهی

ولیکن بر غریب آرزومند   بچشم لطف می بیند خداوند

چو چشم از مردمی دارد نشانی   هنر بین راست[3] چشم مهربانی

چو اقبال آدمی را رو نماید   بچشم مقبلان نیکو نماید

بخنده گفت شیرین طرفه حالی   که پوشی گوهری را با سفالی

مرا زینگونه نیز[4] ابله مپندار   که سنگ از لعل نشناسم گل از خار

بدان دانا که ما را دانش آموخت   بهر مغز از خرد شمعی برافروخت

که با من بازگوئی[5] گوهرت چیست   دیارت[6] از کجا و نسبت از کیست

تامل کرد مرد از هر صوابی   ندید از راستی بهتر جوابی

ز لب بگشاد قفل راستگاران   که کج[7] بنود خیال بختیاران

من اندر نسبت خاقان چینم   بگوهر صاحب تاج و نگینم

ن۱ - خوردن   ۲ باشباع حرکت لام نساج و سفید باف و هم بمعنی عنکبوت آمده که نساجی دارد   ن۳ ح - است

ن۴ ح - نه   ۵ ای صاف گوئی   ن۶ ح - دیارت راچه نام و گوهر   ن۷ ح - کژ

بقصرِ دولتم مانی و ارژنگ ... طرازِ چهره می[1] بستند بر سنگ

برانم داشت این طبعِ هوسناک ... که چون ایشان شوم[2] استادِ چالاک

درین صنعت چنان آشفته شد هوش[3] ... که گردم دولتِ شاهی فراموش

خبر در گوشِ خاقان گفت دستور ... که ماند از تاجِ شاهی گوهرت دور

مدام از تیشه مغزِ سنگ خارد ... هوس نے بر نگین بر سنگ وارد

چه باشد چهره سارا کار یا پشم ... بیاقوت و زمرد کے نهد چشم

چو دولت را بر رفتن باشد آهنگ ... زند مقبل بکارِ مدبران چنگ

چو آید بخت دهقان را گرانی ... دلش کاهل[4] شود در جفت رانی[5]

چو خواهد گشت زرگر تنگ روزی ... هوسناکی[6] کند در کفش دوزی

پدر گاگاه گشت از پیشهٔ من ... به تیشه کرد پاره تیشهٔ من

بسی تادیب کرد از هر نمط ساز ... نیامد زین هوسناکی دلم باز

برنجش داشت از آزارِ من دست ... بآب دیده شست از کارِ من دست

بصد نومیدی از خود دوریم داد ... براهنگِ سفر دستوریم داد

روان گشتم ز شهرِ خویش ناکام ... ازان کشور درین کشور زدم گام

چو مردان دستکاری پیشه کردم ... چو نیکان دست مزدِ خویش[8] خوردم

ل[1] ح- سحر ... ل[2] بمعنی شوم ... ل[3] ح- چنانم شعبه شد ... ل[4] ح- مایل ... ل[5] ح- بره

ل[6] گاورانی زیرا که جفت بمعنی هر دو گاوِ قلبه آمده ... ل[7] ح- هوس بازی ... ل[8] ح- بازان

چو دیدم بادشاهی خود همیں بود ‏ ‏ ‏ ‏ ز خونِ دل درانگشتم نگیں بود

نیم زیں پس بتاج و تخت محتاج ‏ ‏ ‏ ‏ خوے پیشانیم بس دُرّة التاج

سر دآ نزاد و بازوے زر افشنج[1] ‏ ‏ ‏ ‏ مداں کم کاں داو[2] اژدرهاست بر گنج

چو شیر ابر است خرد از پیشهٔ خویش ‏ ‏ ‏ ‏ چه[3] ساں جائے وگر چه بیشهٔ خویش

برد نامرد هر رنج از پے قوت[5] ‏ ‏ ‏ ‏ کشد مرد از میانِ سنگ یاقوت

بگو[6] هر جا نعیم باانده کے مزد ‏ ‏ ‏ ‏ نه کارم باعسس نه بیم از دزد

به تنهائی[7] زمیں کاسوده کارم ‏ ‏ ‏ ‏ سرابنوهیِ مردم ندارم

نفیر خلق[8] جستن بر درِ خویش ‏ ‏ ‏ ‏ صداے باشد از بهرِ سرِ خویش

بدیدار کسے شد خلق مشتاق ‏ ‏ ‏ ‏ که دارد نام و ناموسے در آفاق

نپرسد هیچکس گم نام را حال ‏ ‏ ‏ ‏ که موراں ایمن اند از تیغ و دلّال

کنوں کیں[9] دولتم شد کار فرمائے ‏ ‏ ‏ ‏ خود از دولت نهم بر آسماں پائے

کنم[10] جوئے دراں خارائے دلگیر ‏ ‏ ‏ ‏ که جدی[11] آرد فرود از آسماں شیر

بشرطے کافگنی در کارِ من نور ‏ ‏ ‏ ‏ ز روئے خویش بخشی مزدِ مزدور

بگردِ من برآئی گاه گاهے ‏ ‏ ‏ ‏ نمائی آفتاب از بعد[13] ماهے

چو بیدل دید شیریں کوهکن را ‏ ‏ ‏ ‏ برحمت در پذیرفت ایں سخن را

---

[1] همان زراند و دکه ذکرش گذشت ‏ ‏ [2] ح- چو ‏ ‏ [3] ح- در ‏ ‏ [4] ق- شان

[5] ق- رود نامرد بر گنج ‏ ‏ [6] ق- مگوی ‏ ‏ [7] ق- نه تنهایم ‏ ‏ [8] فریاد خلق ‏ ‏ [9] ح- چوں

[10] ق- کنم ‏ ‏ [11] بفتح اوّل و سکون دال برجی است از بروج آسماں ‏ ‏ [12] ح- برراه ‏ ‏ [13] ح- آفتابے بعد

بوعده شاد شد فرہاد جان کن | چو بر امید گوہر مردِ کان کن
بدان وعده ہمہ شب خرمی داشت | زجان شادی زجانان بیغمی داشت

صفت جوے فرہاد کہ بحکم شیریں از کوہ برآورد

بروں آمد چو صبح عالم افروز | لبان جوے شیر از چشمۂ روز
بکوہ انداختن فرزانہ فرہاد | بکوہ سنگ شد چوں کوہ پولاد
دلِ خارا بہ نیروئے ہمی کند | کہ در ہر ضربتے جوئے ہمی کند
چناں بر کوہ زد تیشہ بہ تعجیل | کہ سنگش سرمہ می شد میل در میل
چناں میداد زآہن سنگ را تاب | کہ ہم آتش بروں می جست وہم آب
چو بر کارش فتادے چشم یارش | بکے دردہ شدے نیروی کارش
بنظارہ شدے گہ گہ پری روے | نشستے یک زمانے بر لبِ جوے
چو دیدے دستگاہ کوہکن را | گزیدے پشتِ دستِ خویشتن را
امیدش را بوعدہ بند کردے | بدان وعدہ دلش خورسند کردے
بگنجے گرچہ خوش کردے ضمیرش | نہ بر چشمے بگشتے دلپذیرش
چو دل بر سیم دارد عاشق مست | بباید داشت از سیمین برش دست

---

۱ امیدزد ۲ تعجب میکرد و بر حالش افسوس می نمود ۳ ق زیر چشمے نگشتے

بجان کن خدمتے کز یار باشد — کہ خدمتگار زر بسیار باشد

بجز مردم ز مردم خواستن چیز — تہی چشمی بود نادیدگی[ن۱] نیز

صحرانوردی فرہاد در عشق شیرین و گریہ و زاری او

جواہر سنج دریاے معانی — چنیں کرد از سخن گوہر فشانی

کہ چوں بر کوہ شد فرہاد دلتنگ — زغم بے سنگ شد با آں ہمہ سنگ

نہ جوے شیر بُرد[۲] لجوے میکند — کہ بہر خونِ خود او جوے میکند

نہ تنہا کوہ میکند از پئے جوے — کہ گاہے جوئے میکند و گہے روے[ن۳]

زعشق آتشِ بداماںش گرفتہ — زداماں شعلہ در جانش گرفتہ

ازاں دودے کہ سر بر زد ز جانش — گداز اں گشت مغز استخوانش

نہ روے آنکہ رو از عشق تابد — نہ ہوشِ آنکہ خود را باز یابد

زشوقش موے بر تن خار گشتہ — مژہ در چشمہا[۳] مسمار گشتہ

ازاں نالش کہ او کردے باندوہ — بنالیدے بآوازِ صدا کوہ

بگریہ ز آستیں الماس میرُفت — سرشکش[ن۴] سنگ را ز الماس می سفت

ن۱ بے دیدگی — ۲ غالباً بر مخفف برابر باشد دلجو یعنی محبوب — ن۳ موے

۳ مراد از بیداری شبانہ روز و انتظار شدید

ن۴ سرشک لعل از الماس می سفت

برآوردے چو آهِ صبحگاهی ‌‌ گرفتے آتش اندر مرغ و ماهی

چو شیریں گہ گہے پیشش رسیدے ‌‌ نمک بودے کہ بر ریشش رسیدے

درو دیدے و نالیدی بزاری[1] ‌‌ میانِ خاک غلطیدے بخواری[2]

چو مرغِ تشنہ کآبے بیند از دام ‌‌ نہ آں یابد نہ بے آں[3] گیرد آرام

ز محنت ساختہ پیرایۂ خویش ‌‌ گریزاں از خود و از سایۂ خویش

سپہر افسونِ غم در وے دمیدہ ‌‌ دلش از ہوش و ہوش از وے رمیدہ

شدہ از دست چوں شوریدہ کاراں ‌‌ بماندہ بیخبر چوں سایہ داراں

بروزش دیدہ اشک انداز بودے ‌‌ شبش چشم از غنودن باز بودے

ز حیرانی بکار خویشتن گم ‌‌ شدہ دیوانہ ہمچوں دیو مردم

نہ در مغزش نشانِ ہوشمندی ‌‌ نہ خوابش[4] را فسونِ چشم بندی

سحر تا شام خارا سوختے زآہ ‌‌ میانِ خار غلطیدے شبانگاہ

بہ پشتش خار خونی نیم نیمے ‌‌ خلیدہ چوں در فتنے درا دیمے

زبانی دام و دو گشتہ ندیمش ‌‌ نہ ترس از گرگ و نہ از شیر بیمش

گہے نقشِ پلنگ از گریہ شستے ‌‌ گہ از خرگوش خوابی وام جستے

گہے در آرزوے چشم دلبند ‌‌ زدے بر چشم آہو بوسہ چند

---

[1] ح افتادی بخواری [2] ح بزاری [3] ح او [4] نہ در خوابش

گه از سودای آن خالِ دل افروز　　سواد دیده کردے حک[1] شب و روز

گه از زندان بریدے سلبتِ شیر　　بخوردے و شدی از جان خود سیر

گہے اشک گوزناں پاک کردے　　زہیرِ زہرِ غم تریاک کردے

ہوایش را چو عصمت درمیاں بود　　نہ زنیش سود نہ زانش زیاں بود

تنِ مردم چو شد زآلودگی پاک　　پلنگش آہویست و زہر تریاک

رسولِ پاک دُر پاک سفتست　　کہ پاکی را سلاحِ مرد گفتست

گہے در گوشہ با مرغان نشستے　　ز وحشت دل بدیشاں باز بستے

بقمری ماجرائے راز گفتے　　غمِ دل پیش بلبل باز گفتے

بیفشاندے غبار ہدہد از تاج　　بخاریدے بناخن پشت دُرّاج

حرامِ کبک یاد آوردے از یار　　بگریہ غرق خوں گشتے چو منقار

ز عشقِ زنگ آن زلفِ خمیدہ　　نشاندے زاغ را بالائے دیدہ

چو در شہر آمدے از قلۂ کوہ　　شدے نظارگی ذ[2]ر گردش انبوہ

یکے در حالتش بگریستے زار　　یکے زخمِ زباں کردیش بسیار

یکے در خندہ لب را باز کردے　　یکے[3] از طعنہ سنگ انداز کردے

یکے افسوس کردے بر جوانیش　　یکے خوردے دریغ از زندگانیش

دواں طفلاں ز ہر سو پشت بر پشت　　بدنبالش کلوخ و سنگ در مشت

ن[1] ق خاک ہر روز　　ن[2] ق گردش بانبوہ　　ن[3] ح یکیش

نهاده او بر زخم سنگ گردن | تنش سنگیں شده از زخم[ن۱] گردن
بشادی زاں کلوخ افزود جانش | کلوخ امرود گشته در دهانش
بود ار چه کلوخ امرودے از دوست | بسنگے بود خوش کیں از پے اوست
بود دهقان چو بهر[ن۲] آب دل تنگ | شود شاد ار ببارد ز آسماں سنگ
مداں[ن۳] عاشق که از آزار ترسد | چه گل چیند کسے کز خار ترسد
بدریا هر که مروارید جوید | نخست از جوهر جاں دست شوید
بآب زندگانی چوں روی راست | نخست از زندگانی بایدت خاست
زهر سخت جاناں[ن۴] راست ایں ساز | که از نازک تناں ناید بجز ناز
چو زخم پتک و سنداں خورد شمشیر | هنرمی[ن۵] در رود در دیدهٔ شیر
نشاید چوں سپر بودن دریں کوی | که بیش از زخم برچیں گرددش روی
سر مردانگی آں مرد دارد | که گر غضباں زنندش سر نخارد
بباید همچو فرهاد اژدهائے | که تا بر سر خورد سنگ بلائے[ن۶]
بدیں رنج آں غریب رنج پرورد | ز گردوں منجنیق فتنه میخورد
بدل جز عشق بازارے نبودش | بجز دیوانگی کارے نبودش
ز بس کز بیخودی هر لحظه مے مرد | شب و روز آرزوے مرگ مے برد
مدام از بس که ناخوش بود جانش | حدیث مرگ بودے بر زبانش

ن۱ زاں   ن۲ ح برابر   ن۳ ح هرآں   ن۴ ح هست   ن۵ ح به تیزی   ن۵ ق آسیائے   ن۶ ح لحظه

نشاید فال بد زد خویشتن را — کہ تاثیر ست فالِ مرد و زن را

حکایتِ ابلہِ بدفال

شنیدم کابلہے را خیرہ کاری — فرو برد از سر بازیچہ خاری
سرش پوشید و مار[1] افسای را گفت — کہ ہاں بیداری[2] ہمائے کو خفت
فسون گر چوں فرو شد در شمارش — بگریہ گفت رفت از دست کارش
بخندہ گرد بیدارش دغا باز — ز شخص[3] خفتہ بیرون نا مد آواز
چو بکشاد اندر ویش بے خبر بود — وش محتاج افسونِ دگر بود
بمردن[4] خویش را چوں فال بد کرد — ہماں فالِ بد او را حالِ بد کرد
نکو گفت آں حکیم فال پیشہ — کہ خود را فال نیکو زن ہمیشہ

آگاہی خسرو از عشق فرہاد

حکایت فاش گشت اندر زمانہ — بگوش عالمے رفت ایں فسانہ
چو اندر شہر گشت[5] ایں داستاں نو — رسید آگاہی اندر گوش خسرو
کہ شیریں را ز عشق سست بنیاد — بدل شد رغبتِ شیریں بفرہاد

---

[1] افسونگر مار۔ [2] ق کہ ہاں بیدای ہمای برخفت [3] ح زمرد
[4] ح بمردم [5] ملک شد

ندیمان هر چه بشنیدند ازین راز — همه گفتند شه را یک بیک باز

فتاد اندر دل شه خار خارے — که دامان دلش بگرفت خارے

چنانش از عشق شیرین تلخ شد کام — که در کامش شکر را تلخ شد نام

فروبست از سخن لبهائے خنداں — بخائید از غضب لب را بدنداں

زسوز سینه گشتش عیش ناخوش — گرفت از غصه سرتا پائے آتش

چو مرداں شد ز غیرت لاابالی — که از غیرت نباشد مرد خالی

چو طبع مردم از غیرت شود دور — ز نامحرم نباشد خانه مستور

ولیکن رخت چوں جنبد ز بالا — بپائے خود رود بر دزد کالا

چو بائب خویش را بے بند خواهی — درت را ریسمانها چند خواهی

کند یک ماده را ده خوک درزیر — نباشد ماده شیرے را دو نر شیر

بباید مرد را کیش خروساں — که تنها داشت بتواند عروساں

چو طاقت طاق شد شه را ز تیمار — طلب کرد از حریفاں چارهٔ کار

که چوں شیرین ز ما بگسست پیوند ق — بیار بهتر از ما گشت خورسند

شما هم چارهٔ کارم بجوئید — خلاصم چوں بود از وے بگوئید

بسے خوردم شکر بر جائے شیریں — نه شیرینی بود چوں حلوائے شیریں

---

(۱) ح رشک (۲) ح بازو (۳) ق عشق (۴) ق مرد (۵) ح وکیل رخت چوں خسپد ز بالا

(۶) ح دزد (۷) گشد (۸) ق نباید مرد

چو دیدم شور شیریں ہمچناں بود | کہ درگرما شکر خوردن زیاں بود
جوابش داد شاپور از سر ہوش | کہ بادت آرزوے دل در آغوش
چو امیدے کنی از بخت جاوید | مرادت باد حاصل بیش از امید
مرنج از یار اگر در وے وفا نیست | کہ از خوباں وفا جستن روا نیست
اگر با کس وفایش بیش بودے | مکافاتِ وفاے خویش بودے
چو تو خوردی ز خوانِ دیگرے چیز | نشیند دیگرے بر خوانِ تو نیز
ولے خوش باش کاں آبے کس نخوردہ است | مگو خوردن کہ لب ہم تر نکردہ است
چو شاپور از حکایت باز پرداخت | بزرگ امید ہم نخلے دُر انداخت
کہ شاہا دیر شد کاختر بکار است | ہمہ کارِ جہاں ناپایدار است
کواکب را خلاف اندر میانست | طبایع را خصومت ہمچنانست
جہاں در بیوفائی ہست معذور | کہ ہستش تیرگی وابستۂ نور
ز دستِ شب بہ ہر چوں روز را جام | نہد خفاش و بومش بیوفا نام
دگر پوشد رخِ روز از شبِ تار | خروس و زاغ خوانندش جفاکار
ز بہرِ چشم زاغ و طعنۂ بوم | تواند شد ز خوے خویش معصوم

ن ح بکوشید ن ح کہ شیرینی بود بر جاے شیریں ن ح گرمی ن ح گوش ن ح بر ن ح دیدے

ن ح دیدے ن ح دیگراں ن ح نہاد در ن ح زو رے ن ح ہمہ ساز جہاں ناساز گار است

ن ح ہمعناں ن ح پا بستہ چوں ن ح چوں رام ن ح ہمخانہ زاغ

کند اقطاعِ مرغے لابد این باغ | کہ ہم بومش بود ہم خانہ ہم زاغ
پس آنکس کو دورنگی رانشانست | حقیقت قرۃ العین زمانست
چو این مادر دورنگ آمد زنیرنگ | کجا زاید ازو فرزند یک رنگ
زابلق کرّہ ادہم نیاید | کہ مار پیسہ مار پیسہ زاید
ور از صد آدمی یک کس گزیدہ است | خدا اش از رحمتِ خویش آفریدہ است
چو روشن شد بتحقیق این معانی | ق کہ کس رانیست بوے مہربانی
شکایت چون زبے مہران کنی ساز | نخست از خویش باید کردن آغاز
مشو بر طرۂ شیرین شکن گیر | وگر گیری نخست از خویشتن گیر
زعیب آزاد بینائے نشیند | کہ عیبِ خود بچشمِ خود نہ بیند
نشاید بہرِ خود بود از سرِ زور | بہ نیکی احول واندر بدی کور
زتیر انداز احول راست میذیر | زند گرچہ بہ یک ناوک دو نخچیر
نمود ارچہ گرچشم کژ خاست | بود نیمے دروغ و نیمۂ راست
زرائے خویش ساز آئینۂ صاف | بنقدِ خویش ہم خود باش صرّاف
درآن آئینہ بنماید ہمہ چیز | وگر آئینہ بیند دوستان نیز
شہش گفتا گزینہا چند گوئی | چو آئینہ نشاید عیب جوئی
خیال آئینہ صادق نخوانند | کہ میگوید دروغ راست مانند

نسخہ ح خویش بیند نسخہ ق نباید نسخہ ح دوئی نسخہ ق روے نسخہ ح بندد

نه هرچه آن راست داند کس درست است | نه هرچه آن کژ نماید نیز سست است

کند هرکس بقدر عقل خود کار | چه داند کس نهایت را نمودار

هم اول گر توان دیدن بد خویش | نیاید هیچکس را زور[1] بر نیش

بچاه افتادن مردم ز کوریست | وگر بینا فتد وان خود ستوریست[2]

گذشته چون[3] گذشت از بود نابود | پشیمانی نمی دارد کنون سود

کنون آینده را باید نظر داشت | که از دل چون توان این بار برداشت

بزرگ امید گفتا[4] آنچه رای است | منت گویم وگر نه دان خدای است

روان کن نامهٔ با یادگارے | عتاب و لطف را در وے شمارے

جواب نامه را چون باز خوانیم | مزاجش هرچه باشد باز دانیم

وزان پاسخ[5] خیال خویش گیریم | بدان اندازه کارے پیش گیریم

ملک فرمود کین معنے صواب است | کلید هر سوالے در جواب است

دبیر خاص را فرمود تا زود | کند نوک قلم را عنبرآلود

باملاے ملک مرد گهر سنج | فشاند از کلک چوبین[6] گوهر گنج

نخست از زیرکی و هوشمندی | سخن را داد منشور بلندی

ن[1] ح روز بد پیش ن[2] ق آنجا ضروریست ن[3] ق خود ن[4] ح گفتش

ن[5] منقول از نسخهٔ حبیب ن[6] ق خوبی

عتاب نامہ خسرو بہ شیریں و عتاب بفرہاد

بنام آنکہ تن را نور جاں داد — خرد را سوے دانائی عناں داد

خدائے کافرینش کرد بر پائے — درونش جائے و بیروں از ہمہ جائے

نہ چوں ما بندگی را ماند در بند — خداوندانِ عالم را خداوند

چو خواہد دوستاں را دوست کامی — کند در چشم یک دیگر گرامی

وگر خواہد چراغِ مہر بے نور — ز دلہا مہربانی را کند دور

اگر نیک ست وگر بد بیکم و کاست — بہر حال آں کند کو را بود خواست

کسے را بر مرادش دست رس نیست — کلیدِ کارِ کس در دستِ کس نیست

پس آں بہتر کہ در امید و در بیم — نہ پیچد آدمی گردن ز تسلیم

پس از نامِ خدائے آسمانے — بروں دادہ چراغہائی جانے

کہ شمعِ دیدۂ شیریں شکر ریز — کہ چوں شمع و شکر شد خاطر انگیز

سلام از من کہ دل در دام دارم — غلامم لیک خسرو نام دارم

بخواہد باہزاراں بیقراری — پس از من پیش خود گوید بزاری

بگوید حال من پیشِ دلِ خویش — کہ مُردم زیں دلِ بیحاصلِ خویش

ن ح داد — ن ح شمع شکر — ن ح سلام من — ن ح بخواند

ن ح نالد

نیم یک لحظہ از یادِ تو خاموش | فراموشیم شد گوئی فراموش
نہ خوش دارد شرابِ لالہ رنگم | نہ در گیرد بگوشش آواز چنگم
صراحی وار در مجلس نہ بونم | کہ لب پر خندہ و دل پر ز خونم
تو ئی کت نگذرد در دل کہ روزے | بریں دردمندے داشت سوزے
بلے رسمیست رسمِ آدمی زاد | کہ دور افتادہ را دیر آورد یاد
ولے من گرچہ صد فرسنگ دورم | چو بینی روز تا شب در حضورم
چناں نزدیک تو گشتم ز حد بیش | کہ صد فرسنگ دور افتادم از خویش
نہ از کوے تو زاں بر تافتم چہر | کہ دل بے میل شد یا طبع بے مہر
غمے کو را چو جاں باطن وصالست | ز تن بیجاں بروں آید محالست
ولے چوں دیدمت کز من ملولی | نکردم چوں گراں جاناں فضولی
بچشم افشاندم از خاکِ درت نور | وزاں در ہیچو چشمِ خود شدم دور
چو دیدم خود ترا حاجت ہمیں بود | گلت را مرغ دیگر در کمیں بود
بصد رغبت شدی با او یگانہ | مرا ہم خود بروں کردی ز خانہ
بلے آں را کہ باشد سر بکارے | نخواہد بر سرِ خود ہیچ خارے
مگس را خورد با جلاب نتواں | خسک در زیرِ پہلو خواب نتواں
اگر با جز منی راضی است رایت | رضا دادیم ما ہم با رضایت

ل ح این است | ٹ ح مزاجم را | ٹ ح اگر خود باے

مراچوں دل بسویت مہربانست | مراتو جانی واو جان جانست
شود با ہر کہ خواہد آشنا دل | دل است ایں جنگ نتواں کرد بادل
ستم بر دل خداوندی نباشد | چو جوید کس خرد مندی نباشد
بگفتن میل در قالب نیاید | کہ ایں کارِ دل ست از لب نیاید
حدیثِ عشق کز دل نیست بادوست | نمود ار زبان با دیست در پوست
مبارک باد کن خود راز خسرو | بعشق تازہ وہم خوابہ نو
ز لعلت شربتے کو را بکام ست | حلالش باد اگر بر من حرام ست
اگر تو وقف او کردی ہمہ چیز | نصیبِ خود بحل کردیم ما نیز
نشاید یافت کام از حیلہ توزی | کسے روزے خورد کو راست روزی
ولے زینگونہ ہم باد و مشو شاد | کہ ناری ز آشنایانِ کہن یاد
ز بہرِ ما بآبے بود تقصیر | بجوے دیگراں خود میرود شیر
گر او یار ست مانیز یار بودیم | کہ ما ہم روزے آخر یار بودیم
دگر یارے نبود اندر میانہ | غلامے بودہ ام آخر بخانہ
خداونداں کہ قدر بندہ دانند | غلاماں را چنیں از در نہ رانند
غلامے کو کہن پیوند باشد | نہ بندہ بلکہ خویشاوند باشد
اگرچہ چیرۂ و چلدست و کاری | مکن بر بردۂ نو استواری

ن ق دگر گوید ن ح زانگونہ ن ح نبودم در زمانہ ن ح زخانہ ن ح بیروں نہ رانند

دل از میلِ کهن مگسل که سود ست | شرابِ کهنه دارو ے وجود ست
دران دل راوفاداری قدیم ست | چرا اینجا گرو آنجا رحیم ست
اگرچه آن دوست را دشمن نباشد | ولے در دوستی چون من نباشد
گل اندر تازگی از سرو کم نیست | ولے در تازگی ثابت قدم نیست
بتان را گرچه باشد یار بسیار | بود بسیار فرق از یار تا یار
نصیبم گر ز تو نامهربانی است | نه از تو کز قضاے آسمانی است
گرفتم گفت خود اے سروِ خراماں | بگیرد صحبتِ دیرینه داماں
مشو غره چنان نیز از جوانی | که یارانِ کهن از پیش رانی
چو گیری با حریف تازه جامے | کهن را هم ز دور آخر سلامے
چو فرمائی بنزدیکاں براتے | بدوراں نیز ده آخر زکاتے
چو خاصاں را دهی جامِ شرابے | بمحروماں کم از بوے کبابے
چو بخشی همنشیناں را مرادے | جدا افتادگاں را کم زیادے
چو خوانی عاشق نو را بدهلیز | ز در خاکے رواں کن سوے ما نیز
جواں مرداں چو پیش آرند خوانے | سگے را نیز بخشند استخوانے
چو باشد در سراے منعماں سور | گدائے نیز نانے یابد از دور

---

۱ ن ق اگرچه دوست چون   ن ح و لیکن در وفا   ن ح خود گفت   ن ق ساماں   ن ح هماں
ن ح که از تو تا کهن فرقے ندانی   ن ح زاں لب   ن ح آں   ن ق هواے منعمی

چو سوز د مقبلے در خانہ عودے | رسد ہمسائیگاں را نیز دودے
وگر محروم خواہی نیز ام از خویش | نگیرم نیز نام آرزو بیش
نکوشم بعد ازیں در جستن کام | ہم دوزم دو لب زیں گفتنِ خام
سرِ خود زآستانت دور دارم | ترا در کارِ خود معذور دارم
شوم راضی بذلِ بے نصیبی | بمیرم چوں غریباں در غریبی
بدستِ دوست نگذارم برت را | زخوابِ خوش نشورانم سرت را
نگویم ہر چہ زاں بیتاب گردی | مگر زیں آرزو سیراب گردی
چو حلوا خوردہ باشد یار چالاک | من آخر صحن حلوا را کنم پاک
چو می نوشیدہ باشد عاشقِ مست | شوم از جرعۂ او من ہم از دست
متاعِ نیک داری چوں تو در بار | ضرورت باشد ار جوئی خریدار
زمشتاقان چہ چارہ سیمتن را | فراواں مرغ باشد یک چمن را
نہ تنہا عاشقاں مستند و قلاش | کہ زیبا نیز حسنِ خود کند فاش
بود معشوق عاشق شہرگی دوست | کہ گل بے مغز باشد بادہ بے پوست
دگر تو نہ یکے صد یار گیری | یکے زاں صد منم گر در پذیری
چو آید میہمانے کش نخوانند | کریماں از درش بیروں نرانند
اگر خود من بمہمانی گرانم | دروں خواں از طفیلِ دیگرانم

ق دورم | ح خواہد حسن خود

من و خاک درت زین پس نهانی — گرم خوانی وگر رانی تو دانی

بعنوان چون مسجّل گشت منشور — رسید از قاصدان پروانه برنور

پری پیکر چو دید آن نامهٔ نغز — بهر حرفی بر آمد دودش از مغز

پُر از حلوای شیرین یافت خوانی — ولی در هر نواله استخوانی

بزیر هر خطی رمزی نوشته — بهر لوزینه الماسی سرشته

زُفتش لقمهٔ در لعل خندان — که سنگی نامدش در زیر دندان

رطب هائی که کار خار میکرد — فرو میخورد و در دل کار میکرد

چو خواند آن ماجرا را تا بپایان — برفت از جای چون شوریده رایان

بموزونی دبیر خویش را جُست — که داند ز آب گل او نامه را شُست

قلم زن کرد گل با مشکِ تر جفت — نشان میکرد هر چه آن ماه میگفت

خیالی را که خسرو کرد تحریر — جوابی باز میگفتش گلوگیر

نخست آغاز آن دیباچهٔ راز — که راز عاشقان را بود غمّاز

جواب نامهٔ شیرین بخسرو و اظهار عتاب دربارهٔ شکر

بنامِ نقشبندِ لوحِ هستی — که بر ما فرض کرد ایزد پرستی

خرد را با کفایت کرد خورسند — سخن را با معانی داد پیوند

ن ح کلک آن

دو دل را کو به پیوند آشنا کرد — به تیغ از یک دگر نتوان جدا کرد

وگر خواهد دو تن را نا فراهم — بصد زنجیر نتوان بست باهم

اگر پیوند خواهد در جدائی — ستیزه نیست با حکم خدائی

چو شد تقدیر[۱] مارا قطع پیوند — رضا دادم بتقدیر خداوند

چو وقت آید که این غم با سر آید — مرا از بام و بخت اندر در آید

تو نیز ای دوست کازار منت خوست — چو روزی باشدم روزی شوی دوست

زرویت گرچه دورم از همه کام — چو افتاده است می سازم بناکام

وراز بیچارگی نالم شغبناک — چه یارم[۳] کرد با دوران افلاک

فرستادی بسوی من نهانی — سوادی پُر ز آب زندگانی

مفرح نامهٔ کز شوق[۴] آن راز — امید مرده در تن زنده شد باز

نه نامه کز غمم حرز امان بود — که تعویذ دل و آرام جان بود

چو دیدم بر سرش نام مبارک — گهش بر دیده سودم گه تبارک

بهر[۵] خورده خرد کامی دگر یافت — بهر خط خاطر آرامی دگر یافت

زسرتا پای آن فرخنده تحریر — نبود از مردمی ها هیچ تقصیر

در آن پرسش که با یار کهن بود — فراوان زارزومندی سخن بود

ن۱ ح چو تقدیر است اول قطع　ن۲ ح آن غم بر　ن۳ ح آرم　ن۴ ح ذوق

ن۵ ق بهر حرفی خرد نام دگر یافت

زیادے کز من آمد در دلِ شاہ — زشادی پا نہادم بر سرِ راہ
شدم زاں گونہ با دولت ہم آغوش — کہ خود را گردم از دولت فراموش
کہ باشم من پرستارِ کمینہ — کہ روزے بگذرم شہ را بسینہ
کنیزِ او یم ار دارد عزیزم — وگر خواہد گزارد ہم کنیزم
شدم بر ہر چہ فرماید نگانہ — شفاعت کیست کآید درمیانہ
چو گردد سوز آتش مجمرافروز — تواند گفت عود آہستہ تر سوز
چو تابستاں کند خورشید را گرم — تواند گفت حربا کاندکے نرم
چو بیروں داد شاہ از دلِ خویش — کنوں من ہم بروں ریزم غمِ خویش
امید از دوستی مارا چناں بود — کہ خواہم با تو دایم ہمعناں بود
زآمیزش کہ دارد نور با نور — نخواہی بود از ما یکزماں دور
گماں نفتاد کافتد خارخارے — بچشمِ دوستی اندک غبارے
یقیں شد کاں وفا و مہربانی — فریبے بود بہرِ ما زبانی
وگرنہ بر کس ایں تہمت تواں بست — کہ خود می نوشی و خوانی مرا مست
خود از پیماں من بیروں نہی گام — مرا بر عکس بے پیماں نہی نام
کنی خود باہم آغوش دگر خواب — دہی گوشِ منِ بیخواب را تاب

ن ح دگر خوارم — ن ح شکر بر ہر کہ — ن ق کجا خرم بماندہ سبزۂ نرم
ن ق زامرزش — ن اندر

خود اندازی ببازارِ شکر شور　　　　زخوے تلخ با شیریں کنی زور

زشیریں روزۂ مریم کشتی بیش　　　　پس از شکر کشائی روزۂ خویش

چو از تنگ شکر بر داشتی بند　　　　نکردی یاد شیریں شکرخند

چو در لب جوے شیر آمد کنونم　　　　چو بے مہراں شدی تشنہ بخونم

مکش زیں طعنہ شیریں را پیاپے　　　　کہ جوے شیر شیرینی است بروے

توئی شیریں ترے را چاشنی گیر　　　　کہ بر شکر فرود آوردہ شیر

مخور چنداں کت آب افیوں نماید　　　　مبیں چندانکہ شیریں خوں نماید

چہ پنداری تو اے نامہرباں دوست　　　　کہ بے مہرم چو تو من نیز در پوست

بہ بدعہدی چو گیتی زود سیرم　　　　بگشتن چوں فلک بالا و زیرم

من آں یارم کہ تا مہرت گزیدم　　　　بجز تو در خیالت ہم ندیدم

اگر بندند در پیشت گروہے　　　　خیالِ کوہکن بر من بکوہے

اگر خود را نگہدارم سخن نیست　　　　عنانِ دیگراں در دست من نیست

زتہمت بیگناہے را منہ خار　　　　کہ نہ گل دید ازیں بستاں نہ گلزار

چہ تاب بیدن من دارد آں خاک　　　　کہ گر مہ بیندم دامن کند چاک

کسے آرد کردن آنکس بادہ را نوش　　　　کز آوازِ صراحی گم کند ہوش

---

(۱) ق کنی　(۲) ق خوداز　(۳) ح چو لب در جوے شیر　(۴) ح شیریں

(۵) ق مخور خنداں شکر کافسوں نماید * بہ بیں چندانکہ شیریں چوں نماید　(۶) ح وبال کوہکن بر من چو کوہے　(۷) ح دل

کسے کز من بگفتارے شود فرد | گرم بنید غمِ جاں بایدش خورد

من[1] ار پیشش دمے بے پردہ باشم | بدستِ خود ہلاکش کردہ باشم

کسے کو مید[2]ہد تفسیدہ را آب | بروغن دادہ باشد شعلہ را تاب

دلش روزے کہ پہلوے من آمد | نہ من خواندم کہ خود سوے من آمد

کنوں چندانکہ میرانم ز پیشش | تمنا بیش می بینم بخویشش

من آخر مردمم ہر چیز دانم | طریقِ مردمی را نیز دانم

کسے کو نہ[3]ر من گوشد بجانے | گرش ندہم لبے[4] بارے زبانے

دلِ او چوں مرا میخواہد و بس | بلے خواہندہ را خواہد ہمہ کس

تو ہم دانی کہ مردم راہمیں خوست | کہ دارد دوستدار خویش را دوست

تو گر بر[5] من دگر نگرفتی اے یار | رسیدی بر منت زیں گونہ گفتار

چو ایں بنیاد بد را خود فگندی | گناہِ خویش را بر من چہ بندی

اگر مظلوم نتواند جزا داد | تواند ظلم ظالم را سزا داد

برہمن[6] چوں باتش در دہد تن | چہ حاجت روغنش گر[7] ہست روغن

تو شاید با چنیں مطلق عنانی | کہ مرکب با عناں داراں جہانی[8]

مزن چندیں گرہ بر مستمندے | کہ دارد از تو[9] بر ہر موئے بندے

---

[1] ق گر از پیشش [2] ح پر دہد [3] ح کز [4] ح دلے [5] ق تو بر من گر [6] خ برہنہ [7] ح کو ہست [8] ق توانی [9] ق بر تو از ہر

مکن[ن۱] زینساں دلِ درماندہ ریش — کہ درماندہ است از دستِ دلِ خویش

چناں در دل نشستی پیچ در پیچ — کہ جاے دیگراں نگذاشتی ہیچ

مرا خود بس بود داغِ جدائی — تو بر داغم نمک دیگر چہ سائی

اگر ماریست اندر فرجۂ سنگ ق — وگر موریست اندر رخنۂ[ن۲] تنگ

اگر در گرد کوہستاں پلنگیست ۲ — وگر در گردشِ دریا نہنگیست

وگر مرغیست اندر مرغزارے ۳ — وگر ہست آہوئے در لالہ زارے

زہر جنس آنکہ حیواں نام دارد ۴ — ہمہ با جنس خود آرام دارد

نہ یکدم ز آشنایاں[ن۳] در فراقند — نہ یک ساعت ز جفتِ خویش طاقند

ندانم تا ازینہا نام من چیست — کہ تا باید ازیں ساں بیکسم زیست

ہما آسا بعزلت روے کردم — بہ تنہائی چو عنقا خوے کردم

روانم[ن۴] خوں ز مژگاں شاخ در شاخ — نہ در دہلیز آسایش نہ در کاخ

نہ سودایش[ن۵] کہ بے آرام گردم — گہے در صحن و گہ در بام گردم

کسے ہمدم بجز آہم نباشد — کسے جز سایہ ہمراہم نباشد

تو شب در خواب و من ز آہِ جگرگاہ — بشانِ شمع سوزم تا سحرگاہ

بلے رسمیست شاہاں را کہ تا روز — شہ اندر خواب باشد شمع در سوز

ن۱ ق یکے زینساں دلِ درماندۂ خویش ٭ کہ درماندست با درد دل ریش   ن۲ ح چشمہ   ن۳ ح ز آشنائی

ن۴ ح رواں خونم   ن۵ ح ز سودا بس

کشد کمتر چراغِ خویش درویش / که داند سوز او را سوزشِ خویش

بزاری چند سوزم چون چراغت / بکش تا وارہم بارے ز داغت

غمت جز در دلم ماوا ندارد / تو گوئی جائے دیگر جا ندارد

دلم گم گشتہ باز آوردن تواں / چو دل نبود صبورے کردن تواں

کجا بیرون شود زین نفس خود رائے / رسن در گردن و زنجیر بر پائے

منم ہر روز و این شبہائے دیجور / تو خوش خسپی ز روزِ چون منی دور

من ار صد بار خود را بر تو بندم / چو باور نایدت بر خود چہ خندم

ہمانم من کت اندر دل یقین ست / رہا کن گو چنان باش ار چنین ست

چہ چارہ چون چنین افتاد تقدیر / ترا روزے شکر آمد مرا شیر

چو نامہ ختم شد پیکِ سبک خیز / ز شیرین بستد و دادش بہ پرویز

ملک زان گنج گوہر مہر برداشت / عبارتہائے شیرین در نظر داشت

فگندہ پیچ پیچ نامہ در پیش / ہمی خواند و ہمی پیچید بر خویش

بہر خط نکتۂ از ناز می یافت / جواب نامۂ خود باز می یافت

بہر جلابہائے سر کہ پُر درد / کہ مستانرا بود آن بادہ در خورد

مفرح چاشنی ہائے شکر ریز / چو بادہ تلخ و آم و شکر انگیز

جگرہائے نمک بر ریش کردہ / نمک بیش از قیاسِ خویش کردہ

ن ق از درد داغت   ن ح خسپ اے   ن ح در   ن ح بادا   ن ق بسے   ن ق فام در غبت

ن ح بر درد   ن ح قیاسش خورد

همی خورد ارچه کامش رشیں میشد ولے میلش بخوردن بیش مے شد

چو در خود خورد و شوریں سخن را بشورایند غم ہاے کہن را

دلش زاں شورِ شیریں بیخبر گشت وزاں شوریدگی شوریدہ تر گشت

بیاراں گفت دریا بید کارم کہ بودن بیش ازیں طاقت ندارم

بہ شیریں باشد از شیرینیٔ کار کہ شیریں یار و من دور ازچنیں یار

بدیں عزم از نشاطِ بزم برخاست جنیبت جست و ساز رفتن آراست

یکایک بارہا فرمود بستند غلامانش بہ پشتِ زیں نشستند

چو مرکب بہرِ رفتن شد سبک خیز برآمد ہمچو مہ بر پشتِ شبدیز

چو بادِ صبحدم میرفت پویاں گل خود را بکوہ و دشت جویاں

بازگشتِ خسرو از اصفہان و خواب دیدنِ او

چناں شد روشن از تاریخ شاہاں کہ چوں شہ بارگی راند از سپاہاں

غمِ دل در گریبانش زدہ چنگ ہمی بردش دواں فرسنگ فرسنگ

چو در ارمن رسید از جستنِ تیز زرہ داراں شیریں گرد پرہیز

بکوہستاں ہے بود از گذر دور ز آشوبِ خلایق ماندہ مستور

ن۱ ح کہ در خورد ن۲ ح آں ن۳ ح ز شیریں ن۴ ح چناں ن۵ ق باطِ عزم

ن۶ ق راہ ن۷ ق جنبش

عنانِ باد پارا تافت از راه — درآں دیرانه نور افگند چوں ماه

چو قندز فام گشت ایں نطع سنجاب — زمیں چوں پشت قاقم شد ز مهتاب

جهاں سرد و هوائے پوستیں بود — ملک در شقهٔ دولت بیاسود

سحرگه چوں رواں شد باد شبگیر — برآوردند مرغاں نالهٔ زیر

کشاد از خواب نوشیں نرگسِ ناز — ندیماں را بخدمت داد آواز

چو از خواب گراں بیدار گشتند — برسمِ بندگی در کار گشتند

حکایت کرد کز بیداریٔ بخت — چو شب در خواب رفتم از سرِ تخت

چناں دیدم بخواب اندر که گوئی — درآمد گلرخے با صد نکوئی

دو ساغر برد و دستش صاف و ناباب — یکے پر شیر و دیگر پر ز جلاب

سپرد آں ساغرِ جلاب پر جوش — بمن کیں نوش کن کردم سبک نوش

چو آنے بود دیگر هم بدستش — سپرد آں ساغرِ دیگر بدستش

جواں چوں شد بساغر چاشنی گیر — بیفتاد و شکست و ریخت آں شیر

کنوں ایں خواب را تعبیر چه بود — بخواب اندر جلاب و شیر چه بود

بزرگ امید گفتش کز همه باب — چو تو بیدار نتواں دید در خواب

تو خود دانی کزیں به خواب نبود — بلذت شیر چوں جلاب نبود

چو زاں جلاب شیریں کردی آشام — ز شیریں عاقبت شیریں کنی کام

ن ق پر کار ن ح از ن ق شگوئی ن ق هر دو بر دستش مئے ناب ن ق کیں گیر د من

وزاں شیریں کہ با او مُرد ناشاد ... بجوے شیر ماند تشنہ فرہاد

دراُفتاد آں جواں اساغر از چنگ ... دراُفتد کوہکن را شیشہ بر سنگ

ملک گفت آرے آرد خواب تاثیر ... ہماں پیدا شود کآید بہ تعبیر

نشاید خواب پیشِ ابلہاں گفت ... کہ نیک و بد برآید ہرچہ بشگفت

رفتنِ[1] خسرو پیشِ فرہاد بطریقِ تجاہلِ عارفانہ و مناظرِ ایشاں

چو صبحِ دیرخسپ از جائے[2] برجست ... گرفتہ ساغرِ خورشید[3] در دست

سپہر از جنبشِ دورے کہ انگیخت ... رواں شد ساغرِ شیرش فرو ریخت

شہنشہ گفت کز بختِ دل افروز ... بجوے شیر خواہم رفت[4] امروز

کشید از بر لباسِ مرزباناں ... بروں آمد بر آئینِ شباناں

ازاں[5] جا پرس پرساں بر سرِ کوہ ... بجوے شیر شد تنہا ز انبوہ

تماشا کرد لختے بر سرِ[6] جوے ... بدید آں سنگہارا روے در روے

بہر نقشِ ہنر چوں نقش بینے ... نظر میکرد و می گفت آفرینے

چو دید آں[7] اوستادے را بہ بنیاد ... بہ بنیادِ دگر شد سوے اوستاد

ن۱ ح رفتن   ن۲ ق روے   ن۳ ح پر شیر پردست   ن۴ ح خواب خوش جست   ن۱ ق کیں گیرد من

ن۵ ق ۔ رواں شد پرس پرساں بر سرِ کوہ ۔ ولے پر غصہ و جان پر اندوہ ۔   ن۶ ح لب

ن۷ ق چو دید استادی دیرینہ بنیاد

جوانے دید در هیکل چو کوهے ‌‌‌‌ ز فرِّ مهتراں در وے شکوهے

گرامی پیکرش مانند خیالے ‌‌ چناں بدرے ز غم گشته هلالے

بلا بیش از شمردن گردِ جانش ‌‌ سزاوار شمردن استخوانش

رخش پر خون و سر تا پائے در خاک ‌‌ میان خاک و خوں غلطیده غمناک

بگفتش کیستی و در چه سازی ‌‌ بگفتا عاشقم در جاں گدازی

بگفتش عشق بازاں را نشاں چیست ‌‌ بگفتا آنکه باید در بلا زیست

بگفتش عاشقاں زیں ره چه پویند ‌‌ بگفتا دل دهند و درد جویند

بگفتش دل چرا با خود ندارند ‌‌ بگفتا خوبرویاں کے گذارند

بگفتش مذهبِ خوباں کدامست ‌‌ بگفتا کش فریب و عشوه نامست

بگفتش پیشهٔ دیگر چه دانند ‌‌ بگفتا غم دهند و جاں ستانند

بگفتش تلخیِ غم هیچ کم نیست ‌‌ بگفتا گر غمِ شیریں ست غم نیست

بگفت از دوریش چونی دریں سوے ‌‌ بگفتا مردم از غم دور ازاں روے

بگفتش پرتو اندازد گهے نور ‌‌ بگفت آرے ولیکن چوں مه از دور

بگفت او را همیں تا زنده مانی ‌‌ بگفتا مرگ به زیں زندگانی

بگفت ارزد بجاں باشد زیانے ‌‌ بگفت ارزاں بود جورش بجانے

ن مهرے ‌ ن ح پر خاک ‌ ن ح یابد ‌ ن ق بگفت اندوه خرند ‌ ن ق خوبی

ن ق بگفت آنکس ‌ ن ح جاں

بگفتش دور کن زاں دوست یاری — بگفت این نیست شرط دوستداری

بگفت او شهر سوز و خامکارست — بگفتا عشق را با این چه کارست

بگفت از عشق او تا کے خوری غم — بگفتا تا زیم در مردگی هم

بگفتش گر بمیری در هوایش — بگفتا در عدم گویم دعایش

بگفتش گر سرت بُرّد بشمشیر — بگفتا هم ببوسش بینم از زیر

بگفت از خونِ تو ریزد جفایش — بگفتا هم بمیرم در وفایش

بگفت آخر نه خونریزی وبالست — بگفت ار دوست میریزد حلالست

بگفت ار بگذرد سوے تو ناگاه — بگفت از دیده روبم پیش او راه

بگفتش گر نهد بر چشم تو پاے — بگفت از چشم در جاں سازمش جاے

بگفت ار بینیش در خواب قامت — بگفتا بر نخیزم[۱] تا قیامت

بگفت آید گہے خوابت دریں باب — بگفت آرے برآدر خوانده آب

بگفت ار گوید از ناخن بکن سنگ — بگفتا کاوم از مژگاں بفرسنگ

بگفتش[۲] چوں خوری چندیں غمِ دوست — بگفتا[۳] تا زیم چوں جانِ من اوست

بگفت از عشق جانت در ہلاکست — بگفتا عاشقاں را زیں چه باکست

ز ہر حرفش گفت دارائے زمانه — جوابے باز گفتش[۴] عاشقانه

تعجب کرد شہ زاں استواری — وزاں سوزے بچندیں پختہ کاری

ن[۱] ح خفته مانم — ن[۲] ح خوش بری چند از غم دوست — ن[۳] ح خوشش — ن[۴] ح دادش

کسے کز عشق خونؔ آشام باشد — اگر پختہ نباشد خام باشد

چو دیدش کو وفارا پائے دارد — قدم در دوستی بر جاے دارد

زباں را داشت زاں ہیچ لانگری باز — بر آئینِ دگر شد نکتہ پرداز

مزاجش را بپورزش ز راز پرسید — وزاں حالِ پریشاں باز پرسید

کہ چونی وز کجا افتادت ایں سوز — کہ می سوزد دلِ من بر تو زیں سوز

جوابش داد مرد غم سرشتہ — کہ بود ایں از قضا بر من نوشتہ

چو باشد دست تقدیرم عناں گیر — کجا بیروں توانم شد ز تقدیر

چو اندر قسمت آمد ہمگناں را — کہ یارو تافت از قسمت عناں را

دگر نہ من گیاہے آنکہ پویاں — کمر بندم بمہرِ خوبرویاں

بخاکِ پائے او گردم ہوسناک — ز راہِ دیدہ ریزم سوے دل خاک

بگفتا دیدہ چوں دل مائل افتاد — بلائے دیدہ لابد بر دل افتاد

ازیں پیشم نبود ایں بانگ و فریاد — کہ طبعم بندہ بود و جانم آزاد

ندانم از کجا برخاست ایں دود — کز نیساں سوخت جانِ محنت اندود

مبارک روئے شیرینِ شکر بار — مرا شیریں نمود از اول کار

نیامد در دلم زاں ماہ بے سلخ — کہ بر من عیشِ شیریں را کند تلخ

ن۱ ق درد   ن۲ ق باز   ن۳ ح نبشتہ   ن۴ ق چو رود در قسمت آرد   ن۵ ح ریگ

ن۶ ح شان   ن۷ ق زگفت دیدہ تا گفت   ن۸ ق گفت کش

چو دل را خود عناں دادم بہ پرواز — کنوں از دست شد کی بینمش باز

ببابید داشت وحشی را بتدبیر — کہ ناید باز چوں بگسست زنجیر

چو گنجشک نو آموز از قفس جست — چہ سود از طفل نالد دست بر دست

دل اندر چیز دیگر بند و میکوش — کہ از خاطر کنی مہرش فراموش

بتدریج ایں خیالت گر شود کم — بہ تسکیں گردد ت خاطر فراہم

چناں آزاد گردی روز کے چند — کہ ناری پیش یاد ائیں مہر و پیوند

جہاندار از خمار شرکت یار — فرو میخورد از پنہا بے غرض وار

چو روشن کرد عاشق کاں سخن چیست — بخندید و میان خندہ بگریست

بگفت آنکہ تواں بر جستن از چاہ — کہ تا زانو بود یا تا کمرگاہ

چو قعر چاہ صد گز بیش باشد — بجستن پشت و پہلو ریش باشد

مرا کاندر زنخ آں زلف مشکیں — بچہ کرد و رسن ببرید شیریں

اگرچہ چہ نماید در نظر خورد — ولیکن ہر کہ افتاد اندراں مرد

بمردن زیر آں چہ رفت بایم — وگر کس بر کشد منت برنیایم

اگرچہ ہست شیریں جان شیریں — ولیکن نیست شیریں تر ز شیریں

چو از دل رفت شیریں جاں چہ باشد — چو خصم خانہ شد مہماں چہ باشد

مرا تا جاں بود ترکش نگیرم — وگر میرم رہا کن تا بمیرم

۱ح از خاطر کند عمداً فراموش ۲ح چوں ۳ح آں ۴ح از ۵ح بروں ۶ح مسکیں ۷ح کہ

چو شد بے پرده زیبا روئے خودکام — فروشد خونِ صد عاشق بیک جام

چو صیادے کہ گنجشکاں فروشد — بیک مشتِ علف صد جاں فروشد

بنا شم در طریقِ عشق معذور — کہ بہر جانے از جاناں شوم دور

منہ بر جانِ من بندے کہ داری — بخسرو گوے ہر بندے کہ داری

ہر آنکس کو دہد دیوانہ را پند — نخوانندش خرد منداں خردمند

گر از لعلش مرا روز نیست جامے — رسم زاں عاقبت روزے بکامے

وگر نبود ز بختم فتح بابے — گدائے مرده گیر اندر خرابے

چو لوحِ زندگانی شد ز من پاک — چہ خواہد ماند از من پارہ خاک

تو خسرو را نصیحت کن دریں درد — کہ خواہد ماندن از تاج و نگیں فرد

چو او در عاشقی بدنام شد جہانے — مرا خود سہل باشد ترک جانے

اگر خسرو ز شیریں بر کشد پائے — مرا گر تلخ گوئی باشدت جائے

دلِ شہ زیں جوابش آتش انگیز — بجوش آمد چو دیگ از آتش تیز

ولیک آں تیزی از لب ان لعل دزدید — غضب را در غلاف افگند شمشیر

سخن را قبلہ زد لیکن چپ و راست — پس از بینش خجالت خورد برخاست

بمنزل شد ز کوہستان انده — غبارِ کوہکن در سینہ چوں کوه

ن۱ ق ردی یار ن۲ ق جان ن۳ ح توخودرا ن۴ ح ذرّه ن۵ ح بازد ن۶ ق بروزی گرز توشیرین کشد پائے
ن۷ ح مشعبد وار گردم شام شمشیر ن۸ ق قلب

نه فرهاد آنچه در دل داشت حالی ... دل اندر پیش یاران کرد خالی
ندیمان کان سخن در گوش کردند ... شد جای سخن خاموش کردند
فرو بستند لب از کار شیرین ... عجب ماندند از آن گفتار شیرین
ملک گفت این وجود خاک بنیاد ... خرابم شد ز سنگ انداز فرهاد
اگر خونش ریزم بر رسم شاهان ... مبارک نیست خون بیگناهان
ورین اندیشه را در پیش گیرم ... عجب نبود که از غیرت بمیرم
بباید رفت راهی را بهنجار ... که پایم وارهد از زخم این خار
بزرگ امید گفت این سهل کاریست ... بزرگان کادم اندر باب خاریست
روان کن هرزه گوئی را که در حال ... بدو از مردن شیرین زند فال
اگر میرد فتوح خویش گیریم ... وگرنی راه دیگر پیش گیریم
خوش آمد شاه را آن چاره سازی ... نمودش مرگ آن بیچاره بازی

مردن فرهاد در عشق شیرین و حالت او

ملک را بود زنگی پاسبانی ... ترش رخساره و کج مج زبانی
چو دیو دوزخ از عفریت روئی ... چو زاغ کهنه از بسیار گوئی
تهی گاهش فراخ و حوصله تنگ ... که ز آروغ ترش سلبت شده رنگ

نخ۱ برسینه نخ۲ زان نخ۳ برخویش نخ۴ زآشوب آن نخ۵ کژ مژ زبانی نخ۶ چو

شکم چون دیگدانِ آتش اندود | دہن چون دام دار دیر خشنود
دہانش را کسے نا دیده باہم | لبش باآشنایان نا فراہم
خصومت پیشۂ ابلیس خوئے | عوانے مشت خوارے جنگجوئے
کسے کش پیش او گفتے تخو نام | زدیش اندر قفا صد گونه دشنام
چو دیدے دوری کس درمیانه | زمرگِ او خبر گفتے بخانه
مسافر چون زدر بیرون زدے پائے | زفالِ بد زدے در پیش او رائے
بماتم ہا بخندیدے طربناک | فگندے در عروسی ہا بسر خاک
اگر گردندے از چوبش فروکوب | زبان چون ارّه کردے بر سر چوب
وگر سنگے زدندے خلق در جنگ | چو آہن تیز گشتے در تهِ سنگ
ز سر تا پا کبود از مشت و سیلی | چو جوئے نیل کوہان بود نیلی
کنه در سبلتش بیضه نہاده | بموے بینیش رشک او فتاده
سگے سگ چہره باخوے پلنگان | خرے خر زہره نام او خرنگان
بہ پیشانیش داغ برکشیده | چو خطے در ختائے درکشیده
شہش خواند عطائے بیکران کرد | بوعده نیز دامانش گران کرد
پس آنگه در غرض بکشاد لب را | که خسف ماه روشن کن ذنب را

---

۱ ق راز آشنایان ۲ ح چو دوری شد کسے را درمیانه ۳ ح. نهاد از در برون پائے ۴ بفال بد زدی پیش و پس رائے
۵ ح درته ۶ ح اگر سنگش ۷ ق تیره ۸ ح چو بیش برد کوباں بر دنیلی ۹ ق که جفت

شد[1] آں دیوانہ بدخو شتابان | چو دیوے سوے آں غولِ بیابان
بسنگے بر شد و نظارہ میکرد | نمودارِ سخن را چارہ میکرد
زنیرنگش[2] بہ چنداں شعلۂ گرم | نشد یکجو دلے چوں آہنش نرم
بکار آورد نقشِ بے خرد را | زباں بکشاد و ناداں کرد خود را
نشستہ با شبانے راز[3] میگفت | کز نیساں کوہ ضائع[4] چوں تواں سفت
گذشت از مرگِ شیریں ہفتۂ بیش | رفیقش ہم بداں جاں کندنِ خویش
نہ ایں کوہ گر ستیزد با کُہِ قاف | چناں لعلے نیابد روشن و صاف
ورا زنداں کند نافِ زمیں چاک | نہ بیند نقش آں گم گشتہ[5] در خاک
دریغِ او برد ہرجش نصیب ست | دریغ اینجاست در خور کیں غریب ست
چو بشنید ایں سخن فرہادِ دلتنگ | فتاد از بیخودی چوں شیشہ بر سنگ
بزاری گفت بازم گو چہ گفتی | کہ ہوش از جاں و جاں از تن برُفتی
جوابش داد مردِ آہنیں دل | ق | کہ اے در سنگ ماندہ پائے در گل
چہ کاوی کاں کہ آں گوہر زکاں رفت | زہر کالبد غم خور کہ جاں رفت
تو در کارے چنیں زحمت مکش بیش | کہ برد آں کار فرما زحمتِ خویش
بخاک انداختند اندامِ پاکش | بآبِ دیدہ تر کردند خاکش

ن[1] ق - رواں شد سوے فرہاداں بداختر + زبانی پر دروغ و چشمہا تر - ن[2] ح - بہ نزدیکش زچنداں

ن[3] ح - قصہ - ن[4] ح - خود ضائع - ن[5] ق کردہ

هزار افسوس ازاں شاخِ جوانی | که لشکست[1] از دمِ بادِ خزانی
دگر ره کین سخن بشنید فرہاد | نشانِ زندگانی[2] نقش از یاد
بزد زاں گونه سر بر سنگِ خارا | که جوئے خوں شد از سنگ آشکارا
بجوئے شیر در شد جوئے خونش | دلِ که خوں گرفت از بوئے خونش[3]
زچهره خوں زمژگا خاک میرفت | ت میان خاک و خوں افتاده میگفت
که آه اے بخت نافرماں چه کردی | بدردم میکشی درماں چه کردی
اگر میریزیم خوں بهر یارے | ہم اندر زیر پایش ریز بارے
دریغا زآرزویش زارمردم | بهر دم وآرزو درخاک بردم
بمردن بود دریایش گمانم | نه آں کو میرد و من زنده مانم
کنوں کاں دوست کاندر خاک خوارست | من ار مانم نه شرطِ دوستدارسیت
چو از عالم بروں رفت آنکه یارست | مرا بے یار در عالم چه کارست
چو یارم نیست کش جاں بنده سازم | روم بر یاد او جاں را ببازم[4]
من و راهِ عدم کیں جائے کس نیست[5] | رهِ من تا عدم جز یک نفس نیست
چو جاں باجاں در آمیزد بهم شاد | در آمیزی بخاکم[6] خاکش اے باد
همی گفت اینکه روزش را شب آمد | بتلخی جانِ شیریں بر لب آمد

---

[1] ق نشگفت [2] ح هوشمندی [3] ح که دلها [4] ح روم بر یار و جانرا پاے سازم
[5] ح کانجام کس [6] بخاکش خاکم

دهانش تلخ و شیریں بر زباں بود | بهر گوش و اپسیں شربت هماں بود
بشیریں گفتنش از چشم خوں رفت | که تا شیریں کناں جانش بروں رفت
همیں خود آرد ایں چرخ جفا کوش | که ننهد کام دل کس را در آغوش
نماید تشنگاں را شربت از جام | ولے در خاک ریزد گاه آشام
کسے کو زاد در صحراے عالم | نخورد آب خوش از دریاے عالم
بس آهو کو بکشت افتاد شب گیر | جوے ناخورده خورد اندر جگر تیر
چو بے روزی بود مرد رطب خوار | ز شاخ آں خورد بیش از رطب خار
خیال و خواب شد گیتی بفرسنگ | که بنماید ولے ناید فرا چنگ
اگر دریا کشد لب تشنه در خواب | به بیداری نیابد بر جگر آب
چه باید بهیده مهتاب کز گرد | چو نتواں شقهٔ از بهر خود کرد
شعاع خور نشاید زر گرفتن | چو نتواں از زمینش بر گرفتن
سواد سایه را عنبر مکن نام | که خاکش نقد بینی عنبرش وام
چو روشن گشت کیں سرمایه هیچ ست | چه بهر هیچ چندیں پیچ پیچ ست
پذیرنده چه مکرم داری اے خاک | بده ایں هیچ و بستاں عالم پاک
گراں افزوں تواں ایں کم خریدن | بهیچ ارزاں بود عالم خریدن
عدم را توشه کن کیں جائے کم نیست | غم آنروز خور کامروز غم نیست

مسافر کاب ازینجا برنگیرد | چو دریا آخر آمد تشنہ میرد
چو میدانی کہ گردوں پر ستیز ست | ازیں خانہ یقیں جائے گریز ست
نخواہی تا بزیر گل شوی پست | ازیں خانہ بباید پیش ازاں جست
رہا کن خاک را در ظلمت خاک | رواں کن پاک را در عالم پاک
ہمائے داری از فیروزہ کہسار | مدارش چوں غلیواژاں بمردار
بطے کاں دیدہ باشد جوئے گلشن | کے آب خوش خورد از حوض گلخن
گرت صد زیب و زیور در وجود ست | تن آسا یدازاں جاں راچہ سود ست
چو بستاں را بود پرندہ محتاج | قفس خواہ از زرش کن خواہ از عاج
دراں عالم کہ جاں را کارساز یست | نیاز مرد تاج بے نیاز یست
مترس از مرگ چوں جاں بے نیاز ست | کہ بعد از مردنت عمرت دراز ست
خردمنداں بود کز کاردانی | غم مردن خورد در زندگانی

خبر مرگ فرہاد رسیدن بہ شیریں وزاری وبکای او

بگوش خسرو استاد معانی | چنیں گوید نوائے خسروانی

ن ح نجات از خاک واین سیلاب تیز است ن ح حضور ن ح سور

ن ق چو از بستاں پریداں مرغ محتاج مراد از ذات شاعر

که چون فرهاد روزِ خود بسر بُرد | چو شمع صبحدم در سوختن مُرد
خلل در عشقِ شیرین در نیامد | بر آمد جان و شیرین بر نیامد
خبر بردند بر شیرینِ خونریز | که خونِ کوهکن را ریخت پرویز
همه گفتند کین رسمِ نو اُفتاد | که شیرین کشت و خون بر خسرو اُفتاد
روان شد نازنین کز راه یاری | شهیدِ خویش را گرید بزاری
ببالین گاه او شد با دلِ تنگ | بآبِ دیده شست از خون او سنگ
اشارت کرد تا فرماں برانش | بشستند از گلاب و زعفرانش
کفن کردند و بسپردند غمناک | غریبے را بغربت خانهٔ خاک
بسے بگریست شیرین بر غریبش | فزون تر زاں زہرِ بے نصیبش
بخانه باز شد زاں اندہ نو | درونش درمند از کار خسرو
شکایت کرد پیشِ ہمنشیناں | که بد باشد جفاے گرم کیناں
کسے کش رنج مردم کم نباشد | بہ نزد مردماں مردم نباشد
چو مردم درد خود دشوار دانند | گزندِ دیگرے کے خوار دانند

حکایت خر بنده لاف زدن مناسب وقت و حال

ہمیزد از خرے خر بندهٔ لاف | که پالانگر به است از پرنیاں باف

---

۱ ہلاک گردید۔ | ۲ ح بوریا

خرش گفتا که گر زیباست این کار / ز پشتِ من به پشتِ خود نه این بار

جوابش داد پالانگر چو بشنید / که پشتم ریش گردد خر بخندید

که خود چون منکری پالانگری را / به پشتِ من نویس این داوری را

چو می نتوان کشید از پشت خود بار / به پشتِ دیگران خروار خروار

نیارد مرگ خود کس بر زبان برد / بجانِ دیگران صدره توان برد

چه در دست آمد آن نامهربان را / که بے جرمی بکشت آن ناتوان را

چو نتوانست خونم را پے افتاد / گناهم را سیاست بر وے افتاد

چو فردا دست خون در دامن آید / دیت بر خسرو و خون بر من آید

ندانم گر چه سان بر سنجم این داد / که از خسرو بخواهم خونِ فرهاد

چو نتوانم بکینش چاره کردن / که نتوان جانِ خود را پاره کردن

بدان شیرین کنم یارے دلِ ریش / که ریزم بر شکر شورِ دلِ خویش

مرا جوشِ شکر خود بوده در ره / کنون خود زاد فی الطنبور نغمه

کسے باید که همچون کینه خواهان / شتابد بر شکر سوے سپاهان

بشیرینی کند بیداد بر وے / ببازد بازیِ فرهاد بر وے

چو در سودائے شیرین مرد فرهاد / بحلوائے شکر روحش کنم شاد

ن ح انگند

ن ق افتد

صفت پیرزن ندیمۂ شیریں وکشتن او شکر ملکۂ اصفہاں را

چو شیریں بر زد از قفلِ شکر بند | سر افگندند خوبانِ شکر خند
بخدمت بود فرتوتِ کہن سال | چو گردونِ جہاں سوزی تند زال
نگوں پشتے ولیکن کژ خراماں | مہے در سلخ و نامش ماہ ساماں
بہر جا در مصیبت رفتہ جائے | بہر کو در عروسی کوفتہ پائے
بداده در جوانی تیرہ را داد | بہ پیری نیز چوگاں بازرا استاد
بلورین سبحہ را بر کار کرده | بجائے ریسماں زنار کرده
لبش در وردِ سحر و درس نیرنگ | بروں سادہ لباس و اندروں رنگ
کشادہ گرۂ تزویر چوں مے | ہزاراں اہرمن حل کرده در وے
فریب انگیزیے از گیرائیِ گفت | کہ کردے پشہ و سیمرغ را جفت
ہمہ بیداری زرقش بہ پرده | ہمہ خواب و روغش راست کرده
حدیثِ نرم خونریز از رگِ چنگ | زبانِ چرب چوں خنجر گہ جنگ

لہ اے بند دور کرد ۲ہ روز آخر ماہ کہ در و رویت ہلال شود و ماہ از زیر پرتو آفتاب بر آید

ز دار و ہا کہ کار آید زناں را | زرہ بر دے بسی سیمیں تناں را
مفرح ہائے مروارید و از دُر | کہ خوباں را برد ہوش از بلا دُر
بہر خمرہ ز معجونِ منقّا | سرشتہ شیر مرغ و خون عنقا
گیا ہائے بہ تسخیر آزمودہ | بہر ذرّہ دو صد ابلیس سودہ[1]
چو در گوش آمدش گفتار شیریں | بدنداں خست لب زاں کار شیریں
بجاے آورد شرطِ خاک بوسی | سخن پرداز با صد چاپلوسی
کہ بانو را پرستارے چو من بیش | پس آنگہ بہر ناچیزے دلت ریش
بفرما تا بیک پوشیدہ نیرنگ | کنم صحراے عالم بر شکر تنگ
شکیبا کرد شیریں را فسونش | نوازشہا نمود از حد فزونش
بگرمی داد فرماں تا براند | شکر را شربتِ شیریں چشاند
عجوزِ کارداں زانجا بتعجیل | رواں شد در سیاہاں میل در میل
بچارہ رہ در ایوان شکر کرد | چو موے کو بخوزستاں[2] گذر کرد
بیامد تا برِ شکّر بصد نوش | نہاد از مہربانی حلقہ در گوش
بشیرینی چناں در مغز در شد | کہ دلال ترازوے شکر شد

---

[1] ق۔ بودہ

[2] خوزستان بجاے و زاے معجمہ نام ولایت شکر خیز در فارس کہ شہر شوستر از واست و ہر ملک شکر خیز را گویند چہ خوز بمعنی شکر آمدہ و نیشکر زار و کارخانہ شکر را نیز گویند۔

چو محرم شد همه شادی و غم را　　بمادر خواندگی بر زد علم را

نمودے بر کنیزانِ سرائی　　گہے کدبانوی گہ کدخدائی

ز شیرین کارئی جادو زنِ پیر　　مزاجش با شکر در خورد چون شیر

ز افسونہا کہ از بہرِ[1] شکر بود　　صد افسونِ شکر بیش[2] از برش بود[3]

دمیدے ہر زمان دیگر فسونش　　چو افسون خواندگاں کردے زبونش

پری رو از چنان جادو زبانے　　جدا بودن نیارستے زمانے

گہش از عشق خسرو راز گفتے　　گہش ز اندوہ شیرین باز گفتے

عجوز فتنه با او روی در روی　　در دل رفته لشکر موی در موی

چو روزی بودش آن شربت[4] چشیدن　　نیارست از شکر مو بر کشیدن

بدو داده کلیدِ خورد و آشام　　ز کاسش باده خوردے وز کفش جام

نه نوشیدی بصد شورِ[5] جگر تاب　　برون از گفتِ او یک شربتِ آب

بد انسان چون برآمد سالِ آزاد　　بنائے فتنه محکم کرد بنیاد

مخالف در کمینِ کار مے بود　　بلب مست و بدل ہشیار مے بود

چنان افتاد وقتے فرصتِ کار　　کہ کرد آہنگ مے سرو سمن بار

بقدرِ ہفتہ در کامرانی　　پیاپے داشت دورِ دوستگانی[6]

---

[1] ق بہر شکرش　[2] ق بیشش زیر　[3] ق از　[4] ح ز دستش نقل　[5] ح خون

[6] جامیکہ دوستان بیاد دوستان خورند

بخارِ بادہ در سر گرد کارش | صداع انگیز شد مغز از خمارش
فتادش در مزاج[1] از رنج سستی | بہ بیماری کشیدش تندرستی
زبس گرمی تنش آمد بہ نرمی | شکر را چارہ خود نبود ز گرمی
شکر در مردماں باشد تب انگیز | شکر را دید کو باشد تب تیز
زبالین جستن سروِ خراماں | بساماں کاری آمد ماہ ساماں[2]
بتدبیر آستیں مالید[3] و بنشست | ہمی انگیخت نیر نگے بہر دست
گلاب آمیز شربت ہائے مخمور | نبات[4] و شکر و معجون و کافور
گوارشہا[5] کہ باشد راحتِ درد | مزورہا[6] کے پرہیز از پئے خورد
بروں کردہ زبانے ہمچو آذر | تو نیداری کارسطو[7] راست مادر
گہ از بقراط خود را کرد سے افزوں | گہے خندید سے از قولِ[8] فلاطوں
نہادہ شیشہا[9] پنجاہ در پیش | زخمرہ[10] خود چگویم از عدد بیش
دوا ہائے کہ نامد ہیچ درکام | گیا ہائے کہ نشنیدش[11] کسے نام
گہ ایں را کوفت گہ آنرا ہمی سود | وزیں کوب و شکن یکدم نیاسود

ذوق طبع | شرح طلای صندل | رنج کے نسخہ نسخ

[1] زیرا کہ مزاج شکر گرم ست بقاعدہ طب [2] نام پیرزن [3] آمادہ و مہیا برائے تدبیر شد [4] اے جوارشہا [5] طعامیکہ بغرض تسلی مریض پزند [6] مادر ارسطو مراد از مربی ارسطو بہ دانش [7] اے بر قولِ فلاطوں اعتراض کردی [8] مراد از کثرت شیشہ ہا [9] خم کوچک یا ہماں مخفف خمیرہ کہ گذشت

گماں بر اعتمادش بستہ بیمار	کبوتر نازک و شاہیں ستمگار
چو ناگہ یافت آں فرصت کہ می جست	بنوشیں شربتے زہرش فرو شست
قدح پر کرد و در دستِ شکر داد	لبش راز آخریں شربت خبر داد
چو ماہِ نازنیں کرد آں قدح نوش	درونِ نازکش اُفتاد در جوش
خرابی یافت اندر قالبش راہ	ز پروازِ عدم جانش شد آگاہ
نخست از بیخودی خود را ابش کرد	وداعِ مادرِ فرزند کش کرد
کہ رحمت بر تو بادا اے مادرِ پیر	کہ در رحمت نکردی ہیچ تقصیر
ز تو آں سایہ دیدم بر سرِ خویش	کہ امیدم نبود از مادرِ خویش
دریغا رفتم از دورانِ پُر پیچ	کہ حقِ نعمتت نشناختم ہیچ
چو بے فرزندے غم من[ن۱] خورد رایت	بمرزِ من بیامرزہ دخدایت
چو مرگ آمد بسوے من شتاباں	تو کردی زانِ خود بر توجہ تاواں
چو شخصِ ناتواں را در فنا روست	چہ سود از دارو[ن۲] از خود نوش دست ار و
دراں علت چہ دارو جائے[۵۳] گیرد	کہ اول سر ز دارو سائے گیرد
گر از دارو حیات آباد بودے	طبیب از دردِ مرگ آزاد بودے
نہ در دستِ طبیبِ تر از خالیست	کہ گاہے سرخ رو گہ سبز یالیست
کند تقدیر جان کم نصیباں	گنہ بر مرگ تہمت بر طبیباں

ن۱ ح برد   ن۲ ق آرد مرا گر   ۵۳ اثر کند

طبیباں را مگر ایں نکتہ حل نیست — کہ در نہ شیشہ دارو ے اجل نیست

وصیت بیش ازینم نیست با تو — کہ چوں دور افتد از من راہ تا تو

ز من با شرطِ تعظیمے کہ دانی — زمیں بوسی بہ بزمِ خسروانی

بمالی زیرِ پایش دیدہ غمناک — بگوئی آسماں را قصۂ خاک

کہ ما رفتیم با جانِ پر امید — ترا جاں تازہ باد و عمر جاوید

مرا دور از تو گر زد چشم بد راہ — ز رویت دور بادا چشمِ بدخواہ

مرا گر خود سر آمد زندگانی — ترا ہر روز نو بادا جوانی

دگر من شربتے خوردم جگر جوش — ترا بادا شرابِ خوشدلی نوش

چو نوشی بادہ با شیریں بہ تمییز — بریزی جرعہ بر خاکِ شکر نیز

چو بنشینی بروے دوستاں شاد — فرامش گشتگاں را ہم بکن[۱] یاد

چو آئی بر سرِ خاکم خراماں — غبارِ من[۲] نیفشانی ز داماں

کہ گر خونم نگیرد گردنت را — نگیرد خاک بارے دامنت را

گر از یادِ شکر گیرد ملامت — مبادا شربتِ شیریں حلالت

مبیں خوار ار شدم خاکِ زمیں سود — کہ روزے آخر ایں خاک آدمی بود

بیا و ز خونِ من تر بیں کفن را — زیارت کن ہلاکِ خویشتن را

مرا از یاریِ شیریں مکن خوار — کہ من ہم روزے آخر بودم یار

---

[۱] ح کنی [۲] ح. غبارم را نیفشانی

گلے بودم اگر مشکیں[۱] نبودم — شکر بودم اگر شیریں نبودم

بماندم منتظر بہرِ تو تا دیر — چو وقت آمد ندیدم در رخت سیر

ازاں میوہ کہ وصلم داد حالی — دہاں آلودہ گشت و معدہ خالی

چو نیم انجیر باشد قوت زاغے — ہماں قوتش شود[۲] سوزندہ داغے

چو بازے را کنند از چاشنی داشت — بجوید چاشنی ہم در سرِ چاشت

چو افتد قطرہ بر تابہ گرم — بود چوں روغنے بر آتشِ نرم

زشاخ پختہ خرمائے گسستم — بخوردن باغباں ببستہ دستم

ہمی[۳] با دوستے ہمدست گشتم — با دل دوستگانی مست گشتم

نخفتم روزِ ہجر از سوزش و تاب — چو روزِ وصل آمد می برد خواب

تو خوش با یار خسپ اے یارِ چالاک — کہ من با خاک خواہم خفت در خاک

ازیں پس کز جدائی تاب بینم — جمالِ یکدگر در خواب بینم

چو فردا صبحِ محشر گردد آغاز — کنم دیدہ ز خواب اندر رخت باز

دریں گفتن مژہ در ہم غنودش — در آمد خوابِ مرگ و در ربودش

غبارِ نیستی در شکر افتاد — بخوزستان و بے شورے در افتاد

زہر چشمِ انجمن را خوں برآمد — نفیر از انجمِ گردوں برآمد

جواں مرداں بسرہا خاک کردند — عروساں پیرہن[۴] ہا چاک کردند

ن۱ ح. نسرین ن۲ ق. در دیدہ ن۳ ق بے ن۴ ق آستیں ہا

ز مژگان خلق خوں با دیدہ آلود | بر آمد نالہائے آتش اندود
نہ تنہا مخلصان و نیک خواہاں | کہ غمگیں شد ہمہ شہر سپاہاں
بشستندش بترتیبے کہ شاید | کشیدندش بتعظیمے کہ باید
چو در دخمہ بخاک اینباشتندش | سہ روز آئین ماتم داشتندش
پس از چندی لب شادی وا نہادند | ہوا لیشن را ز دل یکسو نہادند
کسے کو بیشتر کرد از غمش جوش | ز خاطر بیشتر کردش فراموش
ہمیشہ عادت مردم چنین ست | دلش سنگین و قالب پوستین ست
ہمہ کس با ہزاراں بیقراری | بگرید مردۂ خود را بزاری
چو در خاکش نہد بیکار گردد | ہماں ساعت فرامشکار گردد
اگر دل نقشبند و گر رحیم ست | فرامشکاریٔ مردم قدیم ست
دراں دم کادمی از گل سرشتند | ز غفلت نکتۂ بر دل نوشتند
گر از غفلت نبودے سینہ را برگ | ز بیم مرگ بودے ہر زماں مرگ
و گر جنبید کاں مردن نداننند | اگر دانند خود زندہ نمانند
تو مارا بیں کز نسیاں عقدہ در پیش | ہمیدانیم و می پوشیم بر خویش
ہمی بینیم و آگاہیم ازیں راز | کہ تن با جان نخواہد ماند دمساز
ولے چوں چشم مردم دور بیں نیست | نظر می بیند و دل را یقیں نیست

ن ح گوشتیں | ن ق گاں | ن ح عقبہ | ن ح بنیش

بسے راحلت از حد بیش دیدیم   رحیلش ہم بچشم خویش دیدیم

اگرچہ دیدنِ ما زود[1] زود ست   چو عبرت نیست زاں دیدن چہ سود ست

نہ بیند ہر کرا چشمیست پنہاں   خیالِ مرگ در آئینۂ جاں

وگر کش چشم عبرت ہست کوتاہ   بہ بیند لیک نہ ہد سوے خود راہ

چو دور زندگانی بر سر آید   نداند کز کدامیں رہ در آید

کسے زیں زخمگاہ ایمن فتادہ است   کہ یا مردہ است او یا خود نزادہ است

چو زادی باش زخمش را مہیا   کہ لولو سفتہ بر ناید ز دریا

بروجہے کاندریں نیلی حصارست   دو شش بر کعبتینِ قلب کارست

کہ یارد باخت با ایں شوخ قلاب   کہ دارد کعبتینِ پر ز سیماب

عجب کعبے کہ برد او دست مطلق   اگر چش ہست نہ مہرہ[2] معلق

بہ آں باشد کہ ما نقدے کہ داریم   بہ او سیم و بدستِ او سپاریم

عنانم ہیں کہ ہست[3] اندیشہ گستاخ   سخن را تا کجا زد شاخ در شاخ

چو گردم گنج باد آورد را صرف   خراماں باز گردم بر سرِ حرف

رسیدن پیرزن در محل شیریں ملکہ اصفہاں

چو کرد آں فتنہ مہ ساماں[4] بدمہر   بناخن خست بہرِ مصلحت چہر

۱ق دیر و زود   ۲ق - ایں بحر   ۳ق برد   ۴ح - بے مہر

بشوخی با عروسانِ شکر خند — در اندوهِ شکر زد نالۂ چند

پس آنگه جُست دستوری ز خوباں — رواں شد سوئے شیریں پائے کوباں

رسید و ماجرا را پرده برداشت — صنم خود زاں ہمہ یک یک خبر داشت

اگرچه از کاردانی پیر فرتوت — بخنده داد بیروں دُر[1] و یاقوت

ولے در پرده گشت از غم دلش ریش — که او را بود نیز آں روز در پیش

کسے کز مرگ نبود جانش آزاد — چرا گردد بمرگِ دیگرے[2] شاد

بخسرو گشت نیز آں نکته[3] روشن — که مہماں شد شکر در سبز گلشن

برآورد از جگر سوزنده آہے — که بودش حقِّ صحبت چند گاہے

نشست از سوگواری با تنِ چند — بماتم چاک زد پیراہنِ چند

ز نرگس بہر آں سروِ خراماں — بخاک افگند[4] دُر داماں بداماں

بصد تلخی ز شیریں کرد فریاد — که به زیں خواست نتواں خونِ فرہاد

عملہا را جزاہا در کمین ست — سزائے آنکه[5] من کردم ہمین ست

نکو را نیک و بد را بد شمارست — بپاداشِ عمل گیتی بکار ست

اگر بنیاد تو بر نیک خوئی است — مکافاتِ نکوئی ہم نکوئی است

ور از خود خوئے بد را ساز یابی — جوابِ خود ہم از خود باز یابی

درخت[6] زہر ہر جا کاشت نتواں — چو کاری زاں شکر برداشت نتواں

---

[1] ح۔ در زیاقوت [2] ح۔ دیگراں [3] ح قصه [4] ح۔ افشاند [5] ح۔ انچه [6] ح۔ نبات

درین گنبد بنیکی بر کشش آواز — که گنبد هرچه گوئی گویدت باز

یکے را ده صدا یابی درین راه — که بالا گنبدست و زیر آن چاه

چو چشم دیگرے بخراشی از خار — خراشِ خویش را هم چشم میدار

برآید جان ستان را جان بتاوان — عقاب اندک زید کرگس فراوان

چو آهن گر بسازد تیغ کین جوے — بدستِ خود کند خود را سیه روے

چو سازد تیرگر تیرِ بلا شور — هم اندر دیدنش خود را کند کور

بود سوزن به از تیغ برنده — که این دوزنده باشد آن درنده

چو خسرو جرمِ خود را یافت پاداش — پشیمان وار گشت از دیده خونباش

طمع یکبارگی برداشت از دوست — رضا بے مغز گشت و کینه بے پوست

ز ارمن در مداین رفت غمناک — ز حسرت کام خشک و دیده نمناک

بکنجے در شد و اندوه می خورد — ز بے سنگی غمے چون کوه مے خورد

بروزش خوردن غم کار بودے — بشب آسانیش دشوار بودے

چراغ جانش را هم باد برده — چراغ دل ز باد سرد مرده

چنین است رسم عشق بازی — چو با جان ساختی با او نسازی

نح در نق با نته شش

نق - چراغِ دل ز باد سرد می مرد + چراغ خویش را هم بادی برد

در شب فراق مناجات شیرین باحق سبحانہٗ تعالیٰ و یادِ خسرو

زکوہستانِ ارمن چوں سرافراز   سوئے شہرِ مداین کرد پرواز

صنم بشنید بعد از چند گاہے   کہ خسرو در فلاں دہ بودہ ماہے

زدوری با ہزار[1] افسوس نالید   بریدا ور از غفلت گوش مالید

خمارِ عشق[2] در سر تازہ شد باز   شغب در دل بلند آوازہ شد باز

دلش را خارِ غم در دامن آویخت   خرد دامن بدنداں کرد و بگریخت

بجوش افتاد جانِ مستمندش   بدرد آمد درونِ دردمندش

ز تنگش خانہ در سیلابِ خوں شد   صبوری از رہِ روزن بروں شد

درآمد شحنۂ ہجراں بتاراج   رواں را طوق برد و عقل را تاج

سپاہِ فتنہ شد بر قلب تن چیر   ولایت بشد[3] از سلطان شمشیر

چو عشق آرد لگد کوبِ خطرناک   نہ خسرو بلکہ کیخسرو شود خاک

یکے[4] داں عشق در موران و پیلاں   باآتش در چہ عود و چہ مغیلاں

شبے تنگ آمد از بس رنج بردن   چناں کز ناشکیبی خواست مردن

سخن را مہر زد چوں نقش چینی   برید از ہمنشیناں ہم نشینی

ن ق ۱ - تیز از افسوس   ن ق ۲ - عشقش از   ن ح ۳ - در   ن ق ۴ - را

بکنجِ تنگ شد دلتنگ می بود — دلش با بختِ بد در جنگ می بود

شبے تاریک چوں دریاے از قیر — بدریا درفگنده چشمهٔ شیر

زجنبیدن فلک بیکار گشته — ستاره در رہش[۱] مسمار گشته

ذنب پاے کواکب را شده خار — کجک[۲] دستِ دہل زن را شده مار

زظلمت گشته پنہاں خانهٔ خاک — چو چاهِ بیژن و زندان ضحاک

سوادِ تیره چوں سوداے خاماں — بدامانِ قیامت بسته داماں

ربوده بادِ تند از شمعها تاب — زده مهر ابد بر دیدہا خواب

سُد ابے[۳] خورده چرخ آبیستن گاه — ستروں گشته از خورشید و از ماه

غنوده در عدم صبح شب افروز — بقیر انباشته دروازهٔ روز

بکنجِ صبح قفل افگنده افلاک — کلیدِ گنج را گم کرده در خاک

بریده تیغ[۴] شب از کینه خواهی — گلوے بلبلانِ صبحگاہی

خروساں را بگاه بانگ و تکبیر — خمیر پیرزن گشته گلوگیر

مؤذن قرصِ صوفی را زده گاز — زحلوا خوردنش بگرفته[۵] آواز

جہاں چوں اژدہاے پیچ در پیچ — بجز دودِ سیه گردش دگر ہیچ

شبے زینگونه تاریک و جگرسوز — زغم بیخواب شیرینِ سیه روز

مباد[۶] اغم که اندر دل شود سخت — که اول خواب را بیروں نهد رخت

ن ۱ ح - زخش ن ۲ ح - کژک ن ۳ ق - شده کبے ن ۴ ح بید ن ۵ افتاده ن ۶ ق مبادا ہیچ غم در

چو در بیداری شادی بود رنج — چه باشد حالِ بیدارانِ غم سنج

اگرچه پاسبان بیدار باشد — نه همچون عاشق و بیمار باشد

دران شب حالتِ شیرین چنان بود — که از غم جان شیرینش بجان بود

بآب دیده با شب راز می گفت — ز روز بد حکایت باز می گفت

همی نالید کاے شب چند[1] ازین داغ — همائے را مکش در چنگل زاغ

بپایان شو که من زین بیقراری — بخواهم مُردن از شب زنده داری

چو گبران می کُنی بر من جفائے — ترا یا رب که مهرے نیست جائے

بدین بے مهری و تاریک روئی — شبے یار و ز بخت من نکوئی

تو هندو کافری نامِ تو شب نیست — ز هندو کافری کردن عجب نیست

مگر سوگند خوردی[2] اے جهان سوز — که بعد از مردنِ شیرین شوی روز

چه خسپی چند[3] اے صبح سیه روے — بآب چشم من رُخ را فرو شوے

چرا زیرِ زمین چون تخم فسردی — دمے بالا کش آخر گر نه مُردی

مگر داری[4] تو هم زآشوبِ غم جوش — که کردی خنده را چون من فراموش

مریز اشک اے دو چشم تیره روزم — دگر سوزم رها کن تا بسوزم

چه باید ریخت این سیلِ ستم را — چو نتوان شست این سودائے غم را

چه تاریکی شد اے خورشید یارت — که پیدا نیست روزِ روزگارت

ن[1] ق-چندین از ن[2] ق-دل فروز ن[3] ق-خیزای ن[4] ح-تو هم داری مگر

گرفتم گز خمارِ بادۂ دوش ‏ صبوحی گشت مستانرا فراموش

چه شد یارب بگه خیزانِ شب را ‏ که در تسبیح نگشادند[1] لب را

مگر بشکست[2] نائے مطربِ پیر ‏ که برناورد[3] امشب نالۂ زیر

مگر بر نوبتی خواب استلم کرد ‏ که امشب خاستن را وقت گم کرد

مگر شد بستۂ مرغِ صبح[4] را کام ‏ که بانگے بر نمی آرد بهنگام

مگر دودِ دلم عالم سیه کرد ‏ دمِ[5] من صبح عالم را سیه کرد

وگرنه کے شبے را این درنگ است ‏ که گردون بے[6] سرو سیاره لنگ است

مرا زین شب سیه شد روئے هستی ‏ سیه روئیست این نه شب[7] پرستی

گهے باشد که این شب روز گردد ‏ دلِ پُرسوز من بے سوز گردد

ازین ظلماتِ غم یابم رهائی ‏ بچشمِ خویش بینم روشنائی

بسے میگردد زینسان ناامیدی ‏ که ناگه از افق بر زد سفیدی

چو لاله گرچه بودش در جگر داغ ‏ ز بادِ صبحدم بشگفت چون باغ

چه خوش بادیست بادِ صبحگاهی ‏ کزو در جنبش آید مرغ و ماهی

در آندم هر دلے کافسرده باشد ‏ اگر زنده نگردد مرده باشد

بزرگان کان نفس را زنده دارند ‏ بجان بخشی دمِ بخشنده دارند

---

[1] ح - نگشایند ‏ [2] ق - مگر بگسست ‏ [3] ح که بر می ناورد ‏ [4] ق - در دام

[5] ق - دم من شمع گردون را بته کرد ‏ [6] ح - مقعد ‏ [7] ق - بُت پرستی ‏ [8] بر

دلے کو نورِ صبح راستین یافت		کلیدِ کارِ خود در آستین یافت
ہماں در زن کہ ملکِ عالم آنجاست		دگر زاں بیشتر خواہی ہم آنجاست
کہ شد صبح ز خوابِ غفلت آزاد		کہ بخشش[1] صد درِ مقصود بکشاد
چو شیریں یافت نورِ صبحدم را		بروشن خاطرے بر زد علم را
بمسکینی جبیں بر خاک مالید		بدرگاہِ خدائے پاک نالید
کہ اے در ہر دلے دانندۂ راز		بہ بخشائش درت بر ہمگناں[2] باز
زبے کامی دلم تنگ آمد از زیست		تو میدانی کہ کامِ چوں منی چیست
چو تو امید ہر امیدواری		امیدم ہست کامیدم برآری
جز ایں در دل ندارم آرزوئے		کہ یابم از وصالِ یار بوئے
ز حرمت داشتن چوں ذرہ[3] بالم		بشارت دہ بکابینِ حلالم
درونم سوخت زیں حاجت نہانی		گرم حاجت برآری می توانی
وجودم گشت زیں درماندگی پست		تو گیری از کرم درماندہ را دست
نشاطے دہ کزیں غم شاد گردم		ز زندانِ فراق آزاد گردم
بسرِّ کبریا در پردۂ غیب	۱	بوحئ انبیا[4] در حرفِ لاریب
بنورِ مخلصاں در روسفیدی	۲	بصبرِ مفلساں در ناامیدی
بایمانِ تو اندر جانِ بدکیش	۳	بہ پیوندِ کہن در دلقِ[5] درویش

[1] ق ۔ کہ بخشش [2] ق ۔ بیدلاں [3] ح بے وبالم [4] ق صرف [5] ح ۔ درپشت

بداں اشکے کہ شوید جامۂ اپاک ۴ بداں حسرت[۱] کہ گرد دہمرۂ خاک
بداں تاریک زندانِ مغاکے ۵ ببالینِ فراموشان خاکے
بخونِ غازیاں در قطع پیوند ۶ بسوزِ مادراں در مرگِ فرزند
بآہے کز سرِ شورے برآید ۷ بخارے کز سرِ گورے برآید
بہر اندودہ دلہاے کریماں ۸ بگرد آلودہ سرہاے یتیماں
بداں غرقہ کہ برناید زآبے ۹ بداں تشنہ کہ باشد[۲] در سرابے
بشبہاے سیاہِ تنگدستاں ۱۰ بدلہاے سفیدِ حق پرستاں
ببادے کاول اندر تن درآید ۱۱ بداں جاں[۳] کاخر از مردن برآید
بعشقِ نو در آغاز جوانی ۱۲ بغمہاے کہن در دل نہانی
بداں بیدل کہ ہستی نابدش یاد ۱۳ بداں دل کو بود در نیستی شاد
بداں سینہ کہ دارد عشقِ جاوید ۱۴ بہجرانے کہ ہست از وصل نومید
کہ برداری غم از پیرامنِ من ۱۵ نہی مقصودِ من در دامنِ من
گرفتارم بدستِ نفسِ خود رائے برحمت برگرفتارے ببخشائے
برآور آرزوئے را کہ دارم کلید آرزو نہ در کنارم
اگرچہ ماجرا ہست از ادب دور تو دانی کز توتواں داشت مستور
نخستم در لباسِ آرزو پوش پس ایں جرم بستاری فروپوش

---

[۱] ق۔ حرفے [۲] ح۔ گم شد [۳] ح۔ دم

چو شیریں از سرِ صدق این دعا کرد | خدا از صدق شش آں حاجت روا کرد
بصدق آنکو دریں حضرت پناہد | نہد اندر کنارش ہر چہ خواہد
چو جوینده مرادِ خویش یابد | بمزدِ اعتقادِ خویش یابد
درآں شب کاں صنم زینساں غمیں بود | ملک را ہم زغم حالت ہمیں بود
ہمہ شب نازنیں را یاد میکرد | بدل بر میزد و فریاد میکرد
فراواں غم کشید اندر شبِ تار | کہ تا شب را بروز آورد یکبار
چو رفت از دیدۂ مردم سیاہی | جہاں روشن شد از مہ تا بماہی
نماند از آرزومندی قرارش | برفت از خویشتن داری شمارش
سبک بنشست بر شبدیز چوں بدر | رواں شد سوے خورشیدِ فلک قدر
ہماں سوداعناں آویز جانش | ہماں خاصانِ دولت ہم عنانش
رہا کردہ عناں دنبالۂ دل | بار من بار شد منزل بمنزل
ہواے سرد و وقتِ برگ ریزاں | گریزاں گل زباد افتاں و خیزاں
بخجلت ہیچو دم سرداں ہمی گشت | بکوہ و دشت سرگرداں ہمی گشت
سر تنکش خاک را پیرایہ میداد | دمِ سرد شش خزاں را مایہ میداد
رواں می بود در ویران و آباد | بدنیساں تا خزاں بگذشت چوں باد

ق-بیاید ق-بخورد ق-خاطر حزیں ح-انجم ق-ترک

رفتنِ خسرو بدرِ قصرِ شیرین و در بند کردن شیرین بہ خسرو

چو بستان تازہ گشت از بادِ نوروز — جہاں بستد بہارِ عالم افروز

ز آسیبِ صبا در جلوہ شد باغ — بغارت داد بلبل خانۂ زاغ

ہوا کرد از گل آسیب[1] خزاں دور — بمشکِ تر بدل شد گرد کافور

عروسِ غنچہ را نو شد عماری — کمر بربست گل در پردہ داری

بنفشہ سر بر آورد از لبِ جوئے — زمیں گشت از ریاحیں عنبریں بوئے

نسیمِ صبحگاہ از مشک بوئی — ہزاراں نافہ در بر داشت گوئی

حریرِ گل ورق در خوں سرشتہ — براتِ عیش[2] بر ساقی نوشتہ

غنودہ نرگس و قمری بہ بستاں — بتبانگ[3] چنگ در بالینِ مستاں

خماری نرگسِ شب نا غنودہ — شکیب از جانِ مشتاقاں ربودہ

شگوفہ شاخ را پیرایہ کردہ[4] — سمن گل را بداماں سایہ کردہ

خبر می برد بادِ صبحگاہی — ز بوئے گل بشادروانِ شاہی

کز نیساں نو بہارِ عشرت انگیز — چرا از بادہ باید کرد پرہیز

ملک بر عزمِ صحرا بارگی جُست[5] — بہ پشتِ بادِ سرو نازنیں رُست

۱ح-آشوب ۲ح عشق ۳ح چو بانگ خنگ ۴ح میکرد ۵ح تست

بخدمت باوشاق چیند دلخواه | جنیبت راند چون خورشید چون ماه
نخست از گشت کرد آهنگ نخچیر | فرود آورد صد مرغی بیک تیر
برون جستند بازان سبک خیز | بخون صید کرده چنگ را تیز
در آمد چنگل شاهین بتاراج | نه تیهو ماند در صحرا نه دراج
ره بط باز تیز آهنگ میزد | برقص کبک شاهین چنگ میزد
ملک سر سوکه مرکب راند حالی | زمین از گور و آهو کرد خالی
چو لختی گشت و صید افگنده تا چاشت | از آنجا سوی بستان راه برداشت
بگلزار آمد از نخچیرگه شاد | بساط افگند زیر سرو و شمشاد
بمے بنشست با خاصان درگاه | برآمد بانگ نوشانوش بر ماه
برون دادند مرغان خوش آهنگ | نوای ارغنون زابریشم چنگ
شمال از شاخ سنبل خاک میرفت | صبا بر فرش نسرین پای میکوفت
ملک زانو زده بر مسند ناز | بعشرت رنج سوز و گنج پرداز
چو گل پیشانی دولت گشاده | ببالین پشت دولت باز داده
بپایے گرچه می میگرد پرکار | نمی رفت از دلش سودای دلدار
بیادش در چمن نظاره میکرد | بجای جامه جان را پاره میکرد
سخن میگفت و آب از دیده میریخت | بدامان گوهر ناچیده میریخت

ن ق - ہر ن ق بر بالا ن ق - نیز ازاں

نہ تمکینے کہ خود را باز جوید ... نہ ہمدردے کہ با او راز گوید
نبود آں روز پیش شاہ شاپور ... کہ از خسرو غم شیریں کند دور
گرہ چوں غنچہ میزد بر دل تنگ ... ہمی شست آستیں از اشک گلرنگ
بہر نرگس کہ در گلزار دیدے ... خیالِ چشم مست یار دیدے
بہر شاخے کہ از گل بر گرفتے ... بیادِ دوست آہ از سر گرفتے
زہر سنبل کہ تابے باز میگرد ... ززلفِ او عتاب آغاز میگرد
شکیبا بود تا ہشیاری داشت ... چو سر خوش شد عناں از دست بگذاشت
چو سر ہا گرم گشت از بادہ چند ... زباں بکشاد با آزادہ چند
کہ نو روز آمد و گلزار بشگفت ... صبا با گل پیام عاشقاں گفت
رواں شد باد جام لالہ بر دست ... خمار نرگس بیمار بشکست
ہمہ کس با حریفے باغ در باغ ... مرا از دل نسوری داغ بر داغ
نشاید خورد مے بے دوستداراں ... کہ شادی غم بود بے روئے یاراں
بود بے دوستاں در مجلس ناز ... پیالہ سرنگوں شیشہ دہن باز
ہمہ شادند و جانم در عذابست ... کہ مے بے روئے جاناں زہر نابست
اگرچہ روئے گل دلہا نوازست ... ولے افسانۂ بلبل درازست
مرا از سوز دل ہر لحظہ مرگے ... کے آرد تاب آتش کاہ برگے

---

(۱) ح - کردے (۲) ح - کفایت را عناں از دست نگذاشت ۔ (۳) ح - بنشست (۴) ق - خود

ہلاکم زیں ہمہ ناموس خامست — چو عشق آمد چہ جائے ننگ و نامست

بداں می آردم ایں گم شدہ بخت — کہ عصمت را ببازار افگنم رخت

زنم از غصہ دل سینہ را چاک — ز خونِ خویشتن رنگیں کنم خاک

مگر باد آید و زیں جوے خونم — بداں بدخو رساند بوے خونم

چو چندیں زیں سخنہا گفت حالی — دل از اندیشہ لختے گرد خالی

جنیبت جست و از دل بار برداشت — رہ مشکوے آں دلدار برداشت

رواں گشت از شرابِ لعل سرخوش — ولیک از سوزِ سینہ دل در آتش

بر قاصی صبا در زیرِ رانش — خیالِ یارِ زیبا ہمعنانش

بنا گوشش ز آبِ گرم در خوے — دمِ سردش پیام آوردہ از روے

چو آمد سوے قصرِ نازنیں تنگ — ز مغزش عقل شد و ز سینہ فرہنگ

خبر بردند بر سروِ گل اندام — کہ طوطے بر درِ فردوس زد گام

بلرزید از ہراس آں دستہ گل — کزاں سیلاب تندش بشکند پل

نکوہ نام ننگ آوارہ گردد — لباسِ عصمتش صد پارہ گردد

صواب آں دید رائے ہوشیارش — کہ ندہد راہ در ایوانِ یارش

علمدارانِ درگہ را بفرمود — کہ بشتابند پیش آہنگ شہ زود

---

۱ ق - ہوس ۲ ح - براں می دارد م ایں جان گم بخت ۳ ح - بہم ۴ ح - چندی

۵ ح پُر ز آتش ۶ ح زراہ ۷ ح - ہوش ۸ ق جائے

چو پیدا گردد آن خورشید پُرنور — زمین بوسند همچون سایه از دور

در افشانند و مروارید شب تاب — زمین را گرد بنشانند از آب

رسانندش چنان با عز و تمکین — از انجا تا درِ ایوانِ شیرین

چو فرمان داد ماهِ مشتری قدر — ز صحنِ خانه بالا رفت چون بدر

دویدند آن همه فرمان پذیران — باستقبالِ شاهِ تخت گیران

چو پیدا شد شکوهِ ارجمندی — کلاهے تا بخورشید از بلندی

فروزان از جنیبش فرِ شاهی — زمین تا آسمان نورِ الٰهی

به پیرامن نه از گردن کشان کس — غلامے چند از خاصانِ شه[1] بس

خطش بر لاله عنبر بیز گشته — گلش از خوے[2] گلاب انگیز گشته

ز بوے خوش که میزد آن تنِ پاک — گلاب[3] آمیز گشته کره[4] خاک

ز رویش آفتاب از دست میرفت — کسے کامد بدیدن مست میرفت

چو دیدند آن اقبال عارض[5] شاه — جبین سودند بر خاکِ گذرگاه

نثارے ریختند از گوهر و لعل — سُمِ شبدیز[6] گردید آتشین نعل

ز لولو، لو، حلیه[7] می بستند مه را — نثار افشان همی بردند شه را

از انجا تا بشادروانِ ماهش — همه بر فرش دیبا بود راهش

---

[1] ق - او، [2] ق - خویش از گل [3] ح - عبیر [4] ح نافه [5] ح - جبه

[6] ح - که گوهر دار کردند آهنین نعل [7] خفه می بستند زه

چو آمد بر در قصرِ دلارام ‏ ‏ ‏ ‏ کزان شیرین سخن شیرین کند کام

درے در بستہ دید و میزبان دور ‏ ‏ ‏ ‏ مہ اندر برج عصمت ماندہ مستور

تعجب کرد حیران ماند ازان کار ‏ ‏ ‏ ‏ کہ نخلِ بارور چون گشت بے بار

ز خجلت روے را چون زعفران کرد ‏ ‏ ‏ ‏ کہ بے روی چنین خود چون توان کرد

زمانے ماند بر در دیدہ پُر آب ‏ ‏ ‏ ‏ درونش تافتہ بیرونش بے تاب

بہر سوے کہ میزد با خرد رائے ‏ ‏ ‏ ‏ نمی ماندش[ن۱] دلِ شوریدہ بر جائے

جہان شب شد بچشم نیم خوابش ‏ ‏ ‏ ‏ کہ ماند اندر پسِ[ن۲] ابر آفتابش

بخواری باز گشتن خواست در حال ‏ ‏ ‏ ‏ کہ خواندش نازنین ز آواز خلخال

ملک را کامد آن آواز در گوش ‏ ‏ ‏ ‏ بجانِ بے خبر باز آمدش مدہوش

نظر[ن۳] انداخت چون بر قصر والا ‏ ‏ ‏ ‏ زمین بوسیدہ ماہِ سرو بالا

دمید از ہر دو جانب صبحِ امید ‏ ‏ ‏ ‏ مقابل شد بگرمی[ن۴] ماہ و خورشید

پریرو از مژہ میریخت آبے ‏ ‏ ‏ ‏ بروئے میہمان میزد گلابے

بہ نظارہ فرو ماندند تا دیر ‏ ‏ ‏ ‏ نمی گشت از تماشا چشم شان سیر

ن۱ ح نمی آمد ‏ ‏ ن۲ ح کوہ ‏ ‏ ن۳ ح چو سر بر گرد سوی ‏ ‏ ن۴ ح - بدل گرمی دو خورشید

سرکہ ریزی خسرو از عتابِ ترش روئی شیریں و خود ترش گشتن

ملک ہرچند خواہاں با دلِ ریش | کہ در صحرا نہد سوزِ دلِ خویش
ہلاکش گرچہ ترکِ جاں نمی کرد | زبانش در سخن فرماں نمی کرد
ازاں دل ماندگی کامد بجانش | زبس گریہ گرہ مے شد زبانش
چو لب بستن نہ زیبا بود با دوست | کہ در حلوا نیفتد پستہ را پوست
نقاب از لولوے رخشندہ برکرد | جہانے پر ز مروارید تر کرد
بزاری گفت کاے جانم بتو شاد | غمت شادی فزاے جانِ من باد
بزرگی ہاے بے اندازہ کردی | کہ با خورداں بزرگی تازہ کردی
ضیافت ہا[1] نمودی تا تواں گفت | کہ نتواں تا قیامت شکر آں گفت
زر افشاندی و مروارید شب تاب | نشاندی تا سرم در آتش و آب
ز نطع انداز دیبا ہاے زربفت | فرس نے بر زمیں بر آسماں رفت
ز صحرا تا جناب[2] احترامم | بیاوردے بتعظیم تمامم
پس از چندیں نوازشہاے چوں نوش | کہ گردی بندہ دارم حلقہ در گوش
چہ بودت بے سبب در پردہ ماندن | غریباں را بردن در نشاندن

ن۱ح - قیامت ہاے ن۲ح - باب بے نوع

مرا بگذاشتی بر خاکِ خواری[1] | چو مه بر آسمان گشتی حصاری
ترا گرچه عروسک در حصارست | مکن گز سنگِ من بر مه[2] غبارست
همان با این سرافرازی بجا ہم | که افتد از زبر دیدن کلاہم
نه شیرین آید از شیرین زبانان | ترش روئی برِ مهمانان
چو جانم جز وفاداری نیاموخت | چرا باید دلے بے موجبے سوخت
تبر بر[3] میوه باشد بوستان را | برون درنشاندن دوستان را

جواب شیرین به خسرو پرویز

جوابش داد شمشادِ قصب پوش | که دولت بادشه را حلقه در گوش
فلک را سر بلندی در پناهست | ستاره خاک روبِ بارگاهست
ہزاراں کامِ دل در دامنت باد | ہزار اقبال در پیرامنت باد
دلت خالی مباد از شادمانی | فزوں باد از شمارت زندگانی
اگر بالا شدم چوں دیدمت مست | مکن از سرزنش سرو مرا پست
مرا بخت تو بالا برد پایه | که بر فرقت کنم چوں ابر سایه
شود ابر ارچه بر دریا سر افراز | ہم آخر پیش دریا سر نهد باز
گر این خاک از بلندی بہره مند ست | درت را پایه صد چندیں بلند ست

---

[1] ح - در خاک و خواری [2] ق - در مه [3] ق بهی بر میوه

اگرچه ذره از روزن درآید[۱] — نه از خورشید روشن برتر آید

دگر بر مه رسد گرد دو جو دم — همان خاکِ رهِ شاهم که بودم

گرفتم خود سرم بر آسمان سود — مرنج از من که تو شمعی و من دود

هم از اقبال تست این ارجمندی — که سر بردم بخورشید از بلندی

از آن سر بر بفلک برد این پرستار — که تا گردِ سرت گردد فلک وار

نه تاجِ زر ز سر نیکوتر آمد — که یک سر بر سرِ سلطان بر آمد

دگر گفتی که نبود شرطِ یاری — غریبان[۲] را بدل راندن بخواری

بدان عزت[۳] که بر شیرینِ مسکین — بسے شیرین تری از جانِ شیرین

از آن رغبت که خسرو را بجانست — هوس در جانِ شیرین بیش از آنست

توانم کز وفاداری درین راه — دهم[۴] تن در رضائے خدمتِ شاه

فرود آیم ازین منظر خرامان — کمر بندم بر آئینِ غلامان

ولے ترسم[۵] که وا ماند ز پرواز — تذروِ نازنین در چنگلِ باز

تو شاه[۶] عاشق و دیوانه و مست — چو در دامت در آیم چون توان رَست

مرا مادر به ننگ و نام پرورد — بشهد[۷] و شیر و شکّر چهره چون ورد

روا باشد که با این خوے خامت — بپاے خویشتن آیم بدامت

---

۱ ح۔ برآید ۲ ح۔ عزیز آنرا ۳ ق۔ بکن غیرت ۴ ق۔ نهم سر ۵ ق۔ دانم

۶ ق۔ تو باشی بادشاه و عاشق و مست ۷۔ تو شیرین پخته دادِ خام پرورد.

چه خوش گفتند موشان با پلنگان | که پیش گربه نتوان رفت لنگان

بسا سیلے که بینی در نظر خورد | که جان از وے بدشواری توان برد

چو آهو دل بنه بر خندهٔ شیر | بپائے خویش[1] آید پیش شمشیر

نه در شرط وفا ناحق شناسم | ولے ز آسیب تهمت می هراسم

چو گل در دست مستان آید از خاک | نماند دامنش ز آلودگی پاک

بکوشش تا به اکنون داشتم پاس | دُرِ ناسُفته را از نوک الماس

کنون بازی کُنی با زلف و خالم | میفگن برقع از شرم جمالم

تو بر بسیار حلوا دست داری | زبان اندر[2] شکر پیوسته داری

مدان حلوائے شیرین را چنان خام | که پیش از پختگی شیرین کنی کام

ز نوریه صبوری چون کند کس | نمک باشد که انگشتے زنی بس

تو چندین شکر[3] انرا چاشنی گیر | قناعت چون کنی با قطرهٔ شیر

ترا باید شکر خوردن[4] مگس وار | که سیمرغے نیاید بر درم بار

برو خود را ببازار شکر بند | که شیرین انگبین ست و شکر قند[5]

لب شیرین که جز با جان نسازد | شکر داند که زو چون میگدازد

مبر نام شکر گر خود نبات ست | که شیرین شربت آب حیات ست

شکر گرچه دهد ذوق زبانی | ولے شیرین ست ذوق زندگانی

---

۱ ح- خود خرامد ۲ ح- زبان اندر نمک ۳ ق- زیر پارا ۴ ح- ترا باشد مگس خوردن شکر وار ۵ ح- خند

۶ ق- ده این

چہ شیرین ست یارب شربتِ تو | ولے دور از لب و دندانِ خسرو
بکش گر بے دلم گز بے کبابی | شراب تلخ زود آرد خرابی
چو شکر خوردہ بس کن ز جلاب | کہ با سر کہ نیامیزد مئے ناب
تو خوش زی با پری رویان و مستان | بہر گلزار چون بلبل بہ پرواز
من و کنج غم و شبہای دیجور | درونم چون چراغ صبح بے نور
نہ من خسپم نہ از فریاد من کس | ہمہ شب مونسم ہجرانِ تو بس
تن از غلطیدن خاکم چنانست | کہ خارم زیر پہلو پرنیانست
ز آہم گرد رون آئی دریں کاخ | ہوا پر دود بینی بام سوراخ
چہ میخواہی زچون من درعذابے | رہا کن بیدلے را در خرابے

پاسخ خسرو بہ تقریر شیرین

دگر بارہ زبان بکشاد پرویز | بپاسخ کرد لب را شکر آمیز
کہ اے شمع من و خورشید آفاق | بزیبائی چو خورشید جہان طاق
جمالت رونق افزائے جوانی | وصالت خواجہ تاشِ زندگانی
بہار زلفِ مشکینِ تو گردے | زلعلت چشمۂ خضر آب خوردے

ن ح - زمین آندہ

مبادت چشم را جز بر دلم ناز — مبادا جز برویت چشمِ من باز

عتابت گرچه با ما تلخناکست — چو شیرین می کند تلخی چه باکست

چه عیب ار شکرت شد سرکه پرورد — که سرکه با شکر خوشتر توان خورد

بود اینهم وفا کز مهربانی — دهی زهرم در آبِ زندگانی

مرنج ار گویمت بالا چرائی — فرود آ گرچه بر جانم بلائی

چو خورشید ست خاکِ آستانت — چه حاجت بر شدن بر آسمانت

مده دمهاے سردم را بخود راه — که از آه امین ست آئینهٔ ماه

حذر کن زین فغانِ آتش اندود[۱] — که دیوارت سیه گردد دین دود

نه بینی کاه[۲]ِ جان مستمندے — بلند از دبرین قصرت کمندے

در افگن زلف تا ز آن[۳] رشتهٔ ناز — شوم با چنبرِ گردون رسن باز

اگر بالا نخوانی زین مغا کم — مران از در نه آخر کم ز خا کم

وگر راضی بدان شد لعبتِ نور — که بوسم آستانِ دولت از دور

چو دارد[۴] ذره از خورشید امید — زند ز آن تکیه بر بازوے خورشید

اگر زلفت فشانم بر دلِ خویش — بزنجیرِ درت بندم دلِ ریش

گرفتم خود که یاری را نشایم — مکن خواری که خواری را نشایم

۱ح- آلود   ۲ح- کاب چشم   ۳ق- تا ازان سر

۴ح- که باشد ذره از خویش نومید * که خواهد تکیه بر بازوے خورشید

گناہے زیں قوی تر نیست بر من | کہ دارم دوستی با چوں تو دشمن
روا باشد کہ بندی اے جفا جوے | بجرمِ دوستی از دوستاں روے
اگر محراب دیگر پیش گیرم | ہوائے نفس کافر کیش گیرم
جوانی تہمتِ مردست دانی | بترس از تہمتِ روزِ جوانی
من از نرخِ شکر پرسیدم اے یار | فگندی از بہشتم دوزخی وار
چہ خود راندی بجوے شیر گشتی | شدی ہم شیر خوار و ہم بہشتی
چو اے سنگی از من آیدت یاد | چو بستی نقش خود بر سنگ فرہاد
بسا توشہ کہ مہماں سوخت زاں دود | سگ ہمسایہ با انبانش بربود
گرم جلاب شیریں پیش بودے | ز شکر کے دہانم ریش بودے
ز شورِ شکرم تسکیں نباشد | شکر چوں شور شد شیریں نباشد
گذشت اندر غمت عمری دبل دیر | کہ در رویت ندیدم یکزماں سیر
بہر وعدہ کہ در کارم نہادی | بسا عشوہ کہ در بارم نہادی
قریبت کمتر از جور و ستم نیست | کہ چاہ کور از کور آب کم نیست
مکن چندیں خرابی بر خرابی | کہ شوری تشنہ را در سرابی
نکردم من گناہے در چہ کردم | شفاعت خواہ اینک روی زردم

ق۔ بغیر از ایں گناہے نیست بر من — ح۔ کہ اے رند — ح۔ از من نایدت — ق۔ ساخت

ح۔ سوز — ق۔ گذشت از عمر من بس مدتے دیر — ح۔ چہ — ح۔ خواہم

گناہم گر بہ بخشی شرمسارم | وگر خونم بریزی باتو یارم
گناہ و عذر باشد شرمساری | خداوندی بود آمرزگاری
بدیں خواری مرنجاں بیخودی را | مکافاتیست آخر ہر بدے را
بخوش خوئی تواں با دوستاں زیست | چو بدخو دوست باشد دشمنے چیست
گلے کز بوے خوش نبود نشانش | رہا کن تا برد بادِ خزانش
بآزارِ غریباں دست مکشای | کہ غافل نیست دورانِ سبک پائے
جفائے گر ز تو بر ہمسرانست | بتو نزدیک تر از دیگرانست
چو خواہی پشہ را بشکنی نیش | طپانچہ خود زنی بر گردن خویش

پاسخِ شیریں بمقابلِ تقریرِ دومِ خسرو

دگر بارہ پری روے رسن ساز | فسون تازہ کرد از چشمِ غماز
رطب را خندہ داد و چشم را خواب | رواں کرد انگبیں در جوئے جلاب
دعا را زیر لب پرواز میداد | سخن را چاشنی از ناز میداد
کہ شاہا تا ابد شاہِ جہاں باش | ز مشرق تا بمغرب کامراں باش
جہاں اجری خور بختِ بلندت | سرِ گردن فرازاں در کمندت
شکوہت را فلک زیرِ نگیں باد | کلیدِ عالمت در آستیں باد

---

۱ ؎ ح - خونم ریزیم ہم ۲ ؎ ق شرطیاری ۳ ؎ ح - کان ۴ ؎ ق - جام

من آں طاؤس رنگینم دریں باغ | کہ دودِ دل سیاہم کرد چوں زاغ
نہ تسکینے کہ خود را باز جویم | نہ دلسوزے کہ با او راز گویم
ندانم کیں[1] گرہ را چوں کنم باز | کہ با بیگانہ نتواں گفت ایں راز
نہ بینم رہ چو رویت بینم از دور | چو مرغ شب کہ کورش بینی از نور
شبم در غم رود روزم بہ تیمار | مبادا کس بروزِ من گرفتار
برانم زیں دلِ دیوانۂ خویش | کہ آتش در زنم در خانۂ خویش
دہم بر بادِ حسرت جان و تن را | برسوائی بسوزم خویشتن را
مرا گر سینہ بشگافی بشمشیر | ولے بینی زجانِ خویشتن سیر
تو اے بدخو کہ در جانم درونی | حذر کن زیں جراحتہائے خونی
دلم سوزد ترا دامن نسوزد | کہ میدانم دلت بر من نہ سوزد
من از عشقت چنیں تنہا و مدہوش | تو خوش اندر نشاط و عشرت[2] و نوش
خوری با نازنیناں دوستگانی | پس آنگہ جرعہ بر شیریں فشانی
بہ ہر گلزار مے در جام کردن | پس ایوانِ مرا بدنام کردن
اگر یک[3] رنگ باشی یار نغزی | دو دل لیکن چو بادامِ دو مغزی
دلِ مردم چو گشتا از راست خوئی | مجوز آئینۂ کج راست گوئی
عتاب[4] بر کتر ندارد سود بر من | مزن پیکانِ زہر آلود بر من

---

[1] ح۔ نیارم کیں گرہ با جاں [2] ح۔ نغمہ [3] ح۔ ندارد با دلِ یک رنگ نغزے [4] ق۔ عنایت گرنداری

ترا من یارِ دانستم بهر کار   ازاں در ساختم چوں یار با یار

نه دانستم که چوں شیرانِ سرمست   بخونریزِ من آئی تیغ در دست

مزن در خونِ من چوں چرخِ ناورد   که من[1] چوں آفتابے مانده ام زرد

ندارد بخت من آں زورِ بازو   که باشم چوں توے را هم ترازو

مرا بگذار تا میرم بزاری   که از خواری بتر زنهار خواری

ترا پنهاں بهر برج آفتابے   بهر گوشه بهشتے در نقابے

منم تنها چنیں مهجور مانده   ز نزدیکانِ خدمت دور مانده

روا باشد که با ایں سحر و نیرنگ   ز بے سنگی زنم قاروره بر سنگ

کنم آں گاه با صد زیر دستی   کنیزانِ ترا پایۀ پرستی

همائے کش به پستی رغبت آید   قفائے ماکیانش خورد باید

مبادا ناکساں را کامرانی   که دشوار است با سگ زندگانی

چو خالی گردد از گوهر خزینه   بیاقوتی نشیند آبگینه

بجو دادن نشاید نرخِ کافور   نه بر ظلمت نهادن تهمتِ نور

مخواں سوئے بهشتم زیں خرابی   که با ماهی نسازد مرغ آبی

که دارد[2] ایں روا با حسن رویم   که یک گل با هزاراں خار بویم

من آں بازیِ گرم کز چشمِ طناز   خطا[3] و روم بستانم بیک ناز

---

[1] ق - که من خود آفتابم   [2] ح - چو نومید است با ایں حسن   [3] ح - که چیں و روم

کسے کز بوسہ کردم دلنوازش | بنوکِ غمزہ دانم کشت بازش

چو نرگس را طریقِ ناز بخشم | برم صد جان و از لب باز بخشم

بناگوشم نگر چوں دامنِ گُل | زرُویم[1] خونِ گُل بر گردنِ گُل

مرا زیبد بدیں صنعِ الٰہی | کہ بر خوباں کنم صاحب کلاہی

رسد طاؤس را[2] در شہر دُرّاج | کہ از دُم چتر سازد بر سرِ تاج

مکن خورشید را ہمانِ مہتاب | کہ باہم در نسازد آتش و آب

چو من با سوز خود سازم[3] دریں نام | بیفتد مرغِ آتش خوارہ در دام

نہ سروِ بوستانست ایں تنِ پاک | کہ آلودہ شود پایش[4] بخاک

من آں سروم کہ در دل ساختم جائے | کہ سروِ باغ را در گِل بود پائے

نظر ہر لحظہ در من کرد نتواں | مفرّح را بسیری خورد نتواں

پاسخ خسرو بہ دلبر پُرکار شیریں گلعذار

چو خسرو دید کاں آہوئے سرمست | نخواہد داد شیرِ شرزہ را دست

جوابے با ہزاراں عذر چوں قند | کشاد و کرد[5] شیریں را زباں بند

کہ اے دارِ وے چشمم خاکِ کویت | دلم دیوانۂ زنجیرِ مویت

ولایت دارِ حسنت بیم و امید | براتے پوش رویت ماہ و خورشید

---

[1] ح - بریزم خونِ گُل در دامنِ گُل [2] ح - در پیش [3] ح - بدیں [4] ح - آتش [5] ق - بر شیریں

خیالت کردہ باجاں آشنائی | جمالت چشم جانرا روشنائی
زرخسار تو چشم بادپُر نور | وزاں رخسار زیبا چشم بد دور
بگویم چوں پری از من نہانی | کہ جاں باشد پری تو جان جانی
ترا گر آشنائی صد زیاں بود | اگر بیگانہ گشتی جائے آں بود
منم کز آستانت سر نتابم | وگر تیغم زنی رخ بر نتابم
سرم گر می‌رود در بے گناہی | پذیرفتم بہر نوعے کہ خواہی
ہمی کن ہرچہ خواہی در حضورم | مکن بہر خدا از خویش دورم
گر افتد رغبت کہتر نوازی | کنم بر آسماں گردن فرازی
دگر سوزی ہمی سوزیم چوں عود | کہ ناپختہ بود حلوائے بے دود
مگو چندیں زسوز عشق با من | کہ از دل فرق باشد تا بدامن
غم ہجراں زجان ممتحن پرس | تو معشوقی ندانی آں زمن پرس
گر از من میروی چوں گل ز بستاں | تو از دل باز می‌مانی من از جاں
شبے دارم دریں درد جگر سوز | کہ تا روز قیامت نیستش روز
مگر زلف سیاہت گاہ بازی | شبم را داد تعلیم درازی
من و شبہا و جان محنت اندود | زنورانی تنے چوں سایہ دور

ح ۔ گرم سری بری بر ح ۔ دانی ق ۔ کنم بر آستانت سرفرازی ق ۔ بسوزم گر

ح ۔ ایں ق ۔ زلرزانی

نخسپیم زاولِ شب تا سحرگاہ — گہے ورزہرہ بینم گاہ در ماہ

تو ای خفتہ چو شمعِ صبحِ بے سوز[1] — چہ دانی حالِ ایں شبہائے بے روز

درِ صبحِ امیدم بے کلید ست — کہ پایانِ شبِ غم ناپدید ست

ز آہِ صبحدم در ہر خراشے — خورم پوشیدہ در جاں دور باشی

نہ مہرے کو دلم[2] را گرم دارد — نہ بختے کز غریباں شرم دارد

بخواہم ریخت خونِ خود بشمشیر — کہ شیرِ گرسنہ از جاں بود سیر

ہمہ[3] روزم بہر سوئے دل و ہوش — مگر جائے ز وصفت خوش کنم گوش

ہمہ شب چشمِ حیرت بر رہِ[4] باد — مگر وقتے ز بویت دل کنم شاد

من از دل دارم ایں غم ترکِ آرام — کہ می[5] افتد ز دانہ مرغ در دام

ز تو چندیں غمم بر دل نہانی — ہنوزت دوست میدارم کہ جانی

من از فرقِ تو موئے کم نخواہم — تو از پشمِ کساں دوزی کلاہم

نداری[6] شرم کاے محرابِ نوشاد — کنی پائیں پرستِ خیدرا یاد

گرفتم خود کہ ماہِ آسمانم[7] — نہ آخر خاک روبِ آستانم

چو تو غمزہ زنی زاں[8] نرگسِ مست — ز تو یک تیر وز ایشاں نشست در شست

کبوتر خوش پرد[9] بر چرخِ نیلی — ولے شاہینش زیر آرد بسیلی

---

[1] ح - تو ای خفتہ چو شمع مردہ [2] ح - سرم را [3] ق - نہادہ دائما دل بر رہ ہوش [4] ح - در

[5] - کہ مرغ از دانہ پر کم شد نہ از دام [6] ق - نداری شرم اے محراب مستاں - کہ آری یاد بعض بت پرستاں [7] ح - آسمانند

[8] ح - از ناوک [9] ق - رود بہ برجا

بباز ی گاہِ کبکاں گاہ بازی — کلنگاں را نزیبد با درازی

چو گیرد چشمۂ خورشام تاروم — دراں چشمہ چو اصل کے شود بوم

چو شعلہ بر فروزد آتشِ تیز — زخارِ خشک نتواں کرد پرہیز

مبیں آتش کہ در خس زود گیرد — کہ گرچہ زود گیرد زود میرد

اگرچہ تاب شہوت گرم خیز ست — بیک قطرہ بمیرد گرچہ تیز ست

مراجانیست عشقت نے ہوائی — بآساں چوں تواں از جاں جدائی

چراغِ عشق را مدت درازست — کہ تا صبحِ قیامت سرفرازست

بزاری گو مپیت در ساز با من — مباش از پردہ سنگ انداز با من

فسوں سازی بسے کردم بگفتار — براں غمزہ نکرد افسون من کار

کنوں تدبیر کارم بر دبار نیست — کہ با خاماں ستیزہ خامکار نیست

سفالِ خام چوں بینی بفرہنگ — ز آلیش رخنہ بیش افتد کہ از سنگ

ثبت خوش باد مگس آشنائی — کہ دارد طاقتِ دردِ جدائی

بجلس گر نخوانی میہمانم — کم از خوں ریختن بر آستانم

پاسخ شیریں عیار بہ فرہاد جاں نثار

دگر بارہ نگار سرو بالا — کشاد از لعل تر لولوے لالا

ح۔ جوانی چوں برآرد — ق۔ کہ صبحش تا قیامت دیدہ بازاست — ق۔ مگس از آشنائی

که شاها جاوداں فرماں روا باش | بملکِ ہفت کشور پادشا باش
بخسرو گفت کاے چشم مرا نور | مبادا از روے خوبت چشم من دور
مبادا بے تو جوے ملک را آب | بدورانِ تو چشمِ فتنہ در خواب
غمت پیوستہ شیریں را بجاں باد | دلت بر جانِ شیریں مہرباں باد
مکن بازی کہ ہمانم بجوییت | کہ گم شد میزباں در جستجوییت
مرا گشتی و من از مہربانی | گہت جاں خوانم و گہ زندگانی
دلم آتش زدی جانت چہ خوانم | کبابم ساختت مہمانت چہ خوانم
بدیناں منظرے کس سرِ بجاہست | بشستت و مرا زندانِ چاہست
بدیوارش من مہجور بندی | ز خونِ دیدہ کردم نقشبندی
ترا کے خواہم اینجا میہماں کرد | بزنداں میہماں را چوں تواں کرد
مگر یک عذر تنگم در ضمیر ست | کہ یوسف را ز زنداں ناگزیرست
من و کنج و شب تاریک و داغے | کہ آہِ من نیفروزد چراغے
چناں ماندم بکنجِ خانہ نومید | کہ از سایہ نہ بینم روے خورشید
دریں تلخی چناں شد جوے شیریں | کہ می ناید مگس ہم سوے شیریں
کجا جوید مگس را اندریں غار | تنیدہ عنکبوتانش بدیوار
دریں گوشہ من از بس تنگ قوتی | چو دیدہ در نقاب عنکبوتی

ق۔ حال ق۔ مگو با من ق۔ تنم خویش ح۔ چوں دانم ق جاوید ق۔ روی ق خرم اند

دلم خوں شد ازیں تیمار خوردن | درونم خستہ شد زیں خار خوردن
تنِ من استخواں شد زآرزویت | کہ سوے من سگے نامد زکویت
کسے را دوست باید خواند[۱] وہمدم | کہ باشد ہمدم اندر شادی وغم
نہ یار اغیار گو آنرا کہ در کار | بشادی یار باشد در غم اغیار
نہ توسن کاشتر خوار و حرونست | کہ در جو حاضر[۲] و در تنگ زبونست
غمت در من چناں گشت آتش انگیز | کہ خاکستر شدم زیں آتشِ تیز
ہنوز اندر طریقِ عشق خامم | کہ یاد[۳] آید ہنوز از ننگ و نامم
چو باشد تشنہ را اندر جگر تاب | خنک باشد زبیروں ریختن آب
بروں[۴] عصمت کہ سینہ پر زسوزست | چو غسل روزہ دار اندر تموزست
مرا کزیں خستگی در دل بود دود | بروں مرہم نہی کے دارد م سود
دلم صد پارہ شد کز آہ خونی | فرو خوردم بسے تیغ درونی
کنوں بیں تا چہ ساں در ہر دریغے | ز دل بر میکشم چوں برق تیغے
تو در پیش چنیں شمشیر بازی | مکن باچوں منے گردن فرازی
خدنگِ مستمنداں را مبیں نرم | کہ از خورشید رخشاں بگذرد گرم
بسے کوشیدم اندر پردہ پوشی | کہ پوشم نالہا را در خموشی
وہاں بر دوختم از ناوکِ آہ | فرو خوردم سناں ہائے جگر کاہ

۱ح۔ گفت ۲ق۔ جلد و اندر ۳ق می باید ۴ق۔ درون عصمت کہ بیروں

کنوں کز بیخودی شد طاقتم طاق | ندارد برگِ بودن جانِ مشتاق
زدل تا چند جوشم چوں خمِ مل | بروں خواہم فتاد از پردہ چوں گل
گرفتارم بدستِ ایں دلِ زار | مبادا کس بدستِ دل گرفتار
ترا کاگاہی از خود نیست درمے | زحالِ من خبر کے باشدت کے
دل آسودہ نشناسد کہ غم چیست | ستم نادیدہ کے داند ستم چیست
تو خوش خوش میخوری عیشِ ابد را | خورم من ہم ولیکن خونِ خود را
مرا درمے کباب از پہلوی خویش | کہ بہرِ چوں توے سوزم دلِ ریش
ترا باشد سماع از پردۂ ناز | مرا ہم ہست لیک از پردۂ راز
چہ افتادست نے نومیدم از خویش | کہ ببریدہ است دل امیدم از خویش
ہنوزم رخ چو برگِ یاسمین ست | ہنوزم سروِ بالا نازنین ست
ہنوزم گیسواں شوریدہ کارند | ہنوزم آہواں مردم شکارند
ہنوزم سیبِ سیمیں نارسیدست | ہنوزم درج لولوے کلیدست
ہنوز از لب سرِ خونریز دارم | ہنوز از غمزہ پیکاں تیز دارم
ہنوز اندر سرم صد گونہ نازست | ہنوز افسانۂ زلفم درازست
نہ زلفست اینکہ از آفت نشانست | کمندِ گردن گردن کشانست
چو زنیساں گردنے گردی کمندم | بآزادی رواز من تا نہ بندم

ل ق. تن ایں ۲ ح. کہ غم ۳ ق. تو خوش مے ۴ ح تار ۵ ح نالہ زار

پاسخ خسرو پرویز به شیرین شکرریز

جوابش داد شمع تاجداراں — که اے چشم و چراغِ گلعذاراں

ز تو هر تار مو جاں را کمندے — ز مویت هر خمے در سینه بندے

همه ساله چو بخت خود جواں باش — همیشه همچو دولت کامراں باش

مبادا چشم بد را با رخت کار — ز گلزارِ رخت در چشمِ بد کار

بے خوردن مزن طعنِ خرابے — که خونها می خورم از بهرِ خوابے[1]

ز بیخوابی چو گردم مست و بیتاب — کنم زیں نوش دارو دارو‌ے خواب

نه خواب از بهر راحت خو است آں کس — که بهرِ دیدنے دیدار تو بس

چناں از دیدنت در خواب مستم — که از نادیدنِ رویت برستم

دریں غم زان دمادم باده رانم — که چوں بیخود شوم غم[2] ترا ندانم

بلے آنکس که نیشے بایدش خورد — دهند افیوں که نبود آگه از درد

همه عیبم بستی می نمائی — نمے گوئی[3] که دیوانه چرائی

ز جامِ باده می بینی خمارم — خرابی می نه بینی کز تو دارم

ز می گر جرعهٔ در کام کردم — ز تو طوفانِ[4] خوں آشام کردم

ازاں جرعه چه می پرسی که چوں نیست — دریں طوفاں تماشا کن که خوں نیست

---

[1] ق - آبے [2] ح - خودرا [3] بمن گوئی [4] ح - زطوفان خون خود

نه من می نوشم از عشرت شرابے | که بر سوزِ جگر میریزم آبے

ولیکن دوزخے زینگونه پُرتاب | کجا کُشته شود از قطرهٔ آب

چو یاد آرم ز تو کز خود خرابم | روان از سر فرود آید شرابم

منم ہر روز وایں اشکِ جگر سوز | تو پنداری که من مستم شب و روز

بلے آنکس که او سرمست ماند | همه کس را چو خود سرمست داند

من از یادِ تو ہر ساعت بحالے | ترا در کارِ من ہر دم خیالے

بلے اندر حقِ یارانِ جانی | عجب نبود ز خوبان بدگمانے

بتاں را با کسے کافزونست یاری | بروافزوں بود نا استواری

توئی آں شیر گیر اندر تگِ خویش | بس آہوگیر گشتی[1] از سگِ خویش

مریز اندر سرم جوشِ جوانی | به بخشایم بهر نوعے که دانی

ستانی جاں و هم نبود مرادت | دهنده زیں زیاں صبرے[2] دهادت

دلم پُر آتش و دیده پُر از آب | میانِ آب و آتش چوں کنم خواب

ترا گر داد ایزد خوب روئی | مرا خود کشته دیگر چه گوئی

تو خود آگه نهٔ ز اندازهٔ خویش | بپرس از جانِ بے آوازهٔ خویش

چه آگه ذوق خود را شکر و شیر | شناسد آنکه باشد چاشنی گیر

تو دانی وصف خود کردن زبانی | ولے چوں من که می سوزم ندانی

---

[1] ح - گردی   [2] ح - سیری

نمک را در زبان لذت مبین بیش ‌ ‌ ‌ بپرس آنرا که میریز ریش بر ریش

زمن پرس آفت زیبائی خویش ‌ ‌ ‌ که گردم در سرت بینائی خویش

گره زد طالع اندر کار بختم ‌ ‌ ‌ ندانم بر چه طالع زاد بختم

مرا کین روز غم تاریک فامست ‌ ‌ ‌ بزلف و خالِ شب فامِ تو وامست

نه خالِ عارضی دارد جمالت ‌ ‌ ‌ که هم با تو زمادر زاد خالت

تو خوی فتنه از بیداد داری ‌ ‌ ‌ کز ینسان خال مادر زاد داری

ازاں شد روسیاه این خالِ خونخوار ‌ ‌ ‌ که خالِ تست و دارد با لبت کار

ندانم تا چه خوانم مذهبت را ‌ ‌ ‌ که خالت[ن] هم همی گیرد لبت را

من آیم بر درت ناخوانده هر بار ‌ ‌ ‌ بسانِ گوسفندانِ علف خوار

تو بے رحمت زچشم فتنه انگیز ‌ ‌ ‌ کشی خنجر چو قصابانِ خونریز

بلے بز را چو آید آخرین خواب ‌ ‌ ‌ بپائے خود رود در کوئے قصاب

کنون گشتم زجاں تسلیم رایت ‌ ‌ ‌ بکن هر چه اندراں باشد رضایت

مبین شاهم که خاکِ آستانم ‌ ‌ ‌ مکن با خود برابر داستانم

اگر گل چرب تر باشد مبر ظن ‌ ‌ ‌ که گیرد خاکِ تیره جای روغن

ولے گل خواره کش غیرت بدل نه ‌ ‌ ‌ زروغن توبه نتواند زگل نه

مرا کین مردمی از چشم تو رست ‌ ‌ ‌ برادر خوانده خاکِ درِ تست

ن ح ـ که خالے هم تنے گیرد

چنانم رد مکن زیں خاکِ پُرنور   که خویشانرا ز یکدیگر کُنی[1] دور

مشو بیگانه چوں دو چشمِ بدکیش   بیاموز آشتی از دو لبِ خویش

چو گردد هر دو لب با هم یگانه   نفس هم در نگنجد در میانه

دو دیده در جوار هم نشیند   که هرگز روے یکدیگر نه بیند

جوابِ شیریں به خسرو پرویز

دگر باره کشاد آں سروِ گلرنگ   چو از تنگِ[2] نبات آں غنچهٔ تنگ

اجازت داد لب را شهد بیزی   صدف را شغلِ مروارید ریزی

دعا را با عبارت داد پیوند   که بادا تا ابد گیتی خداوند

زده رایاتِ تو بر آسماں کوس   درت را دولت و بخت آستاں بوس

سرے کو تافت گردن از دوالت   دوالک با دفتراک جلالت

کنی چوں انگبینِ تلخ را نوش   چو شیریں ساقیٔ بادت در آغوش

تمناے شه ار کهتر نوازیست   کنیزاں را چه جاے سرفرازیست

اگر مهماں فرود آئی ره اینک   دگر خونریزیم بسم الله اینک

نه یک جاں گر صد و گر صد هزار است   چو تو خواهی مرا با آں چه کارست

ببر جانِ وامانم ده زداغے   دریں ویرانه گو کم گیر زاغے

---

۱ ق - کند   ۲ ح - سر تنگ نبات از غنچهٔ تنگ

ترا صد نافه در مشکوے بر مشک | چه میخواهی ازین یک ہیزم خشک
گر آں دولت ندادایں بخت جوشاں | که در گنجم لبلبک سفته گوشاں
توانم ایں که بر بام سرائے | ہمہ نو بینم و گویم دعائے
ازاں بالاتر آمد ماه منظور | که هر کس را رسد نزدیکی و دور
مرا ایں دولتے بود آسمانی | که گردی بر سرم دولت فشانی
ترا چوں تو سرے باید فلک سائے | که تعظیم ترا خاکی کند پائے
چه برخیزد ز من جز باد سردے | که افشاند ز دامانِ تو گردے
چه در خورد تو ایں زندانِ پُر شور | کجا گنجد سلیماں در بنِ مور
گر افشانم ہزاراں کان گنجت | نباشد دست مزد پائے رنجت
مگر از دیده ہمچوں شرمسارے | کنم ہر لحظه در پایت نثارے
اگر میدار داز بو بخت دورم | چه پنداری که از رویت صبورم
بجانِ تو که جانم بے قرارست | شبم سالے و سالم روزگارست
ز عشقِ پائے بوست آں چنانم | که در لب متکف گشتست جانم
ولے ز اختر ہنوزم جنگ باقیست | که ایں ناموس و نام و ننگ باقیست
دہد ہر دم بگوشم عقل ہموار | گزیں آلودگی دامن نگہدار

ح - خوانم | ق - دہد نزدیکی از دور | ق - ز چوں من

ح - از در مور | کشم | ق بجاں سوگند ہر جانم قرار نیست | ح - رہ دار

دگر رہ گویدم حبانِ ہوائی　　کہ عشقست آخر ایں نہ پارسائی

مبادا عشق و تقویٰ باہم افتد　　کہ بامے پارسائیہا کم افتد

دلم خوں شد ز جوشش چند جوشم　　بخاشاک آتشی را چند پوشم

بعصمت با تو نتواں زد پر و بال　　کہ تیہو نازکست و چرّہ قتّال

چو مرغابی کند رغبت بہ پرواز　　بدشواری جہد از چنگلِ باز

ور آلودہ شود ایں دامنِ پاک　　بریزد آب رویم حملہ بر خاک

مبادا گر دل از من ننگ دارد　　بزرگانِ مرا گوہر کند خرد

بنامِ نیک باید کام جستن　　کز آبِ روے نتواں دست شستن

چہ خوش گفت آں گلابی در گلستاں　　کہ گل بستان و آبِ روے مستاں

مبیں مقنع کہ آخر پادشاہم　　بہر موئیست پنہاں صد کلاہم

زہمت با کواکب ہمعنانم　　بہ رتبت با فلک ہم داستانم

ستارہ گرچہ در گوہر بلندست　　ولے بر آتشِ رویم سپندست

بگردوں آنکہ از سبزی نشانست　　سرِ سبزم بگردوں سوز از انست

اگر در لعبِ میداں آیدم رائے　　بیک ناوک ربایم صد دل از جائے

پلنگ آسا کشم چوں گور در زیر　　کلہ ہمچوں زنن از ناخن کند شیر

گلاہم [1] از خوے شاہانست در موے　　زخونِ غازیانم غازہ بر روے

---

[1] ح ۔ کلاہم از خوے

چو شیر ماده گرد از زلف زنجیر	کند گلگونه لیک از خونِ نخچیر
بمجلس هر گل از من بوستانیست	در آیم در وغا هر مو سنانیست
نه خسرو گرچه کیخسرو بود یار	نتابم گر بشمشیر او فتد کار
فشانم خونِ تر چون قطرۂ میغ	ولیکن کے کشم بر دوستان تیغ
بجز تو هر که باشد گو بیا پیش	که تا در پاے خود بیند سرِ خویش
بملک ار هست خصمِ کوه بنیاد	بگو تا زاں دهم هر ذرّه برباد
هراں کارے که باشد بر تو دشوار	حوالت کن بمن امین شو از کار
ز تو در آئینه نظّاره کردن	ز من سدِّ سکندر پاره کردن
چو باشد کار فرما را دلِ شیر	تواند کرد سوزن کار شمشیر
مرا عشقت چنیں کرد ست بی زور	که شیریم بر وبیت با همه شور
وگرنه من بحسن آں آفتابم	که نتواند فلک دیدن بخوابم
مداں زینگونه هم خورشید را پست	کزاں چشمه بشوید هر کسے دست
سرِ خود گیر کیں در پاے گیر ست	که افسونت نه با ما جاے گیر ست
بگفت این و کشید از دل یکے آه	که آتش در گرفت اندر دلِ شاه

ن ح - فشانم بر تو نیز این قطره چوں میغ

فرود آمدنِ شیرین از بامِ قصر و خسرو را بقصر در بر آوردن

چو خسرو پاسخِ دلدار[1] بشنید | بگوشِ خود حدیث[2] یار بشنید

فرود آمد ز چشمش سیلِ اندوه | چو بارانِ بهاری بر سرِ کوه

کنیزے شد صنم را تنگدل کرد | که ابر از گریه دریا را خجل کرد

شکر لب چوں شنید ایں داستاں را | شکیبائی نماند آں دلستاں را

خرد را خواست تا خود[3] پائے دارد | بمستوری قدم بر جائے دارد

بسے کوشید جانِ مستمندش | نیامد پند با دل سودمندش

چو بے طاقت شد از تیمار خوردن | وزاں صبرے نہ بر[4] ہنگام کردن

دل از عقلِ خیال اندیش برداشت | حجابِ نام و ننگ از پیش برداشت

ز بے صبری دوید از پرده بیروں | حیا را مقنع از سر کرده[5] بیروں

چو آمد پیش آں آزردهٔ خویش | پشیماں از خود و از کردهٔ خویش

بزاری پائے شہ بوسید غمناک | چو آبِ چشمِ می[6] غلطید در خاک

چو شہ[7] آں دید دودش در سر افتاد | ز پشتِ زیں چو مدہوشاں در افتاد

---

[1] ن ح - دلخواه　[2] ن ح - ز شیریں آه　[3] ن ح - باخود　[4] ن ق - ہنجار

[5] ن ح - برده　[6] ن ح خود　[7] ن ح زبس دوراں که او را بر سر

فتاده هر دو تن تا دیر ماندند — بدل تشنه بدیده سیر ماندند

چو باز آمد ز صفرا هر دو را هوش — صنم برخاست با صد عذر چون نوش

بخواهش دست زد در دامن شاه — بقصرش برد خالی کرد خرگاه[1]

نشاندش بر سریر گوهر آمود — زمین را کرد از لب شکّر آلود

نمازِ شام بود و شمع در تاب — که آن خورشید شد مهمان مهتاب

شب از گیسو جهان را سایه کرده — ستاره ماه را پیرایه کرده

چه خوش باشد به نوروزِ جوانی — شبِ وصل و شرابِ ارغوانی

بآئین بزمگاهے ساز کردند — کز آن فردوس در باز کردند

ز بوے خوش که سر بر ماه میزد — صبا را وقت[2] رفتن راه[3] میزد

نسیم از سوزِ[4] شیرین گرد میرفت — سپند آسا بر آتش پاے میکوفت

ز سوے[5] شاه چندے محرمِ راز — درون خواندند با صد پوزش و ناز

در آمد باربد طنبور در دست — پیاله نوش کرد و شاد بنشست

وزان جانب نکیسای خوش آهنگ — بخارید از سرِ ناخن رگِ چنگ

نوائے میزدند آن دو[5] نوا سنج — که جان[6] از تن فرو میرفت بی رنج

ز زخمه باربد گشت ارغنون ساز — غمِ دیرینه را برداشت آواز

چنان کز صبر کرد اندیشه را طاق — فرو خواند این غزل بر رسم عشاق

---

[1] ح - درگاه [2] ح گاه [3] ردے [4] ق - زبیرون نیز [5] ق - هر دو استاد - [6] ق - کجان بر داشتی هر لحظه فریاد

غزل سرائے باربد از زبانِ خسرو

چہ فرخ ساعتے باشد ز تقدیر | دو عاشق را کشند[1] باہم بتدبیر

گہے خوش خوش بشادی جام گیرند | گہے در بزم[2] وصل آرام گیرند

گہے بر سرو و سنبل دست مالند | گہے افسانۂ ہجراں سگالند

گہ از لبہا نصیبِ جاں ربایند | گہ از دلہا غبارِ غم زدایند

کسے کیں خو است[3] بخش را آستینست | کلیدِ دولتش در آستین است

اگر جمعیتے داری زیاراں | فرو مگذار شکرِ حق گذاراں

کہ گردوں گرچہ چندیں دیدہ دارد | دو مردم[4] را قریں دیدن نیارد

دو تن کز چرخ دایم در امانند | مگر جوزا و یا خود فرقدانند

شرف زاں می کند مہ از ثریا | کہ او جمعیتے دارد مہیا

بنات النعش کافتاد از روش دور | پراگندست ازاں ماند[5]ست بے نور

بہ بیں چند انجم آرد چرخ باہم | کہ تا یکجا[6] دو تن آرد فراہم

دو روزے کز غلط کامی بر آید | فریب آسمان خوردن نشاید

اگر خواہی کہ چندے زندہ مانی | مخور با ہیچ دشمن دوستگانی

---

۱ ح ـ بکند   ۲ ح ـ یکجا بوصل   ۳ ق ـ کو خواب   ۴ ق ـ دو تن باہم

۵ ح ـ کافتاد   ۶ ح ـ دو دل گردد

بسا شربت که خوش دارد دهانت — چو خوردی باشد آں آسیب جانت

تو کوشش کن که صحبت جمع ماند — زمانه خود پراگندن تواند

پس از عمرے بود پیوند خویشاں — شود صد جمع در یکدم پریشاں

شود گرسی بچندیں روز موجود — بیک زخم تبر هیزم شود زود

درختے کش زمیں صد سال پرورد — برآرد باد ازاں در یک زماں گرد

جہاں با دست و مردم خاک بیباک — بہ باد اندفراہم کے شود خاک

رُخ پیمانہ گر زندی فسانہ است — کلوخ انداز گنجشکانِ خانہ است

چو مرغاں را بہار آرد بہم تنگ — ببارد ابرِ نوروز از ہوا سنگ

چرا گل بست بارِ برگ بر دوش — قفائے برگ ریزش در بنا گوش

غنیمت داشت باید روزگارے — کہ پیوند وفا یابی بیارے

قران سعد چرخ آنرا قرینیست — کہ یار دلپذیرش ہمنشین ست

حریفے کش نہ بار غبت نشستست — بود عفریت اگر حورِ بہشتست

کسے کز دل نباشد سوے تو روش — ز دل پیش از نظر گردد فراموش

بیا اے دیر یاب و زود پرہیز — چو شربت دادیم تلخی میانگیز

تو آں گنجی کہ در جانِ خرابی — چو گنجِ مفلساں زاں دیر یابی

۱ح - دست شو یا ندز ۲ح - کند کرسی بماہے تیشہ ۳ق جفاے برگ ریزش دربن گوش

۴ح - اد ہوش ۵ق - جان وجہانی ۶ق - مانی

دلم گر تو نسیمِ یاسمیں یافت
مگس گوئی کہ بوئے انگبیں یافت

چہ رانی چوں مگس از انگبینم
کہ گر تیغم زنی دامن بچینم

مکن پرتابم اے ترک کماں گیر
کہ بستاں خرّمست و خانہ دلگیر

کسے کو را بود زینگونہ روئے
چرا گوید حدیث رنگ و بوئے

مرا کنجے کہ در پیشت نشینم
بہ از باغے کہ بے روئے تو بینم

چو مرغ آمیختہ[1] با مردم زدانہ
قفس جوید بجائے آشیانہ

بہشت و بوستاں بے دوست زشتست
بروئے دوستاں زنداں بہشتست

من و جام مے و زلفِ دو تا ہست
بہشت و باغ من روئے چو ماہست

چو من زاں روئے گلرنگت شدم شاد
رہا کن سرخ گل را تا برد باد

چو آمد در کنارم سرد گلروے
ممان گو ہیچ سروے بر لبِ جوے

چو دستِ باربد زیں نغمہ تر گشت
زمیں پر قند و مجلس پر شکر گشت

ترانۂ نکیسا از زبانِ شیریں

نکیسا خود فسون جاں ز بر داشت
باہنگ حجاز ایں نکتہ برداشت

چہ روزست اینکہ بختم سازگارست
بدستم بادہ[2] و مہ در کنارست

شگوفہ می کند شاخِ جوانی
خضر میر یزد آبِ زندگانی

---

[1] ق۔ آموختہ [2] ق میم بر دست و یارم در کنارست

بهر سو ارغنونِ عیش در ساز | بهر جانب درے از خرمی باز
خمار شوق با مے میشود یار | سرودِ عشق در جاں میکند کار
شبم را دیو فتنه مست خوابست | چراغم را زباں بر آفتابست
زمانه جبههٔ شادی کشاده | غم از دل رخت در صحرا نهاده
صراحی باز کرده چشمهٔ نور | براتِ سلسبیل آورده از حور
نه بزم ستا اینکه بویش جان سرشتست | که نزهت خانهٔ هشتم بهشتست
مگر رضواں که شد مهمان ما دوش | کلیدِ خانه کرد اینجا فراموش
مگر حوراں صداے ما شنیدند | که پرساں کوبکو اینجا رسیدند
مگر مژده بجیب ست آسماں را | که می بوسد بتعظیم آستاں را
مگر باران رحمت دُر فشاں گشت | که موجِ عشرت از آفاق بگذشت
مگر سیل آمد از دریاے مقصود | که شد پاے حریفاں گوهر آمود
مگر ابر وفا بر شد بخورشید | که از سر تازه شد گلزار امید
مگر دولت صبا را یافت رهبر | که ناخوانده دروں می آید از در
مگر باغ سعادت غنچه بکشاد | که بوے آشنائی می دهد باد
درا اے ساقیِ خورشید پایه | بفرق دوستاں انداز سایه
بنوشانوش فرخ کن زماں را | صلاے خوشدلی در ده جهان را

ن ق - شراب و شوق باهم   ن ق - از در

روا کن شربتے کز بزمِ شادی | فروشوید غبارِ نامرادی
چناں زن موجِ عیش از جوی جلاب | که کشتی بشکند غم را بگرداب
رسید آں میہماں کز من جدا بود | دلم وز دیدہ و در بزمِ آشنا بود
سحرگہ خفتہ بودم نیم ہشیار | که باد از آبِ چشمم گرد بیدار
نسیمِ گل که در بالینِ من خفت | غبارِ صندلِ از گیسوے من رفت
رسید از مہرِ یارانے بسویم | ز خونِ آشنائی شست رویم
زہے خوابِ گرانم صبح تا شام | که از خوابم گراں گشتست اندام
مجنباں ہر دم اے بادِ آستینم | که ژولیدہ است برگِ یاسمینم
چہ ابتو ہیست دورِ دولت از پیش | که تا بینم بمقصودِ دل خویش
وہم دل طعمۂ زاغِ کمانش | بخونِ دل کنم رنگیں عنانش
بدیدن نیست سیر این جان پر جوش | بہر دم تشنہ و دریا در آغوش
تو در خواب آمدی یا خود خیالست | که در بیداری ایں دولت محالست
توئی یارِ شدے نمی گردد یقینم | بمالم دیدہ و انگه در تو بینم
اگر جانست گو بیوند جانست | گواہی میدہد دل کیں ہمانست
مرا با یار خود خوش می برد خواب | بہ بند اے ابرِ تیرہ چشمِ مہتاب

لہ ح ۔ حسرت — ٹہ ق ۔ بازوے — تہ ح ۔ ز خوے — ثہ ق ۔ دورِ اے دولت

نہ ق ۔ یارب که میگردد — تہ ق ۔ اگر

بگو اے پاسباں با صبح گہ خیز | کہ چشمہ بار در دریا فرو ریز

بگو اے زہرہ گردوں را بتعجیل | کہ پیشِ چشمِ بد شو پردۂ نیل

کسے را کز[۱] وصالِ دوست روزیست | ہمہ عمرش نشاط و دلفروزیست

کسے کز خوبرویاں بہرہ مندست | اگر در پائے شاں غلطد بلندست

نہ دولتمندی از تاج و نگین ست | ز خوباں روزی اینک دولت اینست

رخِ خوب و مے لعل و جوانی | چو ایں نبود چہ باشد زندگانی

نکیسا چوں زد ایں راہِ رواں را | بتاراج از حریفاں برد جاں را

نوائے باربد جانِ دگر داد | خرابِ عشق راستی ز سر داد

بداں[۲] ساں ایں غزل زد راہِ شیریں | کہ آتش زد بخسرو زراہ شیریں

نغمہ باربد بزبان خسرو پرویز

زہے روشن چو نورِ صبحگاہی | فروغِ رویت از مہ تا بماہی

غمت چشمہ کشائے اشک گلرنگ | وصالت چارہ سازِ سینۂ تنگ

بیک گنجِ لبت پنہاں دلِ زار | بگنجِ دیگرش صد جانِ افگار[۳]

کند چوں باد ازاں زلفِ سمن سا | صبا بر روئے گل ترساں نہد پائے

مکن زنجیرِ مشکیں را گرہ گیر | کہ نتواں داشت دل در تن بزنجیر

۱: کسے کو را وصالِ یار ۲: بدانساں ایں غزل زد در رہ تیز کہ آتش زد بشیرین و بہ پرویز ۳: گرفتار

کسے کش دل بزنجیر چنانست	اگر دیوانہ گردد جائے آنست
تو در خوابی و خون خلق بیدار	مکن گردن بہ چندیں خوں گرانبار
حریفیت بس کہ بیداری نداند	ورت در خواب بیند خفتہ ماند
مرا از نالہ شد کام و زباں ریش	فراقت ہم بر آں خونریزی خویش
بگاہ حملہ گرگِ تیز دنداں	نترسد از نفیر گوسفنداں
اگر دستم دہد دورانِ افلاک	نخواہم شد مگر پیشِ درت خاک
بآہِ عاشقانِ ناشکیبت	بناز و غمزۂ جادو فریبت
بداں برقع کہ پوشد ماہ در میغ	بداں نرگس کہ بر جانم زند تیغ
بداں شکر فشاں قندِ نمک سود	کزاں گردد عبارت شکر آلود
بداں بالائے ہمچوں سروِ آزاد	کہ پیشش بندہ شد نسرین و شمشاد
بداں موئے پریشاں گاہِ مستی	کہ فتوٰی میدہد بر بت پرستی
کہ یک دم زیر پایت جانفشانی	بہ از صد سال بے تو زندگانی
رخت چوں شمع میسوزد نہانم	کزاں خورشید روشن باد جانم
چو نوشی بادہ و لب را کنی پاک	بیفشاں جرعۂ آخر بریں خاک
دگر ندہی مے زاں جامِ لب گیر	کم از بوے بدستِ بادِ شبگیر
اگر دولت نداد ایں احترام	کہ رنجانی زبانِ خود بنامم

لہ - بچوں کس گرفتار ئہ - تشنہ تہ - کزو تہ - فشانم ثہ - زندہ مانم ثہ - درم

دعایت را که گویم صبح تا شام
مرا آخر زبانے ہست درکام

مشو بیگانہ کآخر آشنا یم
بہ دشنامے ہمیں ارزد دعایم

ازاں گاہے کہ بازارِ تو شد تیز
بنو داز مشتری جز مہ درم ریز

فروشد چشمۂ خور در غورِ شرم
کہ داری روز بازارے چنیں گرم

دریغا زاں جہاں دکّانِ پر قند
خریداراں بچشم از دور خورسند

مروّت چون نگیرد آستینت
کہ بنشیند مگس بر انگبینت

دراں رشتہ کہ نرخِ جاں پشیز ست
چو من خالی نگہ کن تا چہ چیز ست

نہ پندارم کہ ہم باشد بجانت
چو من کاسد متاعے در دکانت

ندارد قیمتے سوزاں دلم ولے
کہ آتش رایگاں باشد ہمہ جائے

ندارد بیش ازیں حاجت وجودم
کہ در خدمت قبول افتد سجودم

کنم گر خدمتت صد سال و بل دیر
بوم صد پایہ از پائیں گہت زیر

کند چوں بیشہ استقبالِ صرصر
بود اول قدم صد گام پس تر

چہ باید خس نشاندن در دلِ آب
کہ بیروں افگند آبش[1] بہ پیرتاب

چہ باید بر ہوا افگندن آں سنگ
کہ بازش سوئے پستی باشد آہنگ

بخاکِ رہ فروشد بے گناہے
کم از دنبالِ چشم آخر نگاہے

گرم ندہی بخود نزدیکی اے نور
تماشائے توانم آخر از دور

---

[1] ق - آتش بہر بات

اگر وصلت چراغ افروزِ مغز ست | بحمد اللہ کہ ہجراں نیز نغز ست
اگر شادی زجانم رخت بربست | غمت را زندگانی باد کوہست
باقبالِ غمت زاں گونہ شادم | کہ ہیچ ایام شادی نیست یادم
غمت را تا چو جاں در تن گرفتم | طرب ہائے جہاں دشمن گرفتم
ہمیشہ شاد بودن تیرہ رائیست | شکستِ دل نشانِ روشنائیست
درختِ سایہ ور گر بشکند شاخ | در آید آفتاب از راہِ سوراخ
چو رودِ بار بدزیں خوش ترانہ ق | پر آب زندگانی کرد خانہ
نکیسا زاں رحیق کوثر آگیں | شرابے ریخت در جامِ نگاریں

غزل نکیسا از زبانِ شیریں

سحر گاہاں کہ نرگس مست برخاست ق | پیالہ برگرفت و مجلس آراست
نسیمِ صبح مستاں را بگلزار ۲ | بجنبانید دامن کرد بیدار
ہنوزم بود خوابِ ناز در سر ۳ | زبوے دوستگانی مغزمن تر
زبادِ صبح میزد بوے عودم ۴ | میانِ خواب و مستی می غنودم
کہ در آغوشم آمد زاد سروے ۵ | چو طاؤسے بمہمانِ تدروے
ازاں سایہ کہ دولت برمن افگند | گلم در جیب و مہ در دامن افگند

ل عالم ۲ از شادی کس ۳ راکش ۴ گوہر آئین

دراں خوابِ خوش از بیداری بخت | ہنادم بر ثریا پایۂ تخت
بہارے دیدم از لطف آفریدہ | خضر زآبِ حیاتش پروریدہ
نشاطم تازہ کرد از بادۂ ناب | خمارم را شکست از بوی جلاب
بہ بوسہ دل ستد جاں رائگانے | بنامیزد زہے بازار گانے
چناں کرد از شرابِ بوسہ مستم | کزاں آواز خوش از جائے جستم
چو کردم چشمہائے نازنیں باز | حریفِ خواب را دردادم آواز
بہارم خود چو گل در آستیں بود | خیالِ خوابِ سروِ راستیں بود
مرا ایں خوابِ خوب از بخت بیدار | عجب خوابیست دور از چشمِ اغیار
بہ بیں تا چند بیداری کشیدم | کز ینساں خوابے اندر خواب دیدم
دریغست ناید اے دورانِ قلاب | کہ نرگس[1] را بجنبانے ازیں خواب
ہنوزم چشمِ بد خو میکند ناز | بیا کایں[2] چشم بر رویت کنم باز
چہ خوش کاریست روے یار دیدن | گہرے سنگ و گل بیزار دیدن
بیاراں صاف باید سینۂ مرد | کہ مے چوں درد باشد کم تواں خورد
مبیں از کبرِ خوباں شکلِ دلجوئے | کہ ہست آئینۂ ہندو سیہ روے
نہ ہر کو یار شد باشد وفادار | فراواں نسبتست از یار تا یار
نہ ہر آبے کہ بو دارد گلابست | نہ ہر دُردے کہ رنگیں شد شرابست

---

[1] ح. کہ ہر کس را بجنبانی
[2] ق. ایدوست

هزاران جان فدای آشنائے | کہ باشد در دلش بوے وفائے

کسانے کز خرد کار آزمایند | بکار افتادگی یار آزمایند

سفال از طاسِ زر کم نیست درکار | ولے گاہ گرد گردد پدیدار

کسے کو زافرینش ناتمام ست | چو دلسوزی کند مشنو کہ خام ست

وفا کز یار نامعلوم باشد | تکلف شد تکلف شوم باشد

بموہم ہندوان شنگرف مالند | ہم آخر از سیہ روی بنالند

وجودِ مردم فرخندہ دیدار | ز بہرِ مردمی باشد پدیدار

رواجِ مے بمجلس بہر مستی ست | کمان گر تیر نبود چوبدستی ست

چو بدخواہ او فتد یارے بہر چیز | کسے باشد سزاے صحبتش نیز

زمانہ دیر شد کین نسبت آراست | کہ کج با کج گراید راست با راست

مقامر کز عمل باشد دغا باز | برد با چون خودے گوہر گر باز

بدان را نیک خواہی نیست از رائے | کہ سگ را کفش بر سر بہ نہ در پائے

ز نیکی دوستان را دوست ناہست | چہ باشد دوست بد دشمن کدا ہست

چو افتد با عوانِ بادِ شب زور | زمارِ گر نترسد گژدمِ کور

ز پا باید کہ سوزن بر کشد خار | چو سوزن خار باشد گردد آزار

هزاران آفرین بر آشنائے | کہ بتوان یافت زو بوی وفائے

کسے را کین سعادت یار باشد | ز عمر و بخت برخوردار باشد

نکیسا چوں بدیں افسونِ دل دزد | شکیب عاشقاں را برد بے مزد
رباب باربد شد سحر پرداز | بزخمه خوں چکانید از رگِ ساز
چناں کز سینه غم را بیخ برکند | فرو گفت ایں غزل را در نهاوند
زہے حسن و جوانی از تو در ناز | غمت با جانِ من چوں عیش دمساز

غزلِ باربد از زبانِ خسرو

درت حاجتگہِ بختِ جوانم | سرِ زلفِ تو خلوتگاه جانم
خیالت مردمِ چشمِ نیازم | لبت سرمایۂ عمرِ درازم
بگوئی تا کجا مے خوردی امروز | کدامے خانه[۱] روشن کردی امروز
کدامے خانه گلشن شد بدیں حور | کدامے چشم روشن شد بدیں نور
کرا اقبال داد ایں دلفروزی | کرا بخت ایں[۲] سعادت کرد روزی
اگر دانم کجا بودت گذرگاه | بجاروبِ مژه روبم همه راه
وگر در یابم آں نزہت گہِ پاک | بدیده توتیا سازم همه خاک
چه دولت مند بود ایں چشم روشن | که جاں[۳] را از جمالت کرد گلشن
چناں روئے کزاں مه زیر میغ ست | در آئینه جمالش[۴] هم دریغ ست
مبیں در آئینه روشن[۵] اے صبحِ امید | که در آئینه نتواں دید خورشید

---

[۱] باغ [۲] ح - بخت وسعادت [۳] ق - جهاں را [۴] ق جمالش [۵] ح روئے

بداں[1] سختی مدار آئینہ در پیش — در آبِ چشمِ من بیں صورتِ خویش

بآئینہ نگویم ایں ہوس را — ازاں کائینہ[2] مے سازد نفس را

تو آخر رحمتے کن بر دلِ خویش — حجابِ آئینہ یکسو کن[3] از پیش

چہ خواہم دید آں روئے طربناک — بہفتاد آب شویم دیدہ را پاک

نہ بینم چوں تو باشی در گذرگاہ — گرم خورشید پیش آید وگر ماہ

چو بالعلت بے ہمدست باشم — ببوئے تا قیامت مست باشم

مرا ایں آرزو در طالعِ شوم — خمارِ بے مے ست و مہرِ بے موم

نیاید نقش آب ارچہ پذیرد — رقم بر باد خود ہرگز نگیرد

جدا کن زایں فراقِ دیر پیوند — بشمشیرِ جدائی بندم از بند

نیاید ہرگزت اے سروِ آزاد — کہ روزے از فراموشاں کنی یاد

غمے دارم کہ پایانے ندارد — تنے کز بے دلی جانے ندارد

تو کز غم فارغی در بیدلی فرد — چہ دانی تا چہ باشد لذتِ[4] درد

نہ من از مے ز خونِ دل خرابم — تو پنداری کہ من خود مست خوابم

چہ گفت آں خربداں خربندہ حاشا — کہ مرگِ من ترا باشد تماشا

نداری از ہلاکم بیش ازیں غم — کہ از صد بیدلت گردد یکے کم

بُزے گر گرگ بستاند شبانش — غمِ قیمت بود بے مہرِ جانش

---

۱ دراں ۲ ق-نشناسد ۳ ح-نہ ۴ محنت و درد

بود بر ساربان چوں شد نشتر ریش — غمِ بار از غمِ جانِ نشتر بیش

اگر تنگ آمدی از من بفرمایے — کہ تا چوں عود بر آتش نہم پایے

زمہرار جانب بیداد گردی — بسوزم[۱] تا ز بویم شاد گردی

مرا میسوز تا باشم بداں خوش — کہ پروانہ شناسد قدر[۲] آتش

جفا کن تا ز غم چوں موے گردم — کہ گر بنوازیم بدخوے گردم

نوازش مستمنداں را نسازد — زبونی[۳] گوسفنداں را[۴] نوازد

وگر من رحمتے خواہم بزاری — تو خوے نازنیناں کے گذاری

درخت ارچند آرد میوۂ خویش — تبر زن کے گذارد شیوۂ خویش

گل ارچہ تازہ روے آمد باصحاب — گلابے عاقبت خونش کند آب

چہ ریزی قطرہ ہاے چشمِ بدروز — کہ از طوفاں فرو ننشیند ایں سوز

من آں شیرم کہ چوں آیم بشمشیر — بدنداں پشت دست خود کند شیر

نگرکاں آہوے مشکیں کمندم — بدنداں[۵] مشکیں رسن چوں کرد بندم

بلے چوں[۶] مشک مویاں عشق بازند — ز موے پیل را زنجیر سازند

اگرچہ سوخت جانم آں ستمگار — ہنوز اے آہ من در روے مکن کار

ز مویش گرچہ چوں مویش دوتاہم — ہنوزش تار موے کم نخواہم

۱ق۔ بسوزم ۲ح۔ ذوق ۳ق۔ عروسی ۴ نسازد

۵ق۔ بزنداں بے رسن چوں کرد بندم ۶ق۔ بلے بر عشق خوباں عشق بازند

چو رود بار بداین نغمہ[1] پرداخت | نکیسا ارغنون خویش بنواخت
زموز و نی بداں گونہ کہ دل خواست | رواں گرداین غزل در پردۂ راست[2]

سرودِ نکیسا از زبانِ شیریں

کجائی اے دلم بُردہ بدستاں | نظر زیں برفگن برزیردستاں
بنور وصل روشن کن چراغم | ببوئے خود معطّر کن دماغم
چومی باید بہ تنہائی غنودن | چرا باید بعمداً دور بودن
بہ بیداری نشاطِ عمرہ دریاب | کہ دارد ہر کہ بینی تکیہ برخواب
منازا ر گل ہنوزت نازنین ست | کہ ہر گل را خزانے در کمین ست
نباشد ہیچ روزی بے زوالے | نہ باقی ماند اندر تن جمالے
مبیں کاسباب عیش از صد فزو نست | شتابِ زندگانی بیں کہ چون ست
نہ خسرو گرچہ کیخسرو بود مرد | ہم آخر خاک باید منزلش کرد
بزرگاں را خطر بیش ست ازیں نیز | کہ از پیلاں خطا کمتر شود تیز
عقابے کاں ہوائے کار گیرد | بط آسان و بلخ دشوار گیرد
مبیں مہرہ بہ پیشانی نمرود | کہ نیش پشہ سوراخش کند زود
مبیں طاؤس را زیبا و رنگیں | بہ بیں مقراض در منقار سیمیں

---

[1] ق - پردہ   [2] ح - راہ در رہ راست

جوانی چیست اندر نقش خوابے | بنامے آدمی خاکے و آبے
حصارِ گل گشد گر سر بر افلاک | بیک باراں نهد رخساره بر خاک
بیندیش آں زماں کیں خاک کمبخت | بزندانِ فراموشاں کشد رخت
کسے کز تو فراواں آورد یاد | ہمیں گوید کہ مسکیں آدمی زاد
بسا خانہ کزیں دورِ کہن سوخت | نشاید روبہی[۱] را حیلہ آموخت
چہ حاجت گرگ را تعلیمِ خونریز | بس ست اُستاد کارش ناخن تیز
براں کامے و عیش ار می توانی | کہ بسیارے دریں حسرت بمانی
چو میدانی کہ دنیا را وفا نیست | دل اندر بیوفا بستن روا نیست
وفادار آں بود کز نیک[۲] رائی | کند با بیوفایاں بیوفائی
گراناں را گرانی بر بگردن | کہ نتواں کوفت آہن جز بآہن
مکن تا میتوانی اے جہاں گرد | جوانمردی بجائے ناجوانمرد
نہ مردم چارپائے داں جفا سود | کہ با[۳]شد دیر خشم و زود خشنود
خرے کافتد ز ریش پشت مدہوش | بمستی چوں کند سختی فراموش
مرادے کاندریں دیر ملاکست | چو آخر خاک خواہد گشت خاکست
دہد عمر ار چہ ہر[۴] شب شادئی نو | چو آخر غم بود ترزد بیک جو
اگرچہ گربہ لیسد پشتِ فرزند | بدنداں نیز داند پہلو ایش کند

---

[۱] ح۔ دوستی را حیلت [۲] ق۔ بے جفائی [۳] ح۔ کہ باشد سخت رنج و سخت خشنود [۴] یکدم

جهان را برگ دلتنگی فراخ ست — طرب نایاب و محنت شاخ شاخ ست

مرادی گر ز گیتی هست خوش باش — وگر نبود قضا را بار کش باش

حیاتِ بی مراد از مرگ کم نیست — چو حاصل شد مراد از مرگ غم نیست

مشو زینگونه مغرورِ جوانی — که بنیادی ندارد زندگانی

گل آمد تازه شد فصلِ بهاران — شرابی نوش کن بر روی یاران

بدین شربت[۱] غبار از دل رها کن — نشاطِ رفته را از سر صلا کن

به آن باشد که با یارانِ همساز — کنیم اسباب شادی را دری باز

دو روزی کز حیات آوازه داریم — بیا تا روزگاری تازه داریم

کنیم امروز هرچه آن دلنواز ست — که از ما تا بفردا ره دراز ست

کسی گردد درین فیروزه فیروز — که بر[۲] فردا نداند کار امروز

نکیسا[۳] کین غزل بنواخت در ساز — شکیب از جانِ شیرین کرد پرواز

چنانش در گرفت آن نغمهٔ زار — که گشت از خویش بی‌طاقت بیکبار

پیاله خواست از ساقی دران جوش — بشرطِ چاشنی کرد اندکی نوش

چو می را مایه داد از لعل چون قند — فشاند از دیده در وی قطرهٔ چند

ببوسه داد خسرو را نشانی — بجا آورد شرطِ دوستگانی

---

۱ عشرت   ۲ ح که از فردا بداند کار امروز

۳ ق . ملک را کین غزل بنواخت دمساز

بدو گفت از لب من این نشانیست ‌ ‌ نبوشا نوش وصلت زندگانیست[ن]

که چون فردا برآید جامِ جمشید ‌ ‌ دهم جامِ مرادت با صد امید

شرابے ریزم اندر لب حلالست ‌ ‌ دهم جاوید پیوندِ وصالت

ملک را بر لبِ آں ساغرِ جم ‌ ‌ نمی آمد لب از شادی فراهم

کشید آں شربتِ جلّاب پرورد ‌ ‌ دل صد پاره را پیوند نو کرد

بدیں شادی همه شب باده خوردند ‌ ‌ مے رنگیں ہوسِ ساده خوردند

دو دل کز کوب هجر افگندگی داشت ‌ ‌ بامیدِ نوازش زندگی داشت

اگر نتواں ز عمرِ دیگراں زیست ‌ ‌ ببوے وعدهٔ جاناں تواں زیست

شکر ریزی عروسی شیریں با خسرو و فرستادنِ خسرو انگشتری ملک بر رسمِ عهد و پیماں

چو مه در چارده شب رفت در خواب ‌ ‌ فرو پیچید گردوں نطعِ مهتاب

عروسِ صبح را بیدار شد بخت ‌ ‌ عروسانه برآمد بر سرِ تخت

صنم فرمود کز گنجے چو دریا ‌ ‌ کنند اسبابِ مهمانی مهیّا

ن ق مژدگانیست

کمربنداں کمر بستند در کار — کشادند از متاعِ قیمتی بار

بزیور ہر دو خورشیدِ پُرنور — دو منزل راست شد چوں بیتِ معمور

رواں شد خسرو از فرمانِ شیریں — بایوانِ دگر۔ ایوانِ شیریں

دو جانب کلہ بر ایواں کشیدند — رسن در گردنِ کیواں کشیدند

مسافت گر کسے رفتے بتعجیل — میانِ ہر دو ایواں بود یک میل

ز دیباہا کہ رنگِ یاسمیں داشت — بپوشیدند عیبے کاں زمیں داشت

ز ایواں تا بایواں کادمی رفت — ہمی بر آسماں نے بر زمی رفت

ہمہ شہر از ترنم پر نوا گشت — بریشم دامِ مرغانِ ہوا گشت

چناں شد غلغلِ کوس آسماں گیر — کہ شد پوشیدہ چنگِ زہرۂ پیر

چو خسرو خواست کز رومی و روسی — فرستند دست پیمانِ عروسی

جریدہ بودش آہنگ از مداین — نبودش با خود اسباب و خزائن

ز شاہاں بد یکے انگشترینش — خراجِ ہفت کشور در نگینش

فرستاد آں مہِ نو را بر جبیں — سلیماں وار خاتم را بہ بلقیس

چو بر شیریں رسید آں خاتمِ چُست — شُدش ہم در نظارہ دست و پا سُست

بحسرت گفت کائینیست در راہ — عروساں را جوابِ ہدیہ شاہ

مروت چوں بکم خورسند نبود — دو چنداں بارے ارزہ چند نبود

چو نتواں یک بہا دادن نگیں را — چساں گویم دو چنداں پاسخ ایں را

وے درلب مرا ہم خاتمے ہست — بدستِ شہ دہم چوں بوسمش دست

دہم بادو نگینش انگشترینے — کہ ارزد ہر دو عالم را نگینے

چو بخشم یک نگیں را دو نگیں باز — دو خاتم نیز باید گردنم ساز

دو خاتم را کہ درجش بے کلید ست — کہ داند قیمتش چون ناپدید ست

چو شاہ انگشت ساید بر نگینم — شناسد قیمتِ انگشترینم

بگفت این و زلب زیبِ نگیں داد — بعزت بوسہ بر انگشتریں داد

برابر گوئیا میکرد باہم — نگیں را با نگینِ خاتمِ جم

دہانرا کرد با انگشتریں جفت — بشیرینی ہمی خندید و می گفت

کہ ہاں اے خاتم ایں اندازہ تست — کہ داری با دہانِ من دہاں جُست

کہ آں خاتم کہ نامِ او ہلال ست — رسد در خسرو و شیریں محال ست

ولے من[1] بوسمت زیں لذتِ نو — کہ بوسیدی فراواں دستِ خسرو

درو[2] انگشتریں ماندہ دہن باز — زحیرت نہ سخن در وے نہ آواز

چرا حیراں نماند چوں چنیں دید — کہ در خود موم و در وے انگبیں دید

چو ازلب دستگاہِ مست دادش — ازاں ہم در دہاں انگشت دادش

دراں انگشتریں بازی زمانے — بماند[3] انگشت اندر ہر دہانے

پس آنگہ گفت تا گردد مہیا — جہاز پر در گوہر چو دریا

---

[1] ق کے   [2] ق وزاں   [3] ق بماند انگشتہا ہم در دہانے

بیک فرماں رواں شد بخت بر تخت | جہاں اندر جہاں گنجینۂ و رخت
دو استر بر دعی از لعل و دُر بار | ز درجہائے زیور دہ شتر بار
متاعِ سیم و زر دہ کارواں بیش | ملوّن تختہائے جامہ زاں بیش
غلامِ ارمنی صد سروِ آزاد | ہنوز از لالہ شاں نارستہ شمشاد
کنیزاں نیز صد سیّارۂ نور | بنورِ خود ز چشمِ خلق مستور
بخرمن صندل و عود قماری | بمنہا نافۂ مشکِ تتاری
ز جنسِ بادپایاں صد طویلہ | کہ صرصر گردِ شاں دیدی بحیلہ
ز گوہر ہر طویلہ چوں ثریّا | کہ گردے ہر گہر آشام دریا
بدیں ترتیب بہرِ جلوۂ نو | عروسی را جہاز آمد بخسرو

عقد خسرو بہ شیریں

چو شب زریں جہاز افگندہ بیروں | عروسِ ماہ شد بر تختِ گردوں
بآئینِ شہی شاہِ فلک قدر | سوئے شید یز شد تابندہ چوں بدر
نہ بر شبرنگ چو گانی بر آمد | کہ خورشیدِ سلیمانی بر آمد
رواں گشت آں بہارِ عالم افروز | شبِ تاریک شد روشن تر از روز
عجب کاں آفتاب تیغ زن بود | کز انجم گرد گردش انجمن بود

ن ق۔ خسروی رخت　　ن ق۔ تحفہ ہائے پختہ

بہر سو صد ہزاراں مشعل نور | زدہ در خرمن مہ آتش از دور
طبق بر دست مروارید ریزاں | گہر افشاں براہ افتاں و خیزاں
دراں تاراجِ دُرہای زمیں پوش | زلت معزول گشتہ بود جاوش
بدنیساں چوں رسید آں شمع آفاق | کہ قصرِ ماہ روشن را کند طاق
شد اندر طاق و زانو زد بر اورنگ | زجوشِ مہتراں شد بارگہ تنگ
ملک فرمود کاید موبدے زود | کند پیوستہ مقصودے بمقصود
خردمندے طلب کردند ہشیار | زدل دریاوش و از لب گہر بار
درآمد کارساز و راز پرسید | دو یکدل را رضاہا باز پرسید
چو باد از سینہ ہای خویش برخاست | حجاب نام و ننگ از پیش برخاست
پس انگہ بر طریق آں دو بدکیش | معین کرد کابینے ز حد بیش
چو فارغ شد دل از تعیینِ آں نقد | فرو خواند از لطافت خطبۂ عقد
بباریدن درآمد گوہر و دُر | چو دریا شد تہی گاہِ زمیں پُر
رواں شد با عروس خویشتن شاہ | کہ بیند جلوۂ خورشید با ماہ
چو بگذشت آں و از ایوانِ بنجم | چہ دید او آسمانے پُر ز انجم
زہر سو دید ماہے در نظارہ | زہر برج آفتابے در چرارہ
بہشتے پُر ز حوران بہشتی | ہمہ بر خونِ دلہا راندہ کشتی

لہ ق - چوب جاوش لہ ق - چو بگذشت از چہار انجم بہ بنجم

چو ناگه در جمالِ شاه دیدند زہر سوئے نثار افشاں[4] دویدند

چو آں شیرِ ژیاں را ہر غزالے ہمیدا و از کرشمہ گوشمالے

مقابل پیشِ تختِ عرشِ پیکر نشاندندش[1] فرازِ کرسیٔ زر

چو بر کرسی نشست آں رشکِ جمشید بروں آمد ز ابرِ تیرہ خورشید

شده مشاطگاں را دستہا باز متاعِ نیک را در داده آواز

گرفت از نورِ آں صنعِ[2] خدائی ز مشرق تا بمغرب روشنائی

شده با ناز[3] و خوبی رونق انگیز کہ کالا قیمتی بد مشتری تیز

بہر دستے کہ گشت از جلوه پیدا فلک دیوانہ گشت و زہرا شیدا

نثار افگن[4] شده گوہر نثاراں ستاره بر مہ و خورشید باراں

صنم در موجِ آں لولوے منثور چو خورشیدے کہ در باراں نہد نور

فلک[5] در حیرتِ آں حال مانده ہلاکِ غمزۂ قتال مانده

عروس از جلوه چوں بنشست بر تخت نشکوهِ فرق بوسی خواست از بخت

بر آمد شہ بہ تخت و شاد بنشست ہمش سر بوسہ زد ہم پا و ہم دست

چو بر رسمِ عروسی خواست آں ماه عروسانہ چشاندند[6] شربتِ شاه

شہ آں شربت بخورد از انگبیں بود لبش بوسید کاینک شربتِ این بود

ن۱ ق - نشانده شاه را بر ن۲ ق - صبح ن۳ ق بازار ن۴ ق - افشاں

ن۵ ح - ملک ن۶ ق - رساند

پس از جانش ربود و شد سبک خیز　　چو شاهینے کہ کبکے را برد تیز

بجز منها گهر بر[1] مه فشاندش　　بمهدِ گوهرین چون مه نشاندش

روان کردش بقصرِ دولتِ خویش　　تجمّل کرد بر گردنش[2] زحد بیش

بمنزل گاه خویش آورد مه را　　ز انجم کرد خالی بارگه را

چو بنشستند باهم روی در روی　　ز رنج آسود جانهائے غرض جوی

شه از بس خوشدلی رو در زمین[3] برد　　سر اندر پائے یار نازنین برد

فرو غلطید پیشِ آن پری زاد　　چو سایه زیر پائے سرو و شمشاد[4]

چو این پستی بدید آن سرو بالا　　بپوزش کرد رو در شاه والا

حمائل دادش از بازوے سیمین　　نوازش کردش از لبهای شیرین

دو دل باهم بذوقِ[5] سینه مائل　　بدوشش یکدگر بازو حمائل

دو مے ممزوج گشته در یکے جام　　دو مه جلوه نموده بر یکے بام

گهے این کامرانی گفت و او کرد　　گهے این دوستگانی داد و او خورد

گه آن نغمے[6] شد بسوے چنگ تا زان　　فرو گفتے سرودِ عشق بازان

گهے این پهلوے بربط دو یدے　　نفیرِ دردمندی بر کشیدے

کمیت ارچه چو آتش گرم میجست　　نشد یکجو عنانِ خسرو از دست

ن۱ ق چوں　　ن۲ ق-همراهش　　ن۳ ق-سر بر زمیں .　ن۴ ح-سرد آزاد

ن۵ ح-بشوق　　ن۶ ق رفتی

ولیک از بوسهٔ شیریں اثر داشت — که چوں از بادہ مستی بیشتر داشت

نشاط از بذلهٔ مستانه میکرد — پریرا هر زماں دیوانه میکرد

تزویجِ خسرو و شیریں و وصف سراپاے برادر خواندهٔ شیریں

پری پیکر دراں عاشق نوازی — شده مست از شرابِ عشق بازی

پریشاں گشت زلفِ نیم تابش — بگردِ غمزه ها می گشت خوابش

چو برگشت اندراں حالت دمے چند — خرابی عقل را بنیاد برکند[1][2]

زمستی سر بزانوے ملک برد — سرِ خود را بدستِ خویش بسپرد

شکر لب مست و خواب آلوده در خوے — بجوے انگبیں ره یافته مے

زمانے بود چوں بلبل بدستاں — دمے بگریست از مستی چو مستاں

سرِ شکش گرد زانو راه میکرد — دراں آئینه هر دم آه میکرد

ملک سرمست و دولت سازگارش[3] — مرادے آں چناں اندر کنارش

چو لختے لحن مشتاقاں سگالید — بنالید از فراق و زار نالید

ربوده بود چوں سیلِ شرابش — که ناگه آمد و بر بود خوابش

بریں[4] دولت کسے کو کامیاب است — اگر ماں نبودش افراسیاب ست

۱ق۔ نقل ۲ح می ۳ق۔ بهر یارش ۴ق۔ ازیں

به بالین رفت چون سرو از بلندی ‏ فسونِ خواب گردشِ چشم بندی

بخلوت گاهِ خود رفتند هر کس ‏ شهنشه ماند و یارِ نازنین بس

ملک میداشت نورِ صبح را پاس ‏ بآب اندر زده خورشید را طاس

ز سوزِ عشق کآتش در دل افروخت ‏ غزل میگفت شاه و شمع می سوخت

ز شیرین کاری شیرینِ دلبند ‏ فراوان خورده بود انگوزه و قند[1]

چو آن شب نازنین را بیخبر یافت ‏ مکافاتِ عمل را وقت دریافت

صنم را او دبر در خادمِ پیر ‏ چو مستان دیو و چون دیوان زنجیر

ز پیری سُست خیز و سال فرسود ‏ چو طفلان زود خشم و دیر خشنود

ازین دلتنگ روئے خنده انگیز ‏ مزاج بے مزه چون نانِ پرهیز

بر و از پوست رگ چون چنگ بسته ‏ دهن بے آش[2] دندان تنگ بسته

ز بر گفتن لعاب از لب روانش ‏ مگس ریده فراوان در دهانش

سرے چون پوستینِ کهنه پشمیں ‏ رخے چون فوطهٔ مالیده پرچیں

پلک سُرخ و نظر بیکار مانده ‏ پُر از بیجال[3] چشمِ زار مانده

بنو داز بس که در رو هیچ مویش ‏ کدوے تلخ را مانست رویش

کسے یکدم ندیدے فرق تا پاے ‏ که از خنده نماند افتاده بر جاے

دو دستش ز آستینِ خواجگانه ‏ چو کفشِ کهنه زیرِ جام خانه

---

[1] ح۔ فراواں خوردہ بود انگوزہ در قند [2] ح۔ آش [3] ق۔ بیجادہ

دو ساقِ پست پا ہاے فسردہ   چو غوکِ خشک پیشِ مارِ مُردہ

کلاہِ کافری بر سر چو دیگے   ز دقیانوس ماندہ مُردہ ریگے [۱]

شکم چوں بربطِ ناساز کردہ   دو پا ہمچوں عصاے کرم خوردہ

ببالیں گاہِ شیرینِ دل افروز   ز بیکاری مگس کشتے [۲] ہمہ روز

صنم را از فراقِ روے خسرو   شدے [۳] چوں خرمنِ امید جو جو

در آں دم کز طرب معزول بودے   ز دلتنگی بدو مشغول بودے

برہنہ خفتے اندر شب الف وار   دو پا را لام الف کردے بدیوار

ببالیں خفتہ بود از بادہ سرمست   میانِ ہر دو پایش چوں کفِ دست

چو دید آں دیو را ناگاہ جمشید   فتادہ سایۂ در پیش خورشید

بر آں شد تاش سازد یارِ شیریں   کند زاں کارِ شیریں کارِ شیریں

بیازد با دغا بازی دغائے   کلاغے را کند جفتِ ہمائے

گرفتش چوں عقابے کرگسے را   ز جا بر داشت چوں دریا خسے را

ببرجِ ماہ برد آں جرمِ منحوس   چو بوتیمار در پہلوے طاؤس

چو سنبل را قرینِ یاسمیں کرد   خود از بہرِ تماشا را کمیں کرد

فتادہ بیخبر آں ہیزمِ خشک   معطر گشتہ از بوے گل و مشک

درختے کو بود ہمسایۂ عود   ز بویش عود گردد عاقبت زود

---

[۱] ح۔ مردریگی   [۲] ح۔ راندے   [۳] ق۔ بشد

پریوش بیخبر زاں دیو بازی ‏ ‏ ‏ ‏ پری را کے دہد ابلیس بازی

چو چشمِ ناز بکشاد آں مہِ نو ‏ ‏ ‏ ‏ کہ گیرد فالِ نیک از روی خسرو

چو دیدہ ناطلب کردہ بلائے ‏ ‏ ‏ ‏ فراز گنج خفتہ اژدہائے

چناں جست از زیر بندِ خواب گاہی ‏ ‏ ‏ ‏ کہ از منقارِ بوتیمار ماہی

ازاں شب بازیٔ عفریت کارے ‏ ‏ ‏ ‏ فغاں برداشت ہمچوں سایہ دارے

چو آوازِ پری بشنید جمشید ‏ ‏ ‏ ‏ کہ سایہ راہ زد بر نورِ خورشید

دوید و در کنار آورد مہ را ‏ ‏ ‏ ‏ ز دیوِ خانہ خالی کرد رہ را

صنم بر خویش می لرزید تا دیر ‏ ‏ ‏ ‏ گہے ہیبت خنجر گاہ شمشیر

ہمی گفت ایں چہ رفت از خاطرم دور ‏ ‏ ‏ ‏ کہ چوں ظلمت نقاب افگند بر نور

ز خفاشے کہ ماند ایں دو دبر من ‏ ‏ ‏ ‏ چنیں خود را کہ یارد سود بر من

کہ بود ایں دیو چہرِ لاابالی ‏ ‏ ‏ ‏ کہ لاحول از چنیں شیطاں مثالی

ز جا برخاست آں ہمخوابۂ حور ‏ ‏ ‏ ‏ بناز و اشکنہ چوں گاوِ رنجور

سخن را ازاں نشاطے داد سر جوش ‏ ‏ ‏ ‏ کہ شیریں را شد آں تلخی فراموش

دلش گرچہ از غضب در سینہ میجست ‏ ‏ ‏ ‏ کہ چوں گیرد ذنب خورشید را دست

ولیکن چوں ز رضواں بودش آں خار ‏ ‏ ‏ ‏ چہ بند و تہمتِ طاؤس بر مار

بشیرینی ز لب شکر فشاں گشت ‏ ‏ ‏ ‏ بتلخی زہر خندے کرد و بگذشت

بے بنشست و ساغر نوش میکرد ‏ ‏ ‏ ‏ بدل چوں ساغرِ مے جوش میکرد

چو رست از شاہدِ شب شاہدِ روز　　دمید از چرخ صبحِ عالم افروز

نسیمِ غنچہاے صبحگاہی　　عبیر افشاں شد از مہ تا بماہی

بآہنگِ صبوح آں نازنیناں　　رواں گردند مے با ہمنشیناں

حریفاں باز در مجلس رسیدند　　نوا سازاں نوا ہا بر کشیدند

برآوردہ از سرِ آتش بم و زیر　　کفلگاہِ گوزن و رانِ نخچیر

ز مجمر بر ہوا شد غیر ایں دود　　ہوا را گرد یکسر عنبر آلود

ازیں جانب کلہ کج کردہ پرویز　　بہ پیرامن قبا پوشانِ نوخیز

وز آنسو قبلۂ خورشید رویاں　　بپیش حلقہ زدہ زنجیر مویاں

شہنشہ نافۂ طیبت کشادہ　　بمشکیں موے آں آہوی مادہ

گرفتہ حلقۂ گیسوے چوں شست　　بہر مو بندلۂ موزوں ہمی بست

کہ شب چوں رفت یار دینہ چوں نست　　خمارِ آں مئے دوشینہ چونست

پری وش چوں بموزونی چناں بود　　کزاں ہر نکتہ پیوندِ جاں بود

بیا سنج کرد لب را شکر آلود　　کہ حلوا ساختن نتواں بدیں زود

مرا خود ہر چہ بود از بخت روزی　　بسر سبزی گذشت و دلفروزی

تو شاید کیں نظر با خویش داری　　کہ روزے ایں شب اندر پیش داری

عروسی بخشمت با دلنوازی　　کہ ہرمز در کنارش کرد بازی

ملاح۔ شربت

درایں کشتہ زمن نتواں درودن | زمانہ خود سزا داند نمودن

خردمنداں کہ در پے چشم دارند | جزاے فعل خود در چشم دارند

بسے دیدیم کنجشکِ ملخ گیر | کہ ناگاہش عقابے کرد نخچیر

تدروے کو زند منقار در مور | ز بازِ جرّہ بیند عاقبت زور

بدیں گونہ دراں بزمِ کیانی ق | بشیریں کاری و شکر فشانی

ہمہ روز آں دو طاؤسِ بہشتی | بجوے مے رواں کردند کشتی

ہم آغوشی خسرو و شیریں و خلوت زناشوئی

چو آمد آسماں در مشک باری | نہاں شد آفتاب اندر عماری

زمانہ روشنی کرد از جہاں دور | ز ظلمت داد مہ را سرمۂ نور

چو خسرو مست شد با نازنیناں | بخلوت رفت ازاں خلوت نشیناں

نہاں گشت از پے عشرت نوازی | کز آب و گل کند گل را نمازی

ہمی زد بر خوے مشکیں گلابے | عجب مے شست آبے ہم بآبے

چو گرد از گردِ صندل سرو را پاک | ز بویش باد صندل سود بر خاک

صنم چوں خرمنِ گل خاست از جاے | عروسانہ بیاراست آں سر و پاے

حریرِ آبگوں بر ماہ بر بست | بگیسو چشم بد را راہ بر بست

لہ ق. درایں کشتہ زمین لہ ح۔ صنم در پردہ لہ ح چناں لہ ح۔ عاشق

نورد پرنیاں بر گل بر افگند | کشاد از درجِ زر آہنیں بند
مکلل زیورے در خورد شاہاں | بہائے ہر درے دخلِ سپاہاں
بر آں بالائے شہر آرائے پوشید | عروسانہ ز سر تا پائے پوشید
ز بر پوشے ز مروارید شب تاب | بدوش افگند چوں پرویں بہ مہتاب
رخ از گلگونہ چوں گلنار تر کرد | بیک خندہ جہانے پر شکر کرد
بروں آمد چو از ابر آفتابے | موکل کردہ بر ہر غمزہ خوابے
دو لب ہم آبگیں ہم بادہ در دست | دو چشم شوخ [1] نے ہشیار و نے مست
خمار نرگسش در فتنہ خوئی | میانِ خواب و بیداریست گوئی
بمژگاں داد بہرِ جاں خراشی | گہے جاں داری و گہ دور باشی
فریب غمزۂ جادو زباں بند | شگافِ پستۂ شیریں شکر خند
لبے از چشمۂ حیواں سرشتہ | ہلاکِ عاشقاں بر وے نوشتہ
لبے [2] پر خندۂ شیریں مہیا | حیات افزائے مردم چوں مسیحا
زنخدانش کہ بردار مشتری تاب | بغبغب [3] چوں گوئے کافتد بگرداب
رخش را سکہ زد خالی درم وار | درم بے مہر بود و نقرہ بسیار
خوے کز روئے آں طناز میریخت | کرشمہ می چکید و ناز میریخت
بناگوشے چو برگِ یاسمیں تر | برو اندامے از گل نازنیں تر

---

[1] ح۔ مست [2] ق۔ ز لب زاں [3] ق چو گوئی کو فتد عینہ بگرداب

دُر اندر گوش بیداری که بر دوش   فرو خواهد چکید از نرمهٔ گوش

دو گیسو کز رهش خاک میرُفت   فرو میریخت[۱] مشک و پاک میرُفت

ز مستی زلف او در هم شکسته   هزاران توبه در هر خم شکسته

جهانسوزی چو خورشیدِ جهانتاب   میانش تشنه و بر هاش سیراب

بتی کز دیدنِ آن شکل و رفتار   به بستی[۲] زاهد صد ساله زنّار

چگویم زلف[۳] مشکینش که چون بود   نه بوی مشک بود آن بوی خون بود

بمجلس هر که حاضر می شد از پیش   دران نظّاره غائب می شد از خویش

ملک را کان تماشا دست گر داد   برون شد عقل و جانش در ره افتاد

اگرچه دیده روشن گشتش از حور   ولی تاریکی آوردش ازان نور

اشارت کرد سوی کار فرمای   که از نا محرمان خالی کند جای

پریدند آن همه مرغانِ دمساز   تدروی ماند بس در چنگل باز

دو عاشق را قرار دل بر افتاد   نشاطِ کامرانی در سر افتاد

هوای دل هوس را شد عنان گیر   شکیب از سینه بیرون جست چون تیر

گرفته دست یکدیگر چو مستان   شدند از بزمگه سوی شبستان

نخست آن تشنهٔ لب خشک بی تاب   دهن از آب حیوان کرد سیراب

چو فارغ شد ز شربتهای چون نوش   کشید آن سرو را چون گل در آغوش

---

۱ ق۔ میرفت   ۲ ح۔ به بندو   ۳ ح۔ بوے

چناں در بر گرفت آں قامتِ راست | کہ نقشِ پرنیاں از پوست برخاست
خدنگے زد براں آہوی بدرام | کہ خونِ پختہ جست از نافۂ خام
بہ تیزی در عقیق الماس میراند | نہالے در شگافِ غنچہ می شاند
ز حلقہ در دلِ شب تیر می جست | کہ گلگونش بجوے شیر می جست
نہ جوے شیر بلکہ آں جوئے خوں بود | رواز فرہاد پرسش کن کہ چوں بود
رہش بر سرمہ دانِ عاج می شد | ز میلش سرمہ داں تاراج می شد
ہمیشہ با جہندس پشیگاں زیست | سہ یک را ضرب ازاں میکرد در بیست
خضر سیراب گشت اندر سیاہی | چکید آبِ حیات از کام ماہی
مگر تشنہ خضر بود و شب سیاہی | کہ در آبِ حیات افگند ماہی
دہانش بر دہان و دوش بر دوش | میانش بر میان و نوش بر نوش
چناں بادِ جوانی در سر آورد | کہ شور از چشمۂ شیریں بر آورد
گلے دیدار بہشتش آب خوردے | ز تاراجِ خزاں نادیدہ گردے
چو چشمہ بر کشاد و غنچہ بشگفت | خرد بیدار گشت و آرزو خفت
دل از آسودگی بنشست بر جاے | صبوری را ز رفتن کند شد پاے
فرو خفتند ہر دو سروِ آزاد | چو شاخِ یاسمین و برگِ شمشاد
ستارہ داد چوں خورشید را پشت | بیکدم صبح شمع ماہ را کشت

ن ح۔ نقرہ | ن ح۔ یکے را ضرب

بیک گلبانگِ مرغِ صبح گاہی ‏ زخوابِ خوش بر آمد مرغ و ماہی
شد از سر خواب دو سرورِ رواں را ‏ تاب گل بستند ارغواں را
رواں کردند شکرِ ایزدِ پاک ‏ بزاری روے مالیدند بر خاک
وزاں پس بازِ درِ مے دست بردند ‏ عنانِ دل بدستِ جاں سپردند
دگر رہ عشق را بازار شد تیز ‏ رواں شد نکتہاے رغبت انگیز
صبوحی عیش را آوازہ در داد ‏ نویدِ نوشہاے تازہ در داد
بمے بنشست خسرو با حریفاں ‏ زباں بکشاد شیریں با ظریفاں
گہے سوے بریشم گوش کردند ‏ بہر لحنے شرابے نوش کردند
گہے از نکتہاے شکر آلود ‏ زمیں چوں آسماں شد گوہر آمود
بدیں گونہ ملک با آں دلارام ‏ پیاپے دوستگانی کرد تا شام
چو از جلوہ فرو آسود خورشید ‏ بر آمد ماہِ نو چوں جامِ جمشید
دگر بارہ بخلوت راہ جستند ‏ چو دو برگِ گل از یک غنچہ رستند
برسمِ دوشس باہم تا سحرگاہ ‏ قراں کردند چوں خورشید با ماہ
سحر گاہاں چو گل در باغ بشگفت ‏ سمن بیدار گشت و یاسمیں خفت
نوا سازاں نواہا ساز کردند ‏ سرودِ عاشقی آغاز کردند

ح بر آمد بانگ ‏ ح۔ عنانِ جاں بدست دل ‏ چنگ ‏ چوں
ح۔ گہے از رمزہاے ‏ ح۔ با ‏ ح عاشقاں

طرب را باز نو شد روز بازار　　قدح خندان و ابریشم در آزار
بدیں گونہ بعیش و کامرانی　　بسر بُردند خوش خوش زندگانی
ہمہ[1] روز از طرب سر بر نکردند　　تمنائے دگر در سر نکردند
بسے روز از خوشی بودند شاداں　　نمی خفتند شب تا بامداداں
چو آمد وقت از مردن نرستند　　دو روزے زیستند و رخت بستند
زمانہ ایں چنیں بسیار راندہ است　　چنیں افسانہا بسیار خواندہ است
بیا تا نطع غفلت در نوردیم　　کہ باہم چند گاہ افسانہ کردیم

بزم آرائی خسرو با حکما و حکیمانہ سوالات با ایشاں

ملک روزے بعیش و کامرانی　　زمے میداد داد زندگانی
حریفانِ دل انگیز و خردمند　　ز ہر نوعے سخن را نکتہ پیوند
یکے[3] گفت انچہ ذات طبع را خوش　　شراب روشنست و عیشِ[2] دلکش
دگر[1] گفتا کہ دولت زاں نکوتر　　کزاں بالا شود ہر کو فروتر
دگر گفت ار در آخر چشم داری　　نکوتر زاں ہمہ پرہیزگاری
دگر گفتا کہ پرہیز ار چہ نیکوست　　ولیکن علم مغز ست و عمل پوست

---

[1] ح۔ عمر　[2] ح۔ یار　[3] ق یکے

چو بے سرمایہ زہد خشک باشد　　بسانِ نافۂ بے مشک باشد

اگر بوئے خوش اندر عود نبود　　بمجلس بہرہ زاں جز دود نبود

سخن چوں سوئے دانش کرد پرواز　　ملک برداشت از دل پردۂ راز

کہ مدتہاست کز ہر حسب حالے　　فرامی پیچد اندر دل سوالے

بگویم گر خرد را ساز یا بم　　بجویم گر کلیدش باز یا بم

بزرگ امید گفت آنجا کہ شاہست　　ز وہمِ بندگاں صد سالہ راہست

چو الہامیست از دولت خطابت　　ز دانش چوں توے گوید جوابت

ولے زانجا کہ نقدِ حاصلِ ماست　　بگویم انچہ مقدور دل ماست

ملک چوں خازنِ گنجینہ دریافت　　طلب کرد انچہ در خاطر گذر یافت

سوال اوّل خسرو در گردشِ افلاک و جوابِ بزرگ امید

نخستیں جست رازِ آسمانی　　کزیں پردہ برانداز آنچہ دانی

کہ اول نہ فلک را شکل تدویر　　چگونہ در وجود آمد ز تقدیر

جواب

جوابش داد مردِ حکمت اندیش　　کز نسیاں خواندہ ام در حکمتِ خویش

ن ق کشایم

که پیدا شد ز اول عقلِ اول | پس آنگه بر دو عنوان شد مسجّل
یکے در وے وجوبِ ہستی از غیب | دویم امکاں کہ نقد اوست در جیب
چو اشرف بود در آئین وجوبی | ز اشرف اشرفی آمد بہ خوبی
اگر تو نام آں اشرف ندانی | ببیں تا باز گویم عقلِ ثانی
وزاں وصفے کہ امکاں گشت نامش | سپہرِ اول آمد در خرامش
پس از عقلِ دویم باز آمد آثار | وجوبے گشت و امکانے پدیدار
وجوبش باز عقلِ سوم انگیخت | محیط دوم از امکاں فرو ریخت
محیطے کز زحل برتر عروجش | کہ خوانند از رصد ذات البروجش
ز عقلِ سوئمیں نیز ایں دوئی خاست | کہ امکانِ وجوبی شد بہم راست
وجوبش باز عقلِ چارمیں کرد | پس امکاں سوئمیں پیکر مبیں کرد
ز بالا سوئمیں نہ ہفتمیں بام | کہ تو ایوان کیوانش نہی نام
دو وصف آورد عقلِ چارمیں نیز | وجوبے باز امکانے بہ تمییز
وجوبش باز عقلِ پنجمیں ساخت | ز امکاں چشم چارم یافت پرداخت
سوم از زیر و از بالا چہارم | کہ شد برجیس را رخشندہ طارم
بصورت عقلِ پنجم ہم دوئی داشت | کہ امکان و وجوب معنوی داشت

۱؎ ح چو باشی نیتے وصفش ۲؎ ح - بروے ۳؎ ق - آئینِ خوبی

۴؎ ق - وجوبی ۵؎ ق - در امکان ۶؎ ق - ضرورت

ششم عقل از وجوبش زاده شد هم — زامکاں گشت پنجم باغ خرّم

زبالا پنجم از ته نیز پنجم — که جولانگاه مریخ ست زانجم

وجوبے داشت و امکان ششم باز — وجوبش کرد هفتم عقل را ساز

زامکاں شد ششم دولاب را دور — که دارد چشمهٔ خورشید ازو غور

بعقلِ هفتمیں نیز ایں دوئی بود — که امکانش و وجوبی داشت موجود

وجوبش عقل هشتم کرد پیدا — زامکاں چرخ هفتم شد هویدا

زبالا هفتمیں و سیوم از ته — که در وے زهره زد عشاق را ره

به عقلِ هشتمیں هم بود باهم — وجوبے باز امکانے فراهم

نهم عقل از وجوبش باز شد فرض — زامکاں یافت چرخ هفتمیں عرض

زبالا هشتم از ته دومیں دیر — که کلکِ تیز شد در وے سبک سیر

شد از عقلِ نهم هم عالم راز — بامکان و وجوبے کارپرداز

دهم عقل از وجوبش خاست در حال — که خوانندش حکیماں عقلِ فعّال

زامکاں شد نهم کاشانه گرداں — که مه در وے رود چوں ره نورداں

نمودارِ فلک را اہل بینش — بدیں ترتیب گویند آفرینش

نہ ح ۔ امکانِ وجوبی

سوال خسرو در اربعہ عناصر

دگرہ گفت شہ کیں خود یقیں گشت | کہ نہ گردون بترتیب ایں چنیں گشت
بگو تا ہر یکے چوں مادہ دارند | کزیں ساں صورتے آمادہ دارند
دریں گنجینہ مرواریدہا چیست | کلید گنج مروارید با کیست
کیانند ایں ہمہ اجرام والا | کہ گاہے زیر بینی گاہ بالا

جواب گفتن بزرگ امید خسرو را

جوابش داد دانائے فلک بیز | کہ در گردوں فراواں دیدہ شد تیز
بتحقیق انچہ راز آسمان ست | نہ بر ما بر ہمہ عالم نہان ست
ولے در دل نمایشہای فکری | ز بعضے عقدہا بر داشت بکری
بترتیب از فرود عقل اول | چناں شد از سطرلاب خردحل
کہ ہر نہ چرخ نہ چرخ بسیط ست | کہ بر ہم تو بتو ہر نہ محیط ست
بہر یک جنبشے بے نقل و نقلے | شریک ہر یکے نفسے و عقلے
سراسر ہر یکے از نقل پاکست | کہ ایں سرمایہ وصف آب و خاک ست
ز خفت نیز جنبش خود جدا نیست | کہ ایں اوصاف بادی و ہوا نیست

۱؎ ق عقل　۲؎ ق ۔ اوصاف آب و باد　۳؎ ق ۔ زجفت تیز

وجودے از موادِ طبع معصوم — کہ کس را مادۂ او نیست معلوم

چو نبود چار عنصر را دراں نام — تو خوانی عنصرِ خامس بنا کام

خرد را نیست روشن بیش ازیں حال — ز عقلِ اولیں تا عقلِ فعّال

وگر گوئی کہ انجم چیست در دور — بگویم چوں فرو رفتم دریں غور

بظاہر ہر چہ روشن گردد از دور — ستارہ نیست الّا پارۂ نور

وگر خواہد کسے عین الیقینش — بباید رفت بر چرخ از زمینش

ولے گفتند ہر کس از کم و بیش — نمودارے بقدر دانشِ خویش

یکے شاں گفت مانند نگینے — کہ بنشانند در انگشترینے

یکے شاں حیّ ناطق گفت چوں ما — کہ بیرونند ایشان و دروں ما

ولے شاں را اگر حیواں نہادی — بہر سو سیر شاں باید ارادی

چو جنبش راست بینی بے چپ و راست — ز[1] حیوانند بیشک شبہ برخاست

ازیں خاتم بہر نقشے کہ جُست ست — ہماں کالنقش[2] بالخاتم درست ست

نگینند انجم از فیروزہ خاتم — نوشتہ بر نگیں شادی و ماتم

سوال

ز نقشے کاں نگیں دارد در آثار — اثر در دہر میگردد پدیدار

---

[1] ح۔ گراز — [2] ح۔ کالنقش فی الخاتم

فلک را چون بشرح آمد صنائع — ملک پرسیدش از حالِ طبائع

کہ چون زیر افلاک وشن شد بسے چیز — بیانے باید اندر عنصرم نیز

جواب

حکیمِ فلسفی چون فیلسوفان — برون[1] آورد رختِ خود ز طوفان

کہ اینان نیز اجرامِ بسیط اند — یکے نقطہ است و آن دیگر محیط اند

تو حکمت بین کہ گوئی از گلِ خام — چہ سان بر روی دریا آرد آرام

زمین[2] کان از ہوا جنبش گرفتست — بصد لطف اندر آغوشش گرفتست

ہوا گرد است گردِ آب جاخوش — مدوّر گشتہ گرداگرد آتش

بہ نیروے اثیر ارباب[3] مہر ست — کہ تشبیہے ز دورانِ سپہر ست

ہوا کو زیر آتش دارد آرام — نگیرندش حکیمان عنصرِ تام

کہ گرمی سوے بالا[4] از اثیر ست — کہ آب[5] از زیرِ او گرمی پذیر ست

گر از حکمت پذیری[6] در ہمہ باب — نباشد عنصرے کامل تر از آب

ازان معنی کہ آتش گرچہ والاست — دران گرمی ز جنبشہای بالاست

ہوا نیز ار چہ از چار آخشیج ست — چنانکش گفتہ ام ناقص مزیج ست

ن[1] ح- بر آب آورد غور چار طوفان　ن[2] ح- زمین کاب از سہ سو دستش　ن[3] ق- از تاب

ن[4] ق- از گزیر　ن[5] ح- ز آب اندر فروتری بدیر ست　ن[6] ق- بہ بنیری

وگر خاکست تیز از ارجمندی | ز فیضِ آب دارد سربلندی
چو فرقِ آب روشن شد به تمییز | هوا راج شود از وے بیک چیز
که آب ار نیست نتواں روزہا زیست | که یکدم ہیچ نتواں بے ہوا زیست
ہر آنچه اوّل در اترتیب ذاتست | ز ہفت آبا و ایں چار اُمّہاتست
گروہِ دیگر آں ہر چار زن را | باُمّی و ابی بردند ظن را
پدر کردند نامِ آتش و باد | بآب و خاک نامِ مادر اُفتاد

سوال

کزیں مادر پدر چوں زاد مولود | موالیدِ ثلٰثه گشت موجود
چو آمد نکته در شرحِ موالید | ملک در جستنِ رازش سگالید

جواب

جوابش داد دانائے معانی | که ہست ایں جمله را قسمت سه گانی
کسانی کیں سه را برہاں نوشتند | نبات و معدن و حیواں نوشتند
چو در بینیم یک یک راز بنیاد | ہمیں فرزندشاں ہست آدمی زاد
تو قدرت ہیں که در معجز خیالی | نہاد از جملگی عالم مثالی

له ق- اول در آں

سوال

چو در مردم فتاد اندیشهٔ گفت | ملک ز اندیشهٔ دُرّ مردمی سُفت
به پرسیدش که مردم در جہاں کیست | مرا وے کاں ز مردم باشد آن چیست

جواب

جوابش داد کیں پرسش بلند ست | کسے اینجا رسد کو ہوشمند ست
غرض گر شہوتست و خورد و آشام | خرانرا ہم تواں کرد آدمی نام
اگر در سیم و زر کس تیز چنگست | ستورے واں کہ زیر بار لنگست
گرش گنج و درم باشد جہانے | چو در بینی بود محتاجِ نانے
چو ایں سرمایہ نبود با خرد جفت | نشاید بے خرد را آدمی گفت
پس آنکس مردم آمد ز آفرینش | کہ ہستش بر خرد قانونِ بینش

سوال

ملک گفتا کہ چوں بکشادی ایں بند | کہ مردم گفت نتواں جز خردمند
پس از مردم چنیں نیکو و بد کیست | اگر گوئی خردمند آں خرد چیست

نـ ق - اندیشہ مردم ہمی

جواب

خرد مند از خرد پاسخ چنیں داد | کہ پرسیدم خرد را پاسخ ایں داد
کہ آں باشد خرد نزدِ خرد جوے | کہ باشد مرد را در عاقبت روے
شناسد مرد را کو نعمتش داد | بتعظیم از ولی نعمت کند یاد
خرد مند آں کسے باشد کہ ایں کرد | ہم از راہِ خرد بتواں یقیں کرد

سوال

دگر بارہ بہ پرسیدش کہ جاں چیست | وجودش را دریں قالب نشاں چیست

جواب

جوابش داد مردِ زندہ دل باز | کہ دشوارست پے بردن دریں راز
گروہے جوہرِ والاش گفتند | گروہے از حدوث آلاش گفتند
گروہے داخلش خوانند باخاک | گروہے دیگرش کردند ازاں پاک
گروہے خود رہش گفتند مشکل | کہ نے خارج نہادندش نہ داخل
چو تحقیقش بروں بود از مقالت | بامرِ غیب کردندش حوالت

ن ح - کردند

سوال

دگر رہ گفت کاے گنجِ معانی | بگو تا چیست مرگ و زندگانی

جواب

خبر دادش کہ تا ترکیب ذاتست | ہوسؔ دارِ نفس بودن حیاتست
چو از جذب ہوا عاجز شد اندام | حکیم ایں حال را مردن نہد نام

سوال

بگفتش گر دم از نیروے جانیست | چرا خوں در تن آب زندگانیست
چو ناید در خرد گز راہِ امکاں | زید تن بے دم و بے خون و بیجاں
پس ایں عمراز کہ باشد بیش یا کم | ز جان و یا ز خون و یا خود از دم

جواب

بگفتا جانؔ چراغے گیر روشن | کہ می ریزد غذاے خویش روغن
چراغے نیست ایں کز دم بمیرد | کہ خود از دم فروغش مے پزیرد

۱؎ ق۔ ہوس را از نفس بردن   ۲؎ ق۔ خوں

سوال

دگر بارہ سوالش کرد کیں چیست — تنِ بے دم نیارد دیگز ماں زیست

جواب

بگفتا ہست خوں را در نہانی — مزاجے گرم و تر چوں زندگانی
ہوا چوں شد موافق با مزاجش — بخود خوں مے کشد بہرِ علاجش
قوامِ تن اگر از خوں نباشد — ہوا از وے بجز بیروں نباشد
بود بے دم کسے کز خویش ہم نیست — بہ بیں ماہی کہ خونش ہست دم نیست

سوال

دگر گفتش کہ چوں صنعِ خداوند — ز آبے می نگارد نقشِ فرزند
یکے مادہ و دیگر نر چہ سانست — کہ بعضے گوشت بعضے استخوان ست

جواب

نیوشندہ ز طبعِ نکتہ انگیز — جوابے باز گفتش حکمت آمیز

ن ح ۔ پوست

که آں قطره که او تخم از خورش یافت | درونِ استخوانها پرورش یافت
چو تخمِ استخوانست آں در اندام | بنا چار استخواں گردد سرانجام
دگر چیزے که خونش خوانی و پوست | تنِ فرزند را از مادرِ اوست

سوال

بپرسیدش که برگو خواب چه بود | نمودارے ازہر باب چه بود

جواب

چو بیداراں جوابش داد دانا | که اے رایت به بیداری توانا
خیالِ خواب گر وے دیده خالیست | تصورہاے نیر وے خیالیست
نمودارے که مے بینیم در خواب | خیالِ خاطرست اندر تگ و تاب
به بیداری که در ذہن آدمی زاد | زرے در چین رود و ز چین به بغداد
تواند بر فلک پرواز کردن | دگر زیرِ زمیں در باز کردن
چو در خواب از عمل می ماند اندام | غبارِ کالبد مے گیرد آرام
ز قالب میدہد نیر وے جانی | تخیّل مے کند مطلق عنانی
چو جاں را جنبشِ تن درمیاں نیست | دمے از چیں بیسے رفتن عناں نیست
تن اندر خواب و وہم اندر تگ و پوست | چناں داند ہمیں بیننده کیں اوست

نه بینی آنکه فکرت پیشه دارد　　شب آں بیند که روز اندیشه دارد

سوال

دگر گفتش که تصویر خیالات　　که از ما می شود پیدا بحالات
اگر از جنبشِ ہستی نام دارد　　چہ چیز ست و کجا آرام دارد
چو در خاطر جہاں اندر جہانست　　چگونه اندریں مردم نہانست
اگر بیرونست چوں روشن نه بینم　　دگر در تن چرا در تن نه بینم
چو نتواں صد حید را پاره کردن　　وزاں نتواں جوے نظّاره کردن

جواب

جوابش داد کاندر سر نہانی　　دماغ آئینۂ معنیست دانی
درونیر وے ذہنی و خیالی　　صفا آئینه ایست از زنگ خالی
درو از سرِّ جاں فیضے ہویدا　　چو عکسے می شود ز آئینه پیدا
وگر در ذہنِ تو موجود و معدوم　　مصوّر میشود چوں نقش در موم
زمین و چرخ و خورشید و ثریّا　　ز گوہر گرده پر سیماب دریا
بگوے از ہست از بینش فراغے　　که چندیں چوں بگنجد در دماغے

ن ق - از جنبش ایں آرام

در آئینہ کہ بینی آسماں را | دراں گنجیدہ چوں می بینی آنرا
تواں گرچہ سمارا دید در وے | نگوید کس کہ آں گنجید در وے
چو در آئینہ صورت ہمہ حال | زمین و آسماں گنجد بہ تمثال
دراں آئینہ کز معنی است تصویر | چہ میگوئی چہا گنجد بتقدیر
دراں بینش کزاں بینندہ شیدا ست | چو تن را اشکنم در وے نہ پیدا ست
کہ گر آئینہ صد رہ شکنی خورد | چہ گوئی صورتے بیروں تواں برد

سوال

بگفتش ایں ہمہ نقشِ خیالات | بجز مردم کسے را ہست در ذات

جواب

بگفتا ہست دیگر زندہ را ہم | تصور در قیاسِ حس فراہم
فرس کور است آخر در تصور | شبِ تار آید از ہر جا در آخُر
دگر مر غیست چوں بر خورد دانہ | رود نیز از تصور سوے خانہ

سوال

دگر گفتش کہ مرغ و مردم و مار | چرا ضد ہم ست ایں اصل ہر چار

ن ق۔ بگفتش

چرا آں برہوا ایں بر زمین ست | خزندہ خود بزیرِ گل ہمیں ست

جواب

بگفتا مرغ کش بالا روائیست | ز ہر چار اندرو غالب ہوائیست
دگر گو بر زمیں رفتار دارد | بعنصر عدل ازاں ہر چار دارد
خزندہ در طلبگارِ مغاک ست | کہ غالب در تنش زیں جملہ خاکست

سوال

دگر گفت از خورشہا تن چو سیر ست | درو بالش ز بالا یا ز زیر ست

جواب

بگفتا در تن از لبِ[1] مدتِ دیر | ہم از بالا بود بالش ہم از زیر
ببالا میکشد نار و ہوا ایشں | کشانست آب و خاک از سوے پایش
کسے کش نصف زیر از تہ بلند ست | درو ثقلے دو سفلی زور مند ست
دگر کس را تن از بالا دراز ست | درو زورِ دو علوی سرفراز ست
دگر بالا برابر زیر و بالا ست | دراں یکسانست نزورے[3] کان[2] والا ست

---

[1] ح - دفین [2] ق - اندر [3] ح - زور دوں والا ست

بہر سو کاخ شیخ شور دارد | ہمانا چار از آں سوز ور دارد

سوال

عبارت را چو آمد سر بپالش | سخن را با نبات افتاد چالش
ملک پرسید کز یک تخم در گل | چرا بالش دو جانب گشت مائل
کہ شاخش میکشد سر سوے افلاک | بہ پستی می گراید بیخ در خاک

جواب

جوابش داد کز ضد عناصر | قوی شد رستنی را نشو قاصر
خلاصہ کو لطافت بیش دارد | ببالا میل اصل خویش دارد
دگر ہر چہ از کثافت یافت ہستی | بمرکز مے گراید سوے پستی
ہمہ عنصر بکوشش بے کم و بیش | کشش دارند سوے مرکز خویش

سوال

دگر گفتا کہ مولودِ نباتی | کہ ہست اندر زمینش نشوِ ذاتی
چہ نقش ست اینکہ ہر تخمے زہر رنگ | برستن سبز روید نے دگر رنگ

ن ق۔ رہ استی را سوے قاصر

جواب

جوابش داد کآب انجا کہ گندد — بحکم خاصیت زنگار بندد
گیاہے[۱] برگ زنگاری نبات ست — ہمہ سبزیش در زنگار ماتست

سوال

چو بگذاشت از نبات اندیشہ را گفت — سخن گشت از معادن با گہر جفت
ملک پرسید کاول سنگباری — چساں می خیزد اندر کوہساری

جواب

حکیم راستینش[۲] پاسخ کہ تا دیر — بخارے در زمیں در می خورد سیر
چو گل با نم مخمر ماند جاوید — شود سخت از ہوا و تاب خورشید
صلابت چوں زگل گشت آشکارا — تو خواہش سنگ خوان و خواہ خارا

سوال

دگر گفتش کہ ایں خود ہست روشن — کہ از خورشید شد گوہر بمعدن

ن۱ ح - گیاہے ترکہ زنگاری نقاب است + ہمہ سبزی درو زنگار آب ست   ن۲ ق آراستش

بگوکاں سرخی و زردی چگونہ است | کہ رنگِ ہر یکے دیگر نمونہ است

جواب

جوابش داد کانچہ از تابِ مہر ست | کہ آزاد از شریکان سپہر ست
بزردی می زند زاین آتشِ قوت | میان زر ناب و در و یاقوت
دگر پہلوے خورشید اخترے ہست | ازو نیز آں گہر را زیوری ہست
ہر آں سنگے کزاں اختر دہد کار | ور آں گوہر ہمی گردد پدیدار

سوال

دگر گفتا کہ چوں ہست ایں مقرر | کہ نوعِ[1] آہن ست از زر فزوں تر
چرا از آہن حدِ زر بیش باشد | بقیمت زا ہنے زر بیش باشد

جواب

بگفتا زر بذاتِ خویش بالعین | متاعِ زیور ست و مایۂ زین
ولیکن نیست آہن بہرِ راحت | مگر از بہرِ آزار و جراحت
ضرورت گرچہ باشد مردم آرائی | بعزت گیرد اندر سینہا جائے

---

[1] نفع

دگر هرچه آں بود آزار پیشه | بود بیقدر و بے قیمت همیشه
چو دانا گفت هرچه از حکمتش خواست | همه رازِ جہاں را راست آراست

سوال

ملک گفت انچه در چرخ و زمین ست | تو خود گفتی که میگوید چنین ست
بعقل ارچند مردم هوشمند ست | نداند موے ریش خود که چند ست
جہاں کو راست باریکی بهر موے | کسے چوں داند او را موی در موے

جواب

ز دانش داد پاسخ مرد دانا | که شرح فیلسوف از چرخ مینا
بسانِ تخم خشخاش ست کز آز | بخشخاش اندروں بر داردا واز
با انجیر اندروں گرم و بروں سیر | چه داند چیست در بیرونِ انجیر
ز بهرِ میهماناں هر عزیزے | دریں نه تا بخانه پخت چیزے
ایا برکس خیال آمد گواراں | که آساید دروں چوں هوشیاراں
حدیثے کاں گزاف و ناپسند ست | زنخهاے سزاے ریش خند ست

۱ن ح - گیرم درون سیر | ۲ن ح - نه خانه بیرون

۳ن ح - آباے کس چناں ناند

زنخ زن گر زنخ شد سست پیوند | نہ بندد تا نہ بندندش زنخ بند
گر انصاف ست راز سبز گلشن | حقیقت ہیچکس را نیست روشن
کسے کو ساز گار ایں عمار نیست | سخن در کار او گستاخ کار نیست
درستی را ہم او داند بچستی | کز و دارد درستی ہا درستی
نظر بہ کاندریں رہ بیش سازیم | خموشی را شعار خویش سازیم
ندیم کارواں زینساں بسے روز | بدانش بود شہ را حکمت آموز
کہ تا زاں کیمیائے روشن و پاک | بدست آورد شہ گنجے خطرناک

سوال

بدانا گفت کز حکمت بسینہ | نہاں کردم خزینہ بر خزینہ
کنونم کن بکارے رہنمائی | کہ دستورم بود در پادشائی

جواب

بزرگ امید گفت ای داد گر شاہ | ترا تلقین دولت ہست ہمراہ
ز دولت نیست خود نزدیک تر کس | ہماں دولت صلاح آموز تو بس
کسے کو بختیاراں را دہد پند | بسود اسوے خوزستاں برد قند

ن ق - زنخ گر از زنخ   ن ح کارساز   ن ق - بختی   ن ح نیست

چو تو خود ہم بکارِ ملک فردی | چہ حاجت شیر را تعلیم مردی
نشاید نقش بر طاؤس کردن | نہ دانش پیشِ بطلیموس کردن
چو بر دریا ببارد ابرِ چالاک | فرو افتد بخندہ برق بر خاک
چو دستورِ توفیض آسمانی ست | نصیحت کردنت نز کاردانی ست
ولے چوں مینمائی حجت وجویم | کم وبیش انچہ میدانم بگویم
نمودارے کہ می گنجد بہوشم | ہوا خواہی نباشد گر بپوشم
نخست از مملکت بر پائے خواہی | بنا بر عدل دارد پادشاہی
چو شہ گسترده دارد سایۂ داد | جہاں در سایۂ او گردد آباد
وگر بگذارد آئینِ شریفاں | بر اندازندش از ہمت ضعیفاں

حکایتِ مردِ صاحبِ ہمت

شنیدم من کہ وقتے جزیہ خواہے | پیامے برد از شاہے بہ شاہے
شہ جزیہ رساں را بود بر در | درختے نوجوان و سایہ گستر
پیام آورچو از سختی سخن گفت | ملک نیز از سرِ تندی برآشفت
بہ نسبت وگفتش آگہ گروی آزاد | کہ افتد ایں درختِ سخت بنیاد
اسیر آزادی خود را بنا چار | در آں نورستہ ہمت کرد در کار

ح کہ در پیش ۔ ق جزیہ ستاں ۔ ق ہنرمندی ۔ ق بہ پستی ۔ ح بر

چو پا در گل دو روزے ماند چوں منیخ | در آمد بادے و بر کندش از بیخ
اگر ہمت ببد گیرد قیاسے | گزند آرد بجسلم ترا ساسے
پس آں بہتر کہ نبود[1] شہ کماں گیر | بر آں آہو کہ سلطاں را نہ اندتیر
چو شہ باشد نکو خواہ ہمہ چیز | ہمہ چیزش نکو خواہی کند نیز
جہاں با حیلہ[2] بازاں حیلہ بازد | مخالف با مخالف در لنازد
چو سلطاں در ستم[3] دامن کند چُست | شود آسود گیہا را بنا سُست
شبانے کو بقصابی کند ریش | در آرد گوسفنداں را بہ تشویش
دگر حزم ست کارِ بادشاہاں | بہ بیش[4] پاس ملک از کینہ خواہاں
بزرگاں را بود زا فزونیٔ کار | نکو خواہ اندک و بدخواہ بسیار
یکے تن را کہ صد زیرِ دوالست | بود ہر صد نکو خواہ ایں محالست
ملک را گرچہ دشمن رام باشد | گر از دشمن نہ ترسد خام باشد
اگرچہ باشدش یکجانہ پر دوست | یکے دشمن بود زانجملہ در پوست
زمیں گرچہ سراسر لالہ زارست | برہنہ پا مکن[5] در وے کہ خارست
ز دزد آنکس ستاند مایۂ خویش | کہ ترسد از خود و از سایۂ خویش
دگر عفوست رسمِ ملک داری | بہنگامِ سیاست بُردباری

ن۱ ق- آں   ن۲ ح- باقلب بازاں قلب   ن۳ ح ظلم را

ن۴ ق- بہ پیش پاے   ن۵ ح. مرو بروے

ملک باید که آرد غصه در زیر | بود در تند خشمی کند شمشیر
چو جان رفته ناید در درونے | چه باید بے محابا ریخت خونے
نه دانائی بود کز خشم بیباک | جهانے را بآسیبے کند خاک
سر مردم نه دیگر بار خیزد | گیا باشد که آں هر بار خیزد
ببیں تا چند گردد چرخ دولاب | که دریائے کند از قطرهٔ آب
روا داری که شمشیر خطرناک | بداں یک قطره دریا را کند خاک
دگر با دشمن خونی ستیزی | حلالت باد هر خونے که ریزی
قصاصے کو صلاح پادشائیست | بکش کش در همه مذهب روائیست
اگر عدل آفت است آلودگاں[2] را[1] | بود راحت جفا پالودگاں را
هوائے خوش که ماهی را هلاکست | حیات جملگی حیواں[3] چو خاکست
سیاست گرچه درد مردمانست | ولے دار وے نامردم همانست
چناں زهرے که جاں را میکند خاک | بود مجذوم را معجون تریاک
عواں کش در تعصب وقت جانیست | هلاک مردمانش زندگانیست
چو نزد زنگیاں زشتی نکوئیست | سیه روئی بر ایشاں سرخروئیست
بود تاریکی شبهائے دیجور | بچشم کور موشاں چشمهٔ نور
چو حربا خیره از خورشید محروم | بسوئے شپرک چشمک زند بوم

---

[1] ح - را [2] ق - آسودگاں [3] ق - حیواں خاکست

دگر سرمایۂ شاہی وقار ست — شہ آں باشد کہ چوں کوہ استوار ست

بہر کارے نیارد موزہ در پائے — بہر بادے نجنبد چوں خس از جائے

نہ دستِ راست را گردد چپ انداز — نہ گاہِ راستی باشد دغا باز

دگر با خصم بدگو در مصاف ست — خلافے را کہ می[۱] بیند معاف ست

عدو را در شرابِ قہر دادن — شکر باید نمود[۲] و زہر دادن

دگر کارے کہ دولت را مراد ست — ملک را در صفِ جنگ ایستاد ست

نہ بگریزد گز آں در دم شکست ست — نہ جولانے زند کاں ہم شکست ست

شہے کش در وفا بنیاد سخت است — بسر سبزی سپاہش[۳] چوں درخت ست

درختے را کہ جنبید از زمیں بیخ — در ایواں تختہ شد در خیمہا میخ

دگر اورنگ را پیرایہ[۴] جود ست — گز آں ہر سر کہ بینی در سجود ست

چو فرماں دہ بود بخشندہ در شہر — ہمہ کس را رسد ز آسودگی بہر

چو دریابند خلقے نعمتِ عام — بجاں خواہند منعم را بناکام

نہ تنہا دوست باشد سازگارش — کہ دشمن نیز باشد دوستدارش

چو خصم از لطف طاعت پیشہ گردد — سریر[۵] از فتنہ بے اندیشہ گردد

مشو لیکن چناں ہم لا اُبالی — کہ تو مفلس شوی و گنج خالی

---

[۱] ح - می سنجد — [۲] ح - نمودن — [۳] ق - پناہ — [۴] ق - پوشیدہ

[۵] ق - سر بر فتنہ را

بسختی نیز ازاں گونہ مشو سنگ — کہ از تنگی جہاں بر خود کنی تنگ
جواں مرد آں بود کز راہ انصاف — نگہدارد میانِ بخل و اسراف
شہے کا مادہ گشت ایں چند کارش — دگر در ملک حاجت نیست یارش
جوانمردی نہ باشد جز بہنجار — کہ طوفاں خیزد از بارانِ بسیار
بزرگ امید چوں زیں نکتہ چند — امید خردِ شہ را داد پیوند
شہ از بخشش بزرگ امید کردش — بہ زر در غرقہ چوں خورشید کردش
ز دانش یافت اقبالش بلندی — فزوں شد زانچہ بودش ہوشمندی
از آنگہ باز قانونِ جلالت — نہاد اندر ترازوے عدالت

مشورت شیرویہ با محرمان خود در کشتن خسرو

دریں فیروزہ باغِ نزہت آرائے — نوا زایں گونہ زد مرغِ شکر خائے
کہ چوں خسرو ز بختِ آرزو کوش — در آورد آرزوی دل در آغوش
شراب تلخ با شیریں ہمی خورد — ز شیریں عیش را شیریں ہمی کرد
چناں گشت از وصالش خرم و شاد — کہ ہیچ از ملک و دولت نامدش یاد

ح۔ کہ دارد جان نمک در چاشنی صاف — ق۔ تحسین — ح۔ فرخندہ
ح۔ نزہت و ناز — ح۔ خوش آواز

یکے مے با حریف نیک بخشش | فزوں تر از ہزاراں تاج و تخشش
زبس عشرت غمِ شاہی نبودش | چہ شاہی گز خود آگاہی نبودش
ازاں سیلاب مے کامد سبک خیز | خلل رہ یافت در بنیاد پرویز
اگرچہ بادہ نغز و دلپذیر ست | ملک را آنقدر کو شیر گیر ست
مبیں از شہ بے شمشیر گیری | کہ آں مستی بود نے شیر گیری
چو شہ خود شد خراب از آب انگور | ولایت کے تواند داشت معمور
چو دولتمند مے نوشد پیاپے | ز دولت دست شوید ہم بداں مے
مثل نیکو زد آں مردِ خدائی | کہ یا عشرت بود یا پادشائی
نہ شہ کافگندہ باشد علف خوار | کہ گرد شاہد و مے را طلبگار
شہے کو را پرستد جملہ ہستی | زہے عیب ار کند شاہد پرستی
بباید کرد لیکن کے بود سخت | ز ساقِ نازنیناں پایۂ تخت
چو نبود باغباں دنبالِ کارے | بہ بستاں خیزد از ہر سوے خارے
چو شہ با شیشۂ مے گشت بدخوے | بنگ انداز شد دشمن بہر سوے
چناں بر سر زند از کینہ خواہی | کہ مہمل ماند کارِ پادشاہی
ز فرزندانِ خسرو بود خامے | ازیں شیر افگنی شیرویہ نامے

ح ۔ خوردن ق ۔ ہستی ق ۔ نہ از مستی بود شمشیر
ح ۔ پرستار ق ۔ سراں سربہ

دلیرے سرکشے آتش[1] نژادے درشتے کینه جوئے بدنهادے[2]
شب و روز از شگرفی حیله انگیز که تا چوں ملک بستاند ز پرویز
ملک پیوسته بودے زو هراساں طریقے کار او نه گرفتے آساں
گهے کردے[3] بزنداں اندرونش گهے از شهر میکردے برونش
چو پیدا شد بطوفانِ شرابی ز سرمستی[4] و از دولت خرابی
بزرگانِ عجم گشتند باهم که دولت را کنند آئیں فراهم
نهاں با آنچناں آفاق سوزے صلاحِ[5] مملکت جستند روزے
وزاں[6] پس با مخالف محرمے چند دمیدند اندراں آتش دمے چند
که میدانی تو هم تا چندگاه هست که دولت بے سرو سر بے کلاه هست
نه تن بے سر کند صاحب کلاهی نه سر بے تاج یازد[7] پادشاهی
چو شه نبود سپه را کارفرمائے نماند مملکت را پائے برجائے
بشاهی گرچه خسرو سربلندست ولے خوابِ نشاطش ناپسندست
شباں کاهنگ خفتن شد صوابش صدائے گرگ باشد بانگِ خوابش
بود تا ایستاده پایهٔ سرو بخسپد هر گلے در سایهٔ سرو
چو شیر[8] از خواب باز آمد فرارش بخسپانند در آتش در آرش

ن ح[1] وبدفعالی ن ح[2] آفت سگالی ن ح[3] بستے ن ح[4] زشته ن ح[5] پناه مصلحت
ن ح[6] شدندش همنشیں پس ن ح[7] داند ن ح[8] چو سر دازباد خواب

تو اے گوہر کہ ہستی زیورِ ملک — گرامی گوہرے بر افسرِ ملک

زچندیں دودۂ خسرو در آفاق — توئی روشن چراغے زیرِ نہ طاق

فراواں از پدر آزار دیدی — بکن کارے چو وقتِ کار دیدی

چرا انگشت میخائی بآزرم — چو طفلاں آستیں می خائی از شرم

اگر موزہ بپائے آری رہ اینک — اگر افسر نہی بسم اللہ اینک

بگو تا دل کنیم ایمن ز کارت — کزیں ہر دو کدامست اختیارست

چو دولت بر تو مے آید ز ہر جائے — باستقبال دولت پیش نہ پائے

تناول گر نسازی لقمہ را زود — پشیمانی خوری کے داردت سود

بجد ار بر نمالی آستیں نیز — برو دامن بدنداں گیر و بگریز

ز شیری داد شاں شیرویہ پاسخ — کہ آزار بزرگاں نیست فرخ

چو سر بر جاست چوں گردم کلہ پوش — کلہ را بار بر سر بہ نہ بر دوش

بدریا ابر دُر بارد بفر سنگ — بدا ابرا کہ بر دریا زند سنگ

من از جائے کلہ داری چہ خواہم — کہ افتد از زبر دیدن کلاہم

چو وقت آید کہ خالی گردد ایں جائے — خود آں پایہ بخواہش بوسدم پائے

سرِ خسرو ز شیریں بر سما باد — غبارِ فتنہ خواہاں زو جدا باد

ح۔ در   ح۔ کہ   ح۔ کاستیں خایند   ح۔ مگو

ح۔ چو در روزی نباشد خوردنی دود   ق۔ کلہ از بار بر سر بہ کہ   ح۔ بلا   ق۔ نخواہم

ح۔ ز سبزی

کسے خود جز من ایں افسر نہ بندد / وگر خواہد کہ بندد سر نہ بندد

سرانرا زاں شگافِ پردۂ راز / نبود از حیلہ جائے دوختن باز

ضرورت سر بغوغا بر کشیدند / زبانِ تیز چوں خنجر کشیدند

بدو گفتند کانچہ از رائے ما زاد[1] / بداں باید چو دانایاں رضا داد

اگر خواہی صلاحِ زندگانی / صلاحِ کار بیں دیگر تو دانی

ز دولت کار آنکس بیش باشد / کہ در دولت صلاح اندیش باشد

دگر زیں فتنہ خواہی خویش را دور / بلا بر تست ما باشیم معذور

چو بشنید ایں سخن شیرویہ زیشاں / چو شیر[2] از تابِ آتش شد پریشاں

اشارت ہم بدیشاں کرد ناچار / کہ مالند آستیں در چارۂ کار

دویدند آں ہمہ ناحق شناساں / بکفرانِ نعم چوں ناسپاساں

چو حلقہ بر درِ خسرو نشستند / بگردِ قصر ز آہن حلقہ بستند

چو آگہ گشت شہ از شورشِ بخت / بپائے خویشتن زیر آمد از تخت

درونِ قصر باغے بود زیبا / ہمہ پشتِ زمیں چوں روئے دیبا

بہشتے در فراخی میل در میل / کشیدہ کوثرش در چشمِ بد نیل

از انبوہے درختاں شاخ در شاخ / عمارت ہائے عالی کاخ در کاخ

کسے کاندر درونش[3] پے فشردے / رہ بیروں شدن بیروں نبردے

---

۱ ح - داری   ۲ ق - سرد   ۳ ق - زراں پے

ملک پنهان از ایشان شد دران باغ | شد آن شاهین نهان خانهٔ زاغ

هنوز او در چمن ناکرده آرام | که از غوغا چنان پر شد در و بام

بزرگان ز اتفاقِ نیک رائی | رمیدند از حرمهائے سرائی

ز حرمت در حرمهاره نبردند | بزنهارِ حرم داران سپردند

گره بر سکهٔ خسرو نهادند | بهر گنجینه مُهرِ نو نهادند

همه گفتند باشه کار داریم | دگر پرسد سخن بسیار داریم

بسے جستند در ایوان و در طاق | نبود اندر شبستان شمع آفاق

چو شیرِ نر نیامد نزد شیر | به شیرویه شدند از بیشهٔ شیر

که دمه ز اتفاق نیک خواهی | نشاندندش به تختِ بادشاهی

ز هر جانب نثارے گشت باران | سزاے تاج و تختِ تاجداران

زمانه دیر شد کیں پیشه دارد | کزیں بستاند و آنرا سپارد

گرا داد آرزوے چرخ نیلی | که نستد باز در آخر بسیلی

چه نادانست یا رب آدمی زاد | که گردد از متاع عاریت شاد

نسخ خریداران

کشتن شیرویہ خسرو را و بر تخت شاہی نشستن

رقم سنج نخست از خامۂ خویش
چنیں آراست نقشِ نامۂ خویش

کہ چوں شیرویہ شد بر تختِ شاہی
در آمد کینہ ور در کینہ خواہی

کہ شہرے را دو سلطاں بر نتابد
چو ایں برجا بود آں بر نتابد

نہ یک مسند دو شہ را پایہ دارد
نہ یک سر دو کلہ را جائے دارد

برایں دادند آرامش سخن را
کہ جویند شاہ نوشاہِ کہن را

اشارت بر وکیلانِ حرم رفت
کہ پویند آں طرف کاں محترم رفت

گرش یابند از و سر خواست باید
وگرنہ از سرِ خود خاست شاید

حرم داراں ازاں فرمانِ پُر بیم
نہادند از سلامت سر بہ تسلیم

بہر جوینده کامد بجو تیز
نشاں دادند خلوت گاہِ پرویز

بباغ اندر شدند آزار جویاں
گلِ پژمردہ را در خار جویاں

بگرد خسرو از بہرِ خراشے
ز ہر سوئے در آمد دور باشے

فتاد از گردشِ دورانِ دوّار
یکے خورشید را با صد ذنب کار

نخستش آہنے بر پا نہادند
ز گوہر بند بر دریا نہادند

چو در زنجیر آہن بستہ شد شیر
زباں بکشاد شیرویہ چو شمشیر

کہ ربِّ عاقلاں را ہست معلوم — کہ عمر و روزی آمد ہر دو مقسوم

بکوشش چوں فزون و کم نباشد — خوش آں کز مردنش در غم نباشد

چو یک نیجت دہد دورِ سپنجی — دو نیجت آرزو باشد برنجی

خردمند آں بود کز ترکِ تدبیر — بسر پوید باستقبالِ تقدیر

بہر فعلے کہ باشد نیک و بد را — نظر دارد جزاے فعلِ خود را

جہاں خسرو کہ عالم را پناہ ہست — رہی را ہم پدر ہم پادشاہ ہست

چو شد سرِّ سخن با راستی جفت — حدیثِ راست باید با پدر گفت

فرامش کردۂ یا باشدت یاد — کہ چوں کردی پدر را ظلم و بیداد

تو چوں خون پدر خوردی بناچیز — مرا معذور دار از خونِ خود نیز

چو بر خسرو رسید ایں حرفِ جانکاہ — بنومیدی برآورد از جگر آہ

بگریہ گفت کارے ہمچنین ست — جہاں با سروراں گرمِ کین ست

اگر من بر پدر افسوس خوردم — سزاے خویش دیدم آنچہ کردم

چو بر شیرویہ رفت آں پاسخِ درد — پدر آں دشنہ را در دل فرو خورد

اگرچش دورباشے در جگر بود — ازاں سر وانشد چوں بیمِ سر بود

چو تو بر من کشادی پردۂ خویش — بہ بینی عاقبت ہم کردۂ خویش

رضا دادم بتقدیرِ الٰہی — بکن بسم اللہ اینک ہر چہ خواہی

ہمانا خسرو اندر عہدِ شاہی — یکے را کشتہ بود از کینہ خواہی

پسر بود آں سیاست کردہ را چند | یکے زاں کینہ جوئے ناخردمند

سیہ فامے رخ ازدودہ سیہ وام | سزاے خشمِ یزداں مزدکش نام

بدو کردند اشارت ناسپاساں | کہ دشواری کند بر خسرو آساں

فرستادند نزدش مردِ خونریز | کہ خونِ کشتہ وا خواہد ز پرویز

چو شہ سیماے او را دید دریافت | کہ نقب افگن بشبارستاں گذر یافت

بدو گفت آمدی ہاں در درونم | کہ تا خونِ پدر شوئی ز خونم

چو از خونِ پدر کردی فراہم | بجوئی از پسر خونِ مرا ہم

فرو گفت ایں و شد تسلیم در حال | بہ نزدِ او در آمد مردِ قتّال

چناں زد بر شکم زخمِ درشتش | کہ بیروں کرد خنجر سر ز پشتش

ز زخمِ آں پلیدِ ہلف و بیباک | درختِ خسروی افتاد بر خاک

خراشِ دیو مغزِ آدمی سفت | فرشتہ بر پرید و آدمی خفت

کشندہ چوں تنِ خسرو بخوں خست | چو دیوی زود زاں موضع بروں جست

چو آمد بر سرش شیرین دل تنگ | ز سیلِ خوں جہانے دید گلرنگ

رسیدہ برگ ریزے در بہارے | فتادہ سروے اندر لالہ زارے

بدید و ہم بدیدن بیخبر گشت | سرش در گشتِ او از پاے بر گشت

ز بالیں گاہِ خسرو دشنہ برداشت | پس آں قطرہ بجانِ تشنہ برداشت

چو بودش ز آتشِ دل در جگر تاب | ز دشنہ بر جگر زد قطرۂ آب

نهاد آں زخم را بر زخم سر پست | جراحت را بخونِ گرم پیوست
بلوحِ خاک تعلیم وفا را | زخونِ خود نوشت ایں ماجرا را
خبر بردند بر شیرویہ زیں حال | ندید اقبال خود را فرخ از فال
زبیمِ بدسگالاں مجلس آراست | طرب کرد و نثار افشاند و برخاست
چو گل بادوستاں خندید پیدا | نہانے شد چو مرغ از نالہ[۱] شیدا
چو قرابہ بگریہ سرنگوں بود | دہن پر خندہ و دل پُر زخوں بود
بخاصاں گفت تا زاں سوے پویند | دو خوں آلودہ را از گریہ شویند
پس اندر یک لحد دو سرو چالاک | نہند اندر فرامش خانہ خاک
بدآرند[۲] اندراں مشہد بہ تعجیل | حرم جاے شہیداں میل در میل
دویدند آں ہمہ فرمانبراں زود | چناں کردند در ساعت کہ فرمود
دو عاشق را بخوابِ خوش ہم آغوش | یکے کردند و پوشیدند سر پوش
برآوردند عالی گنبدے خوش | بسانِ گنبدِ فیروزہ دلکش
فلک کو گنبدِ زنگار خوردہ است | چنیں گنبد نگر تا چند کردہ است
شنیدی گنبدِ بہرام را نام | کنوں بیں زیر گنبد گور بہرام
پلنگے ہمچو مرگ اندر بناگوشر[۳] | پس آنگہ غافلاں در خواب خرگوش
خلاصی نے وہر دم در زیانیم | کہ در گرد آفت وما در میانیم

---

[۱] ق - گریہ [۲] ق - برآرند [۳] ق - بہر

چو گیرد ناگهاں آتش بکشتی | نباید سوخت در دریا بزشتی
چو اندر حلقۂ[1] گرم او فتد مور | شود تفسیدہ ہر سو کاورد زور
تن ما کاندریں طوفان مہیاست | سفال خام در گرداب دریاست
چو گردد کوزۂ خام از نمے خورد | درست از قعر دریا کے تواں برد[2]
فلک چوں اژدہای تند پر بیم | درون حلقۂ او ما بہ تسلیم
در آید ہر زماں چوں زور منداں | رباید ہر کرا خواہد بدنداں
نہ دست آنکہ باز درش ستیزیم[3] | نہ پائے آنکہ از پیشش[4] گریزیم
اگر عالم بغوغا گردد انباز | کسے را کو برد نتواں ستد باز
حذر زیں زال ابرو وسمہ کردہ | کزیں وسمہ است چندیں شوی خوردہ
ازیں زال آنکساں آزاد جستند | کہ خوش رفتند و دل دردی نہ بستند
گوارا نیست جام روزگاراں | تو خوش خور تا ترا باشد گواراں
مخسپ اے دل کہ دوراں در کمین ست | اجل گرگ و حصارت گوشتین ست
ولے چوں بر کشد تقدیر خنجر | نخست از عقل بیدار افگند سر
سپہر اول کند چشم خرد کور | پس انگہ بر خردمند آورد زور
چو دزدے جوید اندر خانۂ سود[5] | کشد اول چراغ خانہ را زود

---

[1] ق۔ حلقہ [2] ق۔ چوں [3] ح۔ دریم [4] ق۔ پیشش

[5] ق۔ دزد اندر

من اینجا کنم نقدِ خود را عیار — خود آں جا بیامرزد آمرزگار

چو رحمت شود نامہ شوئے گناہ — چہ باشد بدریا دو حرفِ سیاہ

جوانی شد و پیری آغاز گشت — دریغا کہ ایں نیز خواہد گزشت

کشیدم زلالِ خضر زیں سواد — کہ تا چوں بمیرم رسم برمراد

خوش آں کس کہ چوں برگ رہ کرد ساز — بہ میراث بگزشت عمرِ دراز

بر د مرگ را نام جو رِ کسے — ولے نامِ ہر کس نماند بسے

نماند بسے نامِ بے مایگاں — کہ نتواں زدن سکۂ رائگاں

درم نہ کہ در نام دارد درم — درم ریز چوں گل شدہست از کرم

ہمہ کس پئے خفتن افسانہ خواست — شنیندہ چوں خفت افسانہ خاست

چہ ہشیار و بیدار فرزانہ — کہ او خفت و ماند از وے افسانہ

بر آں کس بود زندگانی حرام — کہ او را نماند پس از مرگ نام

بمرد آں کسے کز جہاں نام برد — کہ مرد نکو نام ہرگز نمرد

ربودن بنام از جہاں گوئے را — میسر نشد جز سخن گوئے را

چو دیدم کہ ترکِ جہاں گفتنیست — ق — مرا نیز چوں دیگراں خفتنیست

خیالے در ایں نامہ کردم نگار — کہ ماند ز من در جہاں یادگار

مگر از تماشاے ایں بوستاں — درودے رسد بر من از دوستاں

مر ایں نامہ از اتفاقِ صواب — شد آئینہ ہائے سکندر خطاب

دریں دم کہ پایانِ ایں سکرست — ز تاریخ ہفصد یکے کمترست

۶۹۹ھ

گر آری همه بیتش اندر عدد / چهار الف و پنجه شد و چار صد

قیامت اگر چند گه پس بود / قیامت جهان را همین بس بود

سزد گر بزرگانِ گوهر شناس / سخن را بانصاف دارند پاس

چو زین بلبله صاف نوشی کنند / فرو مانده را عیب پوشی کنند

زر از دهشتِ بار نتوان گذشت / گل از زحمتِ خار نتوان گذشت

خریدارِ دُر گرچه باشد بسے / سفالینه را هم ستاند کسے

بصیر آن بود دیدهٔ پیش را / که سُرمه کند چشمِ درویش را

متاعے که گرم ست بازارِ او / همه جا بیابی خریدارِ او

بجز رختِ کاسد ز بے مایگان / که کالا بدست آوری رایگان

چو حلوا و پالوده بر خوان بود / همه خلق ناخوانده مهمان بود

چو در سفره لوزینه باشد بسے / مگس را بخواندن نیاید کسے

بجز تحفهٔ طبع زاے مرا / نگر بهرِ خود دید راے مرا

دگر باز گیری تو پیوندِ خویش / مرا خود عزیز ست فرزندِ خویش

پسر گرچه کور ست ازین خانه دور / بچشمِ پدر شب چراغ ست و نور

سزد گرچه آوازِ خر خنده را / بود ارغنون گوشِ خربنده را

برو باد بخشایشِ داد گر / که بر من به بخشش گمارد نظر

چو آید به نظّارهٔ این عروس / بکابینِ احسان کند فرق بوس

جهان است نورِ نظر زین سواد / در دهر که احول بود کور باد

رُخے را کہ چوں ماہتاباں نہاد — بخالِ سیہ عیب نتواں نہاد

بچیں میوۂ بہ زشاخِ بہی — کہ نبود رطب ز استخوانِ تہی

برِ پختہ چوں بر درختاں بجاست — تو گر خام جوئی خیانت کراست

چو پستہ یکے دل کن و باش نغز — نہ بادام ساں چشم سخت و دو مغز

۵ ہنر جوے و در عیب جوئی مکوش — ترا نیز عیب ست بر خود بپوش

بغیبت چناں باش از فتنہ دور — کہ شرمندگی ناردت در حضور

ہزار آفریں بر وفا پرورے — کہ نگشاید از بے وفائی درے

بدم گوئی آں گاہ عذر آوری — پسندیدہ کے باشد ایں داوری

نہ بس مہربانی بود بر اسیر — کہ خونش بریزی و شوئی بشیر

۱۰ دریں پُر صدا گنبدِ مینوی — سخن ہر چہ گوئی ہماں بشنوی

چو بد گفتی آزاد منشیں بسے — کہ روزے ترا نیز گوید کسے

چو خواہند گفتن جوابت بروے — بحل کردمت ہر چہ خواہی بگوے

مرا تا بسر سیر بر جاے ہست — بسر کوبِ دشمنم پاے ہست

اگر با کسے تلخ گویم زبے — شکر نیز دانم فشاندن زنے

۱۵ مبیں زہرِ زنبور در نوکِ نیش — کہ ہست انگبیں نیز زانداز بیش

کسے کو مقابل بر آرد غبار — بہ تسنیمِ خلقش کنم شرمسار

دراز پس زند سکۂ ناصواب — ہم از خوے بد باز یابد جواب

۱۲- س: تحمّل کن و ۱۴- م۱: چو مے۔ م۲: شکر نیز افشانم از چوب نے



ولے پیش ازیں دردم انیست باک ق	که فردا چو من رفته باشم بخاک
خیالِ مرا پیش بینی کنند	بسلکِ گهر مهره چینی کنند
مروت نه باشد ز آزادگاں	لگدکوب کردن بر افتادگاں
کسانیکه از گفتگوئے جهاں ق	نهادند مهر ابد بر دهاں
زباں نیک نبود برایشاں کشید	که بر مرده شمشیر نتواں کشید
نه جاں ایں مثل بلکه جاں پرورست	که یک زنده صد مرده را لشکرست
کسے کز دعائے تواں شاد کرد	بدشنام چوں بایدش یاد کرد
ورا ز خواندنِ نظمِ غرّائے من	درودے رساند بماوائے من
تو زنیجار سانی دراں دخمه نور	من آحاد بل عائے تو گویم ز دور
تو از شربتِ من شوی زنده نام	من از ذوقِ آں زنده گردم تمام
بیا ساقی آں ساغرِ گرم خیز	یکے جرعه برخاکِ خسرو بریز
بیا ساقی آں مے که کامِ من ست	بمن ده که درخوردِ جامِ من ست
مرا با حریفانِ من نوش باد	حریفانِ بد را فراموش باد
بیا مطربا ساز کن پرده را	بسوز ایں دلِ عشق پرورده را
رسید از بتاں جانِ خسرو بکام	بیک زخمه کن کارِ او را تمام

تمّت